إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ

تفسیر القرآن العظیم

www.KitaboSunnat.com

قرآنا عجبا

مختصر سوال و جواب کی صورت میں

يَعْتَذِرُونَ - 11

نگہت ہاشمی

ALNOOR-PUBLICATIONS
النور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ

تفسیر القرآن العظیم

قرآناً عجبا

مختصر سوال و جواب کی صورت میں

يَعْتَذِرُوْنَ - 11

نگہت ہاشمی

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : قُرْآنًا عَجَبًا (پارہ: 11)

مصنفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : مئی 2020ء

طبع دوم : نومبر 2021

طبع سوم : نومبر 2023

تعداد : 1100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 59-C2، فیروز پور لنک روڈ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-37500049, 042-37500048

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42

فیصل آباد : 121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050, 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ: www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

پرنٹنگ اینڈ ڈیزائننگ

دارالسلام قرآن پرنٹنگ کمپلیکس، کوٹ عبدالمالک انٹرچینج، لاہور

+92-321-8484569 | +92-300-1001345

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرض ناشر

الحمدلله رب العلمين والصلاة والسلام على النبي الكريم وعلى آله وصحبه أجمعين.

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے اور بہترین انجام متقین کے لیے ہے۔ قارئین کرام! ہمیں جو زندگی عطا کی گئی وہ نہایت مختصر ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: ؎ آ کے بیٹھے بھی نہ تھے کہ نکالے بھی گئے

دلی تمنا ہے کہ زندگی گزارنے کی جو مہلت ملی ہے، اس میں ایسا کام کر جاؤں کہ جب اس جہان سے چلی جاؤں، اگلی زندگی کے انتظار میں قبر میں رکھ دی جاؤں تو میری کتابِ زندگی، میرا نامہ اعمال بند نہ ہو، ایسی نیکیوں کے لیے کھلا رہے جو باقی رہنے والی زندگی کے کام آئیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: «أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللهِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ» ''لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ وہ ہے جو لوگوں کے لیے نفع مند ہو۔'' (سلسلہ احادیث صحیحہ: 906)

دنیا کا سب سے قیمتی علم ''قرآن مجید'' کا ہے۔ فرمانِ نبوی ہے: «خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ» ''تم میں سے سب سے بہترین وہ ہے جو قرآن مجید کو خود سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔'' (صحیح البخاری: 5027)

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کو سیکھنے اور سکھانے سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں اور سب سے بڑا تعاون ''طالب علم'' کے لیے آسانیاں پیدا کرنا ہے۔ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر کو عام فہم انداز میں پیش کرنا نہایت ضروری ہے۔ جہاں آسان الفاظ کا انتخاب ضروری ہے، وہیں اس کے مضامین کو عام فہم اسلوب میں پیش کرنا بھی ضروری ہے۔

تفسیر «قرآنًا عجبًا» میں سوال و جواب کے انداز میں ایسے نکات پر روشنی ڈالی گئی ہے جن پر غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اس تفسیر میں سوال اٹھا کر اور جواب کو سادگی کے ساتھ مختلف نکات میں بانٹ کر جو آسانی پیدا کر دی گئی ہے اس کی وجہ سے معزز قارئین کے لیے قرآن مجید کو سیکھنے اور سکھانے میں سہولت پیدا ہو گی۔ **وللہ الحمد!**

اللہ تعالیٰ کا پیغام «قرآنًا عجبًا» کی صورت میں ''گھر گھر تک، دنیا بھر تک'' پہنچانا چاہتے ہیں اور اجر کی امید بھی اسی سے رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رسی ''قرآن مجید'' کو ہر ہاتھ میں تھمانا چاہتے ہیں جس کا ایک سرا بندے کے ہاتھ میں اور دوسرا سرا ہمارے ''رب'' کے ہاتھ میں ہے۔ کیا آپ اللہ تعالیٰ کی رسی کو خود تھام کر دوسروں کو نہیں تھمائیں گے؟

قرآن سیکھیں ـــــ دوسروں کو سکھائیں　　　　خود پڑھیں ـــــ دوسروں کو پڑھوائیں

ایک آیت روزانہ گھر والوں میں بیٹھ کر، کسی آفس میں، کسی بھی مقام پر پڑھنا مشکل نہیں۔ ذوق ہو تو زیادہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ آیئے! بے مثال زندگی کے لیے آج ہی سے اس کا آغاز کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

دعاؤں کی طلب گار: **فائزہ خان** (مینیجنگ ڈائریکٹر النور پبلیکیشنز)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

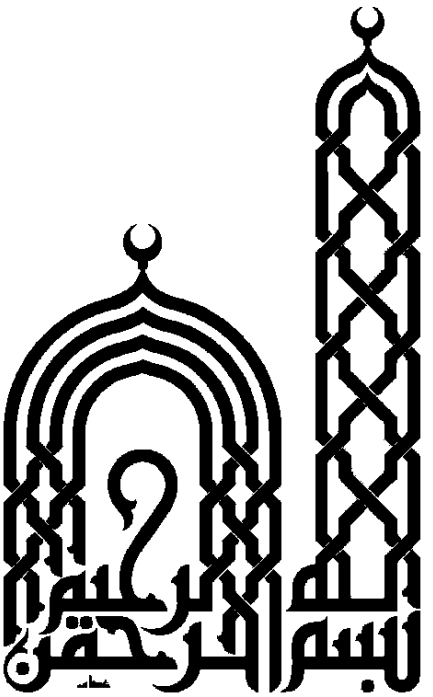

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ۭ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ

''جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے تو وہ تمہارے سامنے عذر پیش کریں گے، آپ کہہ دیں کہ عذر نہ کرو! ہم تم پر ہرگز یقین

قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ۭ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ

نہیں کریں گے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہاری کچھ خبریں بتادی ہیں اور عنقریب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہارا عمل دیکھیں

تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

گے پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو غیب اور حاضر کا جاننے والا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جو کچھ تم کرتے رہے تھے''(94)

سوال: منافقوں کے مکروفریب کی وضاحت ﴿يَعْتَذِرُوْنَ... تَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ﴾ ''جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے تو وہ تمہارے سامنے عذر پیش کریں گے'' رب العزت نے ان منافقوں کے مکروفریب کے بارے میں آگاہ کیا ہے جو دولت مند تھے اور جن کے پاس کوئی عذر نہ تھا کہ جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے تو وہ تمہارے پاس معذرت پیش کریں گے۔

(2) بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت جد بن قیس، معتب بن قشیر اور ان کے ساتھیوں کے متعلق نازل ہوئی۔ ان کی مجموعی تعداد اسی (80) تھی اور سب کے سب منافق تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں رونق افروز ہوئے تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ترک کردو اور ان سے بات چیت بھی نہ کرو۔ مقاتل نے کہا: اس آیت کا نزول عبداللہ بن ابی بن خلف کے بارے میں ہوا جس نے رسول ﷺ سے عرض کیا تھا: اب آپ مجھ سے راضی ہو جائیں۔ میں اس اللہ کی قسم کھاتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ اس واقعہ کے بعد میں (کسی جہاد میں) آپ ﷺ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ (تفسیر مظہری: 256/5)

(3)﴿قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ عذر نہ کرو! ہم تم پر ہرگز یقین نہیں کریں گے'' آپ کہہ دیں کہ ہم آپ کی جھوٹی معذرتوں پر یقین نہیں کریں گے۔

(4) اس غزوے میں سارے کے سارے مومنین صادقین نے شرکت کی اور اس سے غیر حاضری نفاق کی علامت قرار پائی۔ چنانچہ کیفیت یہ تھی کہ اگر کوئی پیچھے رہ گیا تھا اور اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا جاتا تو آپ ﷺ فرماتے: ''اسے چھوڑو۔ اگر اس میں خیر ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جلد ہی تمہارے پاس پہنچادے گا اور اگر ایسا نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمہیں اس سے راحت دے دی ہے۔'' غرض اس غزوے سے یا تو وہ لوگ پیچھے رہے جو معذور تھے یا وہ لوگ جو منافق تھے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے ایمان کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا اور اب ایمان کا جھوٹا عذر پیش کر کے غزوہ میں شریک نہ ہونے کی اجازت لے لی تھی اور پیچھے بیٹھ رہے تھے یا سرے سے اجازت لیے بغیر ہی بیٹھے رہ گئے تھے۔ واپسی پر رسول اللہ ﷺ مدینہ داخل ہوئے تو حسب معمول سب سے پہلے مسجد نبوی ﷺ میں تشریف لے گئے۔ وہاں دو رکعت نماز پڑھی پھر لوگوں کی خاطر بیٹھ گئے۔ ادھر منافقین نے جن کی تعداد اسی سے کچھ زیادہ تھی آ کر عذر پیش کرنے شروع کر دیے اور قسمیں کھانے لگے۔ (الرحیق المختوم:588،589)

(5) ﴿قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہاری کچھ خبریں بتا دی ہیں'' اللہ تعالیٰ نے جو اپنے قول میں سچا ہے، ہمیں تمہارے بارے میں آگاہ کر دیا ہے اس لیے اس معذرت پیش کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

(6) غزوۂ تبوک اپنے مخصوص حالات کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک سخت آزمائش تھا جس سے اہل ایمان اور دوسرے لوگوں میں تمیز ہو گئی اور اس قسم کے موقع پر اللہ تعالیٰ کا دستور بھی یہی ہے۔ ارشاد ہے: ﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ﴾ ''اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس حالت میں نہ چھوڑے گا جس پر تم اب ہو جب تک کہ وہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کر دے۔'' (آل عمران:179)

(7) اب ہم تمہاری تصدیق نہیں کر سکتے کیونکہ تمہارے اعمال کے پیچھے جو دلوں کی گندگی ہے اللہ تعالیٰ نے اسے واضح کر دیا ہے۔

(8) ﴿وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ﴾ ''اور عنقریب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہارا عمل دیکھیں گے'' اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہارے اعمال اس لیے دیکھیں گے کہ اعمال کے ذریعے سے سچ اور جھوٹ میں فرق پتہ چلتا ہے۔

(9) اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اب دیکھیں گے کہ تم توبہ کر کے اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرتے ہو یا اپنے کفر اور نفاق پر اصرار کرتے ہو۔ (ایسر التفاسیر:575)

(10) اللہ تعالیٰ کا دیکھنا سادہ سی بات نہیں ہے۔ اس سے نہ نیت چھپی ہوئی ہے اور نہ اعمال۔ تمہاری باتوں کو تمہاری نیتوں اور تمہارے اعمال کے حساب سے دیکھے گا۔

(11) سیدنا ابو عبداللہ طارق بن اشیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس شخص نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں کا انکار کیا تو اس کا مال اور خون محفوظ (حرام) ہو گیا اور اس (کے باطن) کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔'' (صحیح مسلم:130)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(12) سیدنا عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تو کچھ لوگوں کا مؤاخذہ وحی کے ذریعے ہو جاتا تھا لیکن اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے (اور باطن کے احوال پر مؤاخذہ ممکن نہیں رہا) اس لیے اب تمہارا مؤاخذہ صرف تمہارے ان عملوں پر کریں گے جو ہمارے سامنے آئیں گے۔ پس ہمارے لیے جو بھلائی ظاہر کرے گا ہم اس کو امن دیں گے (یا اس پر اعتبار و اعتماد کریں گے) اور اس کو اپنے قریب کریں گے اور ہمیں اس کے اندرونی حالات سے کوئی سروکار نہیں۔ ان کا حساب اللہ تعالیٰ ہی ان سے کرے گا اور جو ہمارے لیے برائی ظاہر کرے گا ہم اسے امن نہیں دیں گے (یا اس پر اعتبار نہیں کریں گے) اور نہ اس کی تصدیق کریں گے اگرچہ وہ یہ کہے گا کہ اس کا اندرونی معاملہ (ارادہ) اچھا تھا۔ (صحیح بخاری:2641)

(13) ان آیات کریمہ میں اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ﴾ میں اللہ تعالیٰ کے افعال اختیاری کا اثبات بھی ہوتا ہے جو اس کی مشیت اور قدرت سے واقع ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ ان کے عمل کو اس کے واقع ہونے کے بعد دیکھے گا۔ ان آیات کریمہ میں نیکوکاروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا اور فاسقین کے ساتھ ناراضی اور غصے کا اثبات ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1087)

(14) ﴿ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ ''پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو غیب کا جاننے والا ہے اور حاضر کا جاننے والا ہے'' اپنی موت کے بعد قیامت کے دن تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو غیب اور حاضر کا جاننے والا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ (15) تم اللہ تعالیٰ کی طرف جزا کے لیے لوٹائے جاؤ گے۔

(16) شہادت سے مراد وہ جہان ہے جس کے بارے میں انسان جان سکتا ہے۔ غیب سے مراد وہ چھپے ہوئے حقائق ہیں جو انسان کے ذرائع علم سے چھپے ہوئے ہوں۔

(17) ﴿فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''تو وہ تمہیں بتا دے گا جو کچھ تم کرتے رہے تھے'' جو اچھا برا تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے آگاہ کر دے گا۔

(18) انسان جو عمل کرتا ہے بظاہر وہ اسے جانتا ہے لیکن اپنے عمل کے نہ تو سارے اسباب جانتا ہے اور نہ اس کے اثرات۔ اللہ تعالیٰ جب انسان کے سامنے اعمال کی حقیقت کھولیں گے تو حساب کتاب عمل میں آئے گا نہایت ہی سچا حساب کتاب۔

(19) رب العزت نے فرمایا: ﴿يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ ''جس دن اللہ تعالیٰ اُن سب کو اُٹھائے گا تو اُنہیں بتا دے گا جو جو اُنہوں نے عمل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیے۔اللہ تعالیٰ نے اُسے محفوظ کر رکھا ہے اور وہ اُسے بھول گئے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔'' (المجادلۃ:6)

(20) اللہ تعالیٰ اپنے عدل اور فضل سے جزا دے گا اور کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ (۷) وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (۸)﴾ ''تو جو ذرّہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔اور جو ذرّہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔'' (الزلزال:8,7)

﴿سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ

''جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے عنقریب وہ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے اعراض کرو سو تم ان سے اعراض

اِنَّهُمْ رِجْسٌ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾

ہی کر لو، یقیناً وہ گندے ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اس کے بدلے میں جو وہ کماتے رہے ہیں'' (95)

سوال: منافقوں سے اعراض کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿سَيَحْلِفُوْنَ ... يَكْسِبُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ﴾ ''جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے عنقریب وہ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے اعراض کرو سو تم ان سے اعراض ہی کر لو'' رب العزت نے منافقوں کے لیے حکم دیا ہے کہ انہوں نے جو گناہ کیا اس کے بدلے میں نہ ان کو ڈانٹو، نہ مارو پیٹو، نہ قتل کرو بلکہ ان سے درگزر کرو۔

(2) رب العزت نے منافقین کے بارے میں فرمایا:﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًۢا بَلِيْغًا﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے چنانچہ آپ ان سے منہ موڑ لیں اور انہیں وعظ و نصیحت کریں اور ان کے لیے ان کے دلوں میں بہت اثر کرنے والی بات کریں۔'' (النساء:63)

(3)﴿اِنَّهُمْ رِجْسٌ﴾ ''یقیناً وہ گندے ہیں'' اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی روح گندی ہے۔ان کے جسم کو گندا کہہ کر ان کے اعمال کی طرف توجہ دلائی ہے۔یہ لوگ بظاہر خوشبوؤں میں بسے ہوئے ہیں مگر سراپا گندگی ہیں اس لحاظ سے قابل نفرت ہیں۔اس سے مراد یہ ہے کہ ان کا شعور اور ان کے تصورات گندے ہیں اور اس گندگی نے ان کی روح کو اس طرح گھیرا ڈال رکھا ہے کہ وہ مجسم گندگی بن گئے ہیں۔

(4) منافقوں سے اعراض کا حکم اس لیے دیا گیا کہ منافقوں کا شعور اور ان کی سوچ گندی ہوتی ہے اور ایک مچھلی پورے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تالاب کو گندہ کر دیتی ہے اور اسلام جن کو تیار کرتا ہے انہوں نے اسلام کی سربلندی کے لئے عملی جدوجہد کرنی ہوتی ہے۔ منافق اس عملی جدوجہد کے خلاف ہے اس لئے انہیں گندگی قرار دے کر ان سے اعراض کا حکم دیا گیا تاکہ سچے مسلمان بھی اس شعور کی گندگی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

(5) رسول اللہ ﷺ نے منافقوں کو قتل نہیں کروایا۔ عبداللہ ابن ابی کے بیٹے نے جب باپ کی منافقانہ حرکت دیکھی تو اس کے خلاف کارروائی کرنا چاہی لیکن رسول اللہ ﷺ نے قتل کرنے کی اجازت نہیں دی اور فرمایا: ''انہیں چھوڑ دو جب تک یہ ہمارے درمیان ہیں ہم ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں گے۔'' (طبقات ابن سعد)

(6) ﴿وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ﴾ ''اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے'' رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا﴾ ''یقیناً منافق دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور آپ ان کا ہرگز کوئی مددگار نہ پاؤ گے۔'' (النساء:145)

(7) ﴿جَزَآءً ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ ''اس کے بدلے میں جو وہ کماتے رہے ہیں'' ان کو ان کے کفر، نفاق اور معاصی کی سزا دی گئی ہے۔ (ایسر التفاسیر:575)

(8) منافقوں کو نمازیں پڑھنے اور روزے رکھنے کے باوجود جہنم کی وعید سنائی گئی اس لیے کہ منافق اگرچہ مسلمانوں کے ساتھ شامل ہوتے ہیں ظاہری طور پر عبادات بھی کرتے ہیں مگر دل ان کے گندے ہیں ان کی سوچ گندی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ پیچھے رہ کر وہ آرام اور سلامتی میں ہیں اور مالی نقصان سے بھی بچ گئے ہیں۔ یہ سوچ کی گندگی ہے جس نے ان کی نمازوں اور روزوں کو گھیرا ڈال لیا ہے۔ اب وہ اچھا عمل کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے جب کہ جنت ہر کسی کو اس کے ذاتی عمل کی وجہ سے ملتی ہے، کسی گروہ میں شامل ہونے سے نہیں ملتی۔ اس لئے ان کی نمازوں اور روزوں کے باوجود جہنم کی وعید سنائی گئی۔

﴿يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى

''وہ تمہارے لیے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ، سو تم ان سے راضی ہو بھی جاؤ تو یقیناً اللہ تعالیٰ

عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴾

نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا'' (96)

سوال 1: منافق مسلمانوں کو راضی کرنے کے لیے قسمیں کیوں کھاتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿يَحْلِفُوْنَ ... الْفٰسِقِيْنَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ﴾ ''وہ تمہارے لیے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہوجاؤ'' منافق مسلمانوں کوراضی کرنے کے لیے قسمیں کھاتے ہیں کیونکہ(i)منافق یہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی سختی سے بچ جائیں جواللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہے:﴿جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾ ''کافروں اورمنافقوں سے جہادکرواوران سے سختی کرو۔'' (التوبہ:73)(ii)وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان ان سے اعراض نہ کریں اس لیے وہ چاہتے تھے کہ ان کوراضی کرلیں تاکہ اسلامی معاشرے میں ان کو سچے مسلمان جیسا مقام ملا رہے گویا انہوں نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔

(2)منافقوں کی ایک خاص شناخت یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بجائے اس کے بندوں کی رضاجوئی میں لگے رہتے ہیں۔ (تفسیر ماجدی:2/397)

(3)﴿فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ﴾ ''سوتم ان سے راضی ہوبھی جاؤ'' یعنی اے مسلمانو! تمہیں زیب نہیں دیتا کہ تم ان لوگوں سے راضی ہوجاؤ جن سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہے بلکہ تم پر واجب ہے کہ رب کی خوشی اور ناراضی میں اس کی موافقت کرو۔

(4)﴿فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴾ ''تو یقیناً اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا'' اور یہ نہیں فرمایا:﴿فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنْهُمْ﴾ ''تو یقیناً اللہ تعالیٰ ان سے راضی نہیں ہوتا'' تاکہ یہ اس بات کی دلیل ہو کہ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے اگر یہ یا کوئی اور جب بھی توبہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کرلیتا ہے اوران پر راضی ہوجاتا ہے،لیکن جب تک وہ اپنے فسق پر جمے رہیں اس وقت تک اللہ تعالیٰ ان سے راضی نہیں ہوتا، کیونکہ اس کی رضا کا مانع موجود ہے۔۔۔اور وہ ہے ان کا ان امور سے باہر نکلنا جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں مثلاً ایمان اور اطاعت اور ایسے امور میں داخل ہونا جو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہیں مثلاً شرک، نفاق اور نافرمانی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو کچھ ذکر فرمایا اس کا حاصل یہ ہے کہ کسی عذر کے بغیر جہاد سے جی چرا کر پیچھے بیٹھ رہنے والے منافقین جب اہل ایمان کے سامنے عذر پیش کرتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ پیچھے رہ جانے میں ان کے پاس عذر تھا تو وہ چاہتے ہیں کہ تم ان کے معاملے کو نظر انداز کر کے ان سے راضی رہو اور ان کا عذر قبول کرلو۔ رہا ان کا عذر قبول کرنا اور ان سے راضی ہونا تو اس میں ان سے کوئی محبت نہیں اور نہ ان کی کوئی تکریم ہے۔ رہا ان سے اعراض کرنا تو اہل ایمان ان سے اس طرح اعراض کیا کرتے تھے جس طرح ناپاک اور ردی امور سے اعراض کیا جاتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1086,1087)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے بغیر عذر کے جہاد سے پیچھے رہنے والوں کے معاملات کو سب پر کھول دیا،اس کی حکمت واضح کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)اللہ تعالیٰ یہ چاہتے تھے کہ منافق مسلمانوں سے دور ہو جائیں۔

(2)اللہ تعالیٰ منافقوں اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات کے بارے میں فیصلہ کرنا چاہتے تھے۔

سوال3: کیا منافقوں کے پاس اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مسلمانوں کو راضی کرنے کا واقعی کوئی راستہ ہو سکتا ہے؟

جواب: منافقوں کے پاس واحد راستہ ہے کہ وہ توبہ کریں اور عملی طور پر جہاد میں شرکت کریں اور اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جائیں۔

﴿اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ

''دیہاتی کفر اور نفاق میں زیادہ سخت ہیں اور اسی لائق ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل کیا ہے اس کی حدود کو وہ نہ

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾

جانیں اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے''(97)

سوال: دیہاتی لوگ کفر و نفاق میں زیادہ شدید ہوتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿اَلْاَعْرَابُ ... حَكِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا﴾ ''دیہاتی کفر اور نفاق میں زیادہ سخت ہیں'' اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں واضح فرمایا ہے کہ دیہاتی لوگوں میں سے کچھ لوگ کافر، کچھ منافق اور کچھ مومن ہیں۔ان کے کافر اور منافق اپنے کفر و نفاق میں دوسروں کی نسبت بہت شدید ہیں۔

(2)دیہاتی عرب مدینہ کے اردگرد رہائش پذیر تھے۔ان لوگوں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے اسلام کے خلاف ہر کاروائی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔(3)صحرائی لوگوں میں شہریوں کی نسبت کفر اور نفاق کا زیادہ مرض پایا جاتا ہے۔

(4)بدوی سخت کافر اور انتہائی درجے کا منافق ہوتا ہے۔مشکل حالات ان کو سخت جان اور دین کے اصولوں سے ناواقف بنا دیتے ہیں۔ان میں سے زیادہ افراد جاہل اور اللہ تعالیٰ کی حدود سے لاعلم ہوتے ہیں۔دیہاتی اللہ تعالیٰ کی تعلیمات سے دور رہتے ہیں۔بدوی اعلیٰ اقدار اور اخلاقی اصولوں کے مقابلے میں مادی اشیاء کو اہمیت دیتے ہیں۔

(5)سیدنا عبداللہ عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے بادیہ (جنگل) کی سکونت اختیار کی وہ سخت دل ہوا اور جو شکار کے پیچھے لگا وہ غافل ہوا اور جو حاکم کے پاس آتا جاتا رہا وہ فتنے میں پڑا۔'' (ابوداؤد:2859، ترمذی:2256)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6) درحقیقت دیہات کا مزاج ہی ایسا ہے کہ طبیعت میں سختی آجاتی ہے اور علم سے دور رہتے ہیں جس کی وجہ سے عمل سے بھی محروم رہتے ہیں۔(انوار البیان:2/635,636)

(7) دیہات میں رہنے والے اپنی روزی کے لئے سخت محنت کرتے ہیں، یہ ذرائع معمولی ہوتے ہیں اسی وجہ سے ان کی طبیعت میں سختی اور سوچنے کا انداز سطحی ہوجاتا ہے ان میں گہرا شعور نہیں ہوتا کہ وہ دین کی حکمتوں کو سمجھیں اور قبول کریں۔

(8) علماء کی مجالس سے دور ہونے کی وجہ سے قرآن وسنت کی تعلیمات سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔(تیسیر الرحمن:586)

(9) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں بعض دیہاتی رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کے لئے آئے تو انہوں نے کہا: کیا تم اپنے بچوں کو بوسہ دیتے ہو،؟ لوگوں نے کہا: ہاں تو انہوں نے کہا: خدا کی قسم ہم اپنے بچوں کو بوسہ نہیں دیتے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں سے شفقت نکال دی ہے تو میں کیا کرسکتا ہوں؟''(بخاری:5998)

(10) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول ﷺ کے ساتھ چلا جا رہا تھا۔اور آپ ﷺ کے اوپر ایک موٹے کنارے والی نجرانی چادر تھی۔راستے میں ایک دیہاتی آپ ﷺ کو ملا اور آپ ﷺ کی چادر کو سختی سے پکڑ کر کھینچا۔پس میں نے نبی ﷺ کے کندھے کی جانب دیکھا تو چادر کے کنارے سختی کے ساتھ کھینچنے کی وجہ سے اس میں نشان پڑ گئے تھے۔ پھر اس دیہاتی نے کہا اے محمد! تیرے پاس جو مال اللہ تعالیٰ کا ہے اس میں سے میرے لیے بھی حکم دے۔آپ ﷺ اس کی بات کی طرف متوجہ ہوئے اور مسکرائے۔پھر آپ ﷺ نے اس کو دینے کا حکم دیا۔(صحیح بخاری:5809)

(11) ﴿وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ﴾ ''اور اسی لائق ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل کیا ہے اس کی حدود کو وہ نہ جانیں''(i) بدوی لوگ شریعت، اعمال اور احکام سے بہت دور ہوتے ہیں۔پس وہ اسی قابل ہوتے ہیں کہ جو احکام شریعت اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمائے ہیں مثلاً اصول ایمان اور اوامر ونواہی وغیرہ ان سے ناواقف ہوں۔اس کے برعکس شہر میں رہنے والے لوگ اس کے زیادہ قریب ہوتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ان حدود سے واقف ہوں جو اس نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمائی ہیں اور اس علم کے سبب سے ان میں خوبصورت تصورات اور نیکی کے ارادے جنم لیتے ہیں جن کے بارے میں یہ شہری لوگ جانتے ہیں، بدوی ان کا علم نہیں رکھتے۔

(ii) شہریوں میں لطافت طبع پائی جاتی ہے اور ان میں داعی حق کی اطاعت کا جذبہ موجود ہوتا ہے جو بدویوں میں نہیں ہوتا۔

(iii) شہری بدویوں کی نسبت اہل ایمان کے ساتھ زیادہ اٹھتے بیٹھتے اور ان کے ساتھ زیادہ اختلاط رکھتے ہیں۔بنابریں وہ بدویوں کی نسبت بھلائی کے زیادہ اہل ہوتے ہیں۔ہرچند کہ کفار اور منافقین شہر اور دیہات دونوں جگہ پائے جاتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں مگر دیہات میں شہر کی نسبت کفر ونفاق زیادہ شدید ہوتا ہے۔(iv) بدوی مال ومتاع کے زیادہ حریص ہوتے ہیں اور مال کے بارے میں ان میں زیادہ بخل پایا جاتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1088)

(12)﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ علیم ہے وہ اپنے بندوں کے حالات سے باخبر ہے۔(13) اللہ تعالیٰ علیم ہے وہ اپنے بندوں کی صفات اور مزاج کا علم رکھتا ہے۔

(14)﴿حَكِيْمٌ﴾ ''کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس نے مختلف لوگوں کو مختلف خصوصیات اور صفات سے نوازا ہے۔(15) اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس نے انسانوں کو مختلف حصوں، خاندانوں اور قبیلوں میں بانٹ رکھا ہے۔

(16) اللہ تعالیٰ علیم وحکیم ہے وہ بندوں کی نیت کو بھی جانتا ہے اور اخلاص کے ساتھ اور اس کے بغیر جو اعمال صادر ہوتے ہیں ان کو بھی جانتا ہے۔

﴿وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ

''دیہاتیوں میں ایسے بھی ہیں کہ جو کچھ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس کو تاوان سمجھتے ہیں اور تم پر زمانے کی گردشوں کا انتظار

عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾

کرتے ہیں۔ بری گردش ان ہی پر ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے''(98)

سوال 1: بعض دیہاتی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کو تاوان سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کے حق میں مصائب کا انتظار کرتے ہیں، ان کے رویے کی وضاحت ﴿وَمِنَ الْاَعْرَابِ ... عَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا﴾ ''دیہاتیوں میں ایسے بھی ہیں کہ جو کچھ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس کو تاوان سمجھتے ہیں'' دیہات والے اپنے معاملات کا گہرا شعور نہیں رکھتے تھے اور اپنے ظاہری اعلان ایمان کی وجہ سے یہ لوگ زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے مجبور ہو جاتے تھے کیونکہ اس کے بغیر وہ مسلمان معاشرے میں پرامن زندگی نہیں گزار سکتے تھے۔

(2) دیہات والوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو زکوٰۃ اور فی سبیل اللہ خرچ کو تاوان یعنی خسارہ اور نقصان سمجھتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کا ثواب نہیں چاہتے بلکہ ناگواری سے زکوٰۃ اور صدقات دیتے ہیں۔

(3)﴿وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ﴾ ''اور تم پر زمانے کی گردشوں کا انتظار کرتے ہیں'' مدینہ میں اسلامی حکومت کی وجہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے ان لوگوں کو مالی مدد کرنی پڑتی تھی جسے یہ اپنے اوپر چٹی سمجھتے تھے ان کا دل یہ چاہتا تھا کہ مسلمان زندہ وسلامت واپس نہ لوٹیں تا کہ یہ اپنی مجبوریوں سے نکل آئیں۔

(4) یعنی اہل ایمان کے ساتھ اپنے بغض اور عداوت کی بنا پر وہ تمہارے بارے میں گردش ایام اور مصائب زمانہ کے منتظر ہیں مگر یہ گردش ایام الٹا انہی کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔ (تفسیر سعدی:1088/2)

(5) ﴿عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ﴾ ''بری گردش ان ہی پر ہے'' منافقوں کی بدی نے انہیں گھیرے میں لے لیا ہے اب وہ بدی کے دائرے میں ہیں اس دائرے سے نکل نہیں سکتے۔ اس کے برعکس اہل ایمان کے لیے ان کے دشمنوں کے مقابلے میں کامیابی اور ان کا انجام اچھا ہے۔

(6) ﴿وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کو قبول کرنے کے لیے سنتا ہے۔

(7) ﴿عَلِيْمٌ﴾ ''سب کچھ جاننے والا ہے'' وہ اپنے بندے کے حالات اور نیتوں کو جانتا ہے۔ وہ ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق، اس کے عمل کی پوری پوری جزا دے گا۔

﴿وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ

''اور دیہاتیوں میں سے کچھ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور جو بھی وہ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ کے

وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ

نزدیک قربتوں اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ سن لو! یقیناً وہ ان کے لیے قرب کا ذریعہ ہے عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ع 12 10 1

میں داخل کرے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (99)

سوال 1: بعض دیہاتی کفر اور نفاق سے بچے ہوئے ہیں، ان کے رویے کی وضاحت ﴿وَمِنَ الْاَعْرَابِ ... رَّحِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ ''اور دیہاتیوں میں سے کچھ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں'' سارے دیہاتی قابل مذمت نہیں ہیں بلکہ ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو کفر اور نفاق سے بچے ہوئے ہیں اور ایمان کے تقاضوں کے مطابق عمل کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت بنی مقرن کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ جن کے بارے میں یہ آیت ﴿وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ ..(الخ)﴾ نازل ہوئی تھی۔ نیز عبدالرحمٰن بن معقل مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ ہم بنی مقرن کے دس لوگ تھے، ہمارے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول)

(3) ﴿وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''اور جو بھی وہ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربتوں کا ذریعہ سمجھتے ہیں'' بدویوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنے صدقے پر ثواب کی امید رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول اور اس کے قرب کے قصد سے صدقہ دیتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2/1089)

(4) جو لوگ انسانوں کے خوف کی بجائے اللہ تعالیٰ پر یقین اور آخرت کے دن اجر پانے کی امید سے خرچ کرتے ہیں وہ اس مال سے اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرتے ہیں۔

(5) ﴿وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ﴾ ''اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں'' وہ صدقہ کو اپنے لیے رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں اور برکت کا وسیلہ بناتے ہیں۔

(6) جو لوگ دنیا کا نفع ونقصان سامنے رکھنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی خوشی کی خاطر خرچ کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ ان کے حق میں دعائیں کرتے ہیں اور ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کر لیتے ہیں۔

(7) سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی قوم اپنی زکوٰۃ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی تو آپ ﷺ ان کے لیے دعا فرماتے: ''اے اللہ! آل فلاں کو خیر وبرکت عطا فرما'' میرے والد بھی اپنی زکوٰۃ لے کر حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! آل ابی اوفی کو خیر وبرکت عطا فرما۔'' (صحیح بخاری: 1497)

(8) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ﴾ ''اور آپ ان کے لیے دعا کریں۔'' (التوبہ: 103)

(9) ﴿اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ﴾ ''سن لو! یقیناً وہ ان کے لیے قرب کا ذریعہ ہے'' یعنی یہ صدقات اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ ہیں۔ صدقات سے ان کا مال بڑھتا ہے اور اس میں برکت نازل ہوتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1089)

(10) ﴿سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ﴾ ''عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت میں داخل کرے گا'' ان کے لیے جنت میں داخلے کی خوش خبری ہے۔ (ایسر التفاسیر: 578)

(11) رب العزت نے فرمایا: ﴿يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ﴾ ''ان کا رب انہیں اپنی جانب سے رحمت اور رضامندی اور جنتوں کی خوش خبری دیتا ہے جن میں ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں۔'' (التوبہ: 21)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(12)﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ خرچ بھی قبول کرتا ہے اور جو غلطیاں ہو جائیں انہیں معاف بھی کرتا ہے۔

(13) جو کوئی توبہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے بڑے بڑے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ وہ اپنی رحمت کو اپنے بندوں پر عام کرتا ہے، اس کی بے پایاں رحمت ہر چیز پر سایہ کناں ہے۔ وہ اپنے مومن بندوں کو ایسی رحمت کے لئے مخصوص کرتا ہے جس کے تحت وہ ان کو نیکیوں کی توفیق عطا کرتا ہے اور انہیں اپنے احکام کی خلاف ورزی سے محفوظ رکھتا ہے اور انہیں مختلف انواع کے ثواب عطا کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1089)

سوال 2: اس آیت سے کیا اسباق ملتے ہیں؟

جواب: (1) اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ بدوی لوگ شہروں میں رہنے والے لوگوں کی مانند ہیں ان میں قابل ستائش لوگ بھی ہیں اور قابل مذمت بھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بدویوں کی محض اس بنا پر مذمت نہیں فرمائی کہ وہ صحراؤں میں رہنے والے ہیں، بلکہ ان کی مذمت اس سبب کی بنا پر کی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اوامر کو ترک کر دیا اور اوامر و منہیات کی عدم تعمیل کی ان سے زیادہ توقع ہوتی ہے۔

(2) کفر اور نفاق کم یا زیادہ اور حسب احوال سخت یا نرم ہوتا رہتا ہے۔

(3) یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ علم کو فضیلت حاصل ہے۔ علم سے محروم شخص، اس شخص کی نسبت شر کے زیادہ قریب ہے جو علم رکھتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اعراب کی مذمت کرتے ہوئے آگاہ فرمایا کہ وہ کفر اور نفاق میں بہت سخت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس سبب کا ذکر بھی کیا ہے جو اس درشتی کا موجب ہے۔ ان سے زیادہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ ان حدود سے ناواقف ہوں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل کی ہیں۔

(4) علم نافع، جو سب سے زیادہ نفع مند علم ہے، دین کے اصول و فروع کی حدود کی معرفت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمائی ہیں، مثلاً حدود ایمان، حدود اسلام، حدود احسان، تقویٰ، فلاح، اطاعت، نیکی، صلہ رحمی، بھلائی، کفر، نفاق، فسق و فجور، نافرمانی، زنا، شراب نوشی اور سود خوری وغیرہ کی حدود۔ ان حدود کی معرفت کے بعد ہی عارف ان حدود پر عمل پیرا ہو سکتا ہے جن پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے یا حرام ہونے کی صورت میں ترک کرنے پر قادر ہو سکتا ہے۔

(5) بندہ مومن کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ شرح صدر اور اطمینان قلب کے ساتھ ان حقوق کو ادا کرے جو اس کے ذمے عائد کیے گئے ہیں اور ہمیشہ فائدہ حاصل کرنے میں کوشاں رہے اور نقصان سے بچتا رہے۔ (تفسیر سعدی:2/1089,1090)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ

''اور مہاجرین اور انصار میں سب سے پہلے سبقت کرنے والے اور جن لوگوں نے حسن وخوبی سے ان کی اتباع کی ہے،

رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ

اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے سے نہریں

اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾

بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے'' (100)

سوال 1: مہاجرین، انصار اور تابعین کی فضیلت ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ ... الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ﴾ ''اور مہاجرین اور انصار میں سب سے پہلے سبقت کرنے والے اور جن لوگوں نے حسن وخوبی سے ان کی اتباع کی ہے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے باغات تیار کیے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ سب سے پہلے ایمان لانے والے مہاجرین وانصار اور نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں سے خوش ہے اور وہ اپنے اللہ تعالیٰ سے خوش ہیں کہ اس نے ان کے لیے ابدی وسرمدی نعمتوں کے باغات تیار فرما رکھے ہیں۔ (المصباح المنیر: 145/3)

(2) ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ﴾ ''اور سب سے پہلے سبقت کرنے والے'' سابقون اولین سے مراد غزوۂ بدر تک کے مسلمان ہیں۔ (تیسیر القرآن: 249/2)

(3) اس سے مراد اس امت کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان، ہجرت، جہاد اور اقامت دین میں سبقت کی۔ (تفسیر سعدی: 1090/2)

(4) ﴿مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ﴾ ''اور مہاجرین میں سے'' یعنی وہ لوگ جن کو ان کے گھروں اور مال متاع سے بے دخل کر کے نکال دیا گیا، وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی رضا کی تلاش میں رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی درحقیقت سچے لوگ ہیں۔ (تفسیر سعدی: 1090/2)

(5) مہاجر وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنی زمین، اپنا مال، اپنا گھر بار، اپنا سب کچھ چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لئے دارالاسلام میں آجائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6) مومن جب ایک اللہ تعالیٰ کے لئے یک سو ہو جاتا ہے تو دنیا کے سہارے چھوٹ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے یک سوئی انسان کو ہر چیز سے بے نیاز کر دیتی ہے اس کے لئے کچھ بھی چھوڑنا مشکل نہیں رہ جاتا۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کے لیے مہاجر بن سکتا ہے۔

(7) ﴿وَالْاَنْصَارِ﴾ ''اور انصار'' جو لوگ اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑنے والوں کے مددگار بن جائیں انہیں انصار کہتے ہیں۔

(8) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے مہاجرین سے پہلے، ہجرت کے گھر (یعنی مدینہ منورہ) اور ایمان میں جگہ پکڑی، جو کوئی ہجرت کر کے ان کے پاس جاتا ہے، یہ اس سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو عطا کیا گیا ہے وہ اس کے متعلق دل میں کوئی خلش نہیں پاتے اور مہاجرین کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہی کیوں نہ ہو۔ (تفسیر سعدی: 1090/2)

(9) ﴿وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ﴾ ''اور جن لوگوں نے حسن و خوبی سے ان کی اتباع کی ہے'' انہوں نے عقائد، اقوال اور اعمال میں ان مہاجرین و انصار کی پیروی کی، یہی وہ لوگ ہیں جو مذمت سے بچے ہوئے ہیں، جنہیں مدح کا بلند ترین درجہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کرامت کا افضل ترین مقام حاصل ہے۔ (تفسیر سعدی: 1090/2)

(10) ﴿رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا'' اللہ تعالیٰ ان سب کے ایمان اور اعمال صالح کی وجہ سے ان سے راضی ہو گیا۔ (ایسر التفاسیر: 577)

(11) اللہ تعالیٰ کی رضا جنت کی نعمتوں سے بھی بڑی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی رضامندی سب سے بڑی ہے۔'' (التوبہ: 72)

(12) مومن کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی یا تو مہاجر بن کر ملتی ہے یا مہاجروں کے لئے مددگار بن کر یا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کر کے۔

(13) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جنت والوں سے فرمائے گا: اے جنت والو! جنتی عرض کریں گے: اے ہمارے پروردگار! ہم حاضر ہیں اور نیک بختی اور بھلائی تیرے ہی قبضے میں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں تمہیں ان نعمتوں سے بھی بڑھ کر اور نعمت عطا نہ کروں۔ جنتی عرض کریں گے: اے پروردگار! ان نعمتوں سے بڑھ کر اور کون سی نعمت ہو گی؟ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''میں تم سے اپنی رضا اور خوشی کا اعلان کرتا ہوں اب اس کے بعد سے میں تم سے کبھی بھی ناراض نہیں ہوں گا۔'' (مسلم: 6549)

(14) ﴿وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ ''اور وہ اس سے راضی ہو گئے ہیں'' اللہ تعالیٰ کے انعام و تکریم کو پا کر وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔ (ایسر التفاسیر: 577)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(15)﴿وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں'' اللہ تعالیٰ نے ایمان، ہجرت، جہاد اور اقامت دین میں سبقت لے جانے والوں کے لیے ایسی جنتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جو جنت کے باغات کو سیراب کرتی ہیں۔

(16)﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا﴾ ''وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں'' یعنی وہ جنت سے کسی اور مقام پر نہ جانا چاہیں گے نہ اس کو بدلنا چاہیں گے کیونکہ جنت میں جو چاہیں گے پائیں گے۔

(17)﴿ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''یہی بہت بڑی کامیابی ہے'' جہاں انہیں ان کے نفس کی ہر محبوب چیز، روح کی لذت، دلوں کی نعمت، اور بدن کی شہوت حاصل ہوگی اور بچنے کے قابل ہر چیز کو ان سے دور رکھا جائے گا۔ (تفسیر سعدی: 1091/2)

(18) رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿10﴾ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿11﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿12﴾ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿13﴾﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں ایک ایسی تجارت کی طرف تمہاری راہ نمائی کروں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے؟ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو، اگر تم جانتے ہو تو تمہارے لیے یہ بہت بہتر ہے۔ وہ تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تمہیں باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور ابدی جنت کے پاکیزہ گھروں میں، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور دوسری جو تم پسند کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اور قریبی فتح ہے اور مومنوں کو خوش خبری دے دو۔'' (الصف: 10-13)

(19)﴿فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّىْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ﴾ ''چنانچہ ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی کہ بے شک میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کروں گا، مرد ہو یا عورت، تم سب ایک دوسرے ہی سے ہو تو جن لوگوں نے ہجرت کی اور جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں تکلیف دیے گئے اور انہوں نے جنگ کی اور قتل کر دیے گئے تو یقیناً میں ضرور ان کی برائیاں ان سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دور کردوں گا اور یقیناً میں ضرور انہیں باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ ان کا بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس بہترین بدلہ ہے۔'' (آل عمران:195)

(20) ابو منصور بغدادی کا قول ہے کہ ہمارے اصحاب کا اس پر اجماع ہے کہ سب سے افضل خلفائے اربعہ ہیں۔ پھر غزوہ بدر میں شریک ہونے والے، پھر احد میں شریک ہونے والے پھر مقام حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے جسے ''بیعت الرضوان'' کہا جاتا ہے۔ ''اور جو لوگ ان کے بعد آئے'' سے مراد تمام متاخرین صحابہ، تابعین اور وہ تمام لوگ ہیں جو قیامت تک اقوال وافعال میں سابقین اولین کے نقش قدم پر چلتے رہیں گے۔ (تیسیر الرحمن:588/1)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کن لوگوں سے راضی ہوتے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے راضی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے مطمئن ہو جاتے ہیں، جو اس کے فیصلوں پر راضی ہوتے ہیں، جو اس کے فیصلوں کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہیں، جو آزمائشوں پر صبر کرتے ہیں اور نعمتوں پر شکر ادا کرتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ کی رضا کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کی طرف سے اجر اور ثواب ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی بڑا انعام ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی علامت یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے راضی ہو جاتا ہے۔

سوال 3: مومن اللہ تعالیٰ سے کیسے راضی ہوتے ہیں؟

جواب: (1) مومن اللہ تعالیٰ سے ایسے راضی ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مومن کو جن حالات میں رکھے، اس کو وہ سب کچھ چھوڑ کر بھی دین اختیار کرنا پڑے تو وہ ثابت قدم رہے۔

(2) جب مومن سے دین کا تقاضا یہ ہو کہ وہ اپنے مال اور اثاثے میں اپنے دینی ساتھیوں کو شریک کرے تو وہ اس پر راضی ہو جائے ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرتے ہیں اور جنت کے باغوں میں جگہ پاتے ہیں۔

﴿وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى

''اور تمہارے گرد و پیش دیہاتیوں میں سے کچھ منافق ہیں اور کچھ اہل مدینہ میں سے نفاق پر جم گئے ہیں آپ

النِّفَاقِ ۛ لَا تَعْلَمُهُمْ ۭ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۭ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ

ان کو نہیں جانتے ہم ہی انہیں جانتے ہیں، عنقریب ہم انہیں دو مرتبہ عذاب دیں گے پھر وہ بڑے عذاب کے لئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ﴾

واپس لائے جائیں گے"(101)

سوال: دیہات اور مدینہ کے منافقوں کے حالات کی وضاحت ﴿وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ ... عَظِيْمٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ﴾ "اور تمہارے گردو پیش دیہاتیوں میں سے کچھ منافق ہیں اور کچھ اہل مدینہ میں سے" اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو آگاہ فرمایا ہے کہ مدینہ کے گردو پیش کے دیہاتیوں میں بلکہ خود اہل مدینہ میں بھی کچھ منافق موجود ہیں۔

(2) منافق وہ شخص ہے جو اپنے اسلام کا زبان سے دعویٰ کرے مگر جب ہجرت اور محروم ہونے والوں کی مدد کر کے دین داری کا ثبوت دینا پڑے تو اس کے لئے خود کو راضی نہ کر سکے۔

(3)﴿مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ﴾ "نفاق پر جم گئے ہیں" جو نفاق پر جم گئے ہیں اور اس میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔

(4) ابن زید کہتے ہیں کہ وہ لوگ جم گئے تھے یعنی اس پر قائم تھے۔ وہ نفاق کو پہچان کر اس پر قائم تھے انہوں نے دوسروں کی طرح توبہ نہ کی۔

(5)﴿لَا تَعْلَمُهُمْ﴾ "آپ ان کو نہیں جانتے" آپ ﷺ ان کے نفاق کو نہیں جانتے کہ آپ ﷺ انہیں سزا دے سکیں۔

(6)﴿نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ﴾ "ہم ہی انہیں جانتے ہیں" یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ان کے رازوں سے واقف نہیں کیونکہ وہ نفاق میں مہارت رکھتے ہیں۔ وہ اپنے باطن میں کفر چھپانے کا شدت سے اہتمام کرتے ہیں اور اخلاص کا اظہار کرتے ہیں۔ (تفسیر قاسمی:304/8)

(7) منافق اللہ تعالیٰ سے بچ نہیں سکتے، ان کی مکاریاں اور شاطرانہ چالیں اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کارگر نہیں ہو سکیں گی۔

(8) رب العزت نے فرمایا:﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ (۲۹) وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۭ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ (۳۰)﴾ "یا ان لوگوں نے جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ خیال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے کینوں کو ہرگز باہر نہیں نکالے گا؟ اور اگر ہم چاہیں تو ضرور آپ کو وہ سب دکھا دیں پھر ان کے چہرے کی علامات سے آپ انہیں ضرور پہچان لیتے اور آپ انہی کے انداز کلام سے ضرور انہیں پہچان جائیں گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کو جانتا ہے۔" (محمد:30,29)

(9)﴿سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ﴾ "عنقریب ہم انہیں دو مرتبہ عذاب دیں گے" دنیا میں اہل ایمان کی فتح و نصرت سے ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو جو غم و ہموم اور سخت ناگواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ دنیا کا عذاب ہے اور آخرت میں ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے جو بہت ہی برا ٹھکانا ہے اور یہ احتمال بھی موجود ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ ہم ان کو نہایت سخت عذاب دیں گے، ان کو دگنا عذاب دیں گے اور بار بار عذاب دیں گے۔ (تفسیر سعدی:1091/2)

(10) ﴿ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ﴾ ''پھر وہ بڑے عذاب کے لئے واپس لائے جائیں گے'' یعنی جہنم کا عذاب دنیا کے عذاب سے زیادہ بڑا ہے۔ (تفسیر سمرقندی:87/2)

(11) پھر انہیں آگ کے سب سے نچلے درجے میں عذاب دیا جائے گا۔ (غرائب القرآن:525/3)

﴿وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ

''اور کچھ دوسرے بھی ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا ہے، انہوں نے کچھ اچھے اور دوسرے کچھ برے عمل ملا دیے ہیں، قریب

يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر مہربان ہو جائے یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (102)

سوال 1: یہ آیت کن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی؟

جواب: یہ آیت غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہیں اپنے رویے پر سخت شرمندگی ہوئی کہ وہ سکون سے رہے اور رسول اللہ ﷺ نے جہاد کی تکالیف برداشت کیں۔ انہوں نے اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ستونوں سے باندھا کہ ہم اس وقت تک خود کو نہیں کھولیں گے جب تک کہ رسول اللہ ﷺ نہ کھولیں اور ہمارا عذر قبول نہ کریں یہ ابولبابہ اور ان کے ساتھی تھے۔

سوال 2: سستی کی وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہونے والے مومنوں کے حالات کی وضاحت ﴿وَاٰخَرُوْنَ ... رَّحِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے پہلے ان منافقوں کا حال بیان کیا ہے جو پہلے بے رغبتی، تکذیب اور شک کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے اور اب گناہ گاروں کا حال بیان کیا جا رہا ہے جو محض سستی اور راحت طلبی کی وجہ سے جہاد سے پیچھے رہے تھے حالانکہ ان کا ایمان بھی تھا اور وہ حق کی تصدیق بھی کرتے تھے۔ (المصباح المنیر:148/2)

(2) ﴿وَاٰخَرُوْنَ﴾ ''اور دوسرے لوگ'' یعنی مدینہ اور اس کے اردگرد کے نہیں، دوسرے لوگ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ﴾ ''جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا ہے'' وہ لوگ جنہیں اپنے گناہوں پر ندامت ہوئی پھر انہوں نے توبہ کی اور گناہوں سے پاک ہونے کی کوشش کرتے رہے۔

(4)﴿خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا﴾ ''انہوں نے کچھ اچھے اور دوسرے کچھ برے عمل ملا دیے ہیں'' انہوں نے حرام کاموں کا ارتکاب کیا یا واجبات میں کمی کی تو نیک اعمال کے ساتھ اپنی ان برائیوں کو ملا لیا۔

(5)سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا: ''رات (خواب میں) میرے پاس دو فرشتے آئے اور مجھے اٹھا کر ایک شہر میں لے گئے جو سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنایا گیا تھا۔ وہاں ہمیں ایسے لوگ ملے جن کا آدھا بدن نہایت خوب صورت، اتنا کہ کسی دیکھنے والے نے ایسا حسن نہ دیکھا ہوگا اور بدن کا دوسرا آدھا حصہ نہایت بدصورت تھا، اتنا کسی نے بھی ایسی بدصورتی نہیں دیکھی ہوگی، دونوں فرشتوں نے ان لوگوں سے کہا جاؤ اور اس نہر میں غوطہ لگاؤ۔ وہ گئے اور نہر میں غوطہ لگا آئے۔ جب وہ ہمارے پاس آئے تو ان کی بدصورتی جاتی رہی اور اب وہ نہایت خوب صورت نظر آتے تھے پھر فرشتوں نے مجھ سے کہا کہ یہ ''جنت عدن'' ہے اور آپ ﷺ کا مکان یہیں ہے۔ جن لوگوں کو ابھی آپ ﷺ نے دیکھا کہ جسم کا آدھا حصہ خوب صورت تھا اور آدھا بدصورت، تو یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے دنیا میں اچھے اور برے سب کام کئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا تھا۔'' (بخاری:4674)

(6)﴿عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ﴾ ''قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر مہربان ہو جائے'' اللہ تعالیٰ بندے کو توبہ کی توفیق دیتا ہے پھر توبہ قبول کرتا ہے۔

(7)﴿عَسَى اللّٰهُ﴾ کے الفاظ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ کام لازماً ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ امیدوں کو پورا کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ (8)﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت کی وجہ سے جہان قائم ہیں۔ کوئی مخلوق اس کی مغفرت اور رحمت سے باہر نہیں۔

(9)اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے ظلم پر پکڑ لے تو زمین پر کوئی جان دار نہیں بچے گا لیکن اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔

(10)رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس کی وجہ سے پکڑتا جو انہوں نے کمایا تو سطح زمین پر کوئی جان دار بھی نہ چھوڑتا لیکن وہ انہیں مقرر مدت تک مہلت دیتا ہے، پھر جب اُن کا مقررہ وقت آ جائے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے۔'' (فاطر:45)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(11) یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ جس بندے کی نیکیاں اور گناہ ملے جلے ہوں، وہ اپنے گناہوں کا معترف اور ان پر نادم ہو اور اس نے خالص توبہ کی ہو، وہ خوف ورجاء کے مابین ہوتا ہے وہ سلامتی کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اور وہ بندہ جس کی نیکیاں اور گناہ خلط ملط ہوں مگر وہ اپنے گناہوں کا معترف ہو نہ ان پر نادم ہو بلکہ وہ ان گناہوں کے ارتکاب پر مصر ہو، تو اس کے بارے میں سخت خوف ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1092,1093)

سوال 3: کون لوگ اپنے قصوروں کا اعتراف کر لیتے ہیں؟

جواب: (1) جن کی طبیعت میں بدی نہیں ہوتی۔ وہ عام طور پر نیک اعمال کرتے رہتے ہیں لیکن جب ان کے سامنے دین کا کوئی ایسا مطالبہ آتا ہے جس میں اپنے بنے بنائے طریقہ زندگی کو چھوڑ کر دین دار بننے کی ضرورت ہو تو وہ اپنا وقت، اپنی زندگی اور اپنا مال دین کے لیے اس طرح نہیں لگا سکتے جس طرح انہیں دینا چاہیے۔

(2) دنیا میں مشغولیت اور قوت فیصلہ کی کمزوری دین کے راستے میں اپنا حصہ ڈالنے کے راستے میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔

(3) ایسے لوگ یاددہانی کے بعد اپنی غلطی کا اعتراف کر لیتے ہیں اور احساس ندامت کے ساتھ دین کی طرف لوٹ آتے ہیں۔

سوال 4: گناہ کرنے کے بعد انسان کس پوزیشن میں آجاتا ہے؟

جواب: انسان کے پاس گناہ کے بعد دو راستے ہوتے ہیں۔

(1) یا تو گناہ کا اعتراف کر لے۔ (2) یا ڈھٹائی کا مظاہرہ کرے۔

سوال 5: اعتراف گناہ کس چیز کا پتہ دیتا ہے؟

جواب: (1) دل کی زندگی کا۔ (2) ایمان کے احساس کا۔

سوال 6: انسان گناہ کے بعد ڈھٹائی کا مظاہرہ کیسے کرتا ہے؟

جواب: انسان گناہ کر کے تاویلیں ڈھونڈنے لگ جاتا ہے اور برباد ہو جاتا ہے۔

سوال 7: گناہ کا اعتراف کرنے والے کو کیا فائدہ ہوتا ہے؟

جواب: (1) گناہ کا اعتراف کرنے والا اپنی اصلاح کر لیتا ہے۔

(2) گناہ کا اعتراف کر کے انسان کے اندر تواضع پیدا ہوتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا مستحق بن جاتا ہے۔ وہ اپنی اصلاح کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ یوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک معافی کے قابل بن جاتا ہے۔

سوال 8: اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسان کی اصل برائی کیا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصل برائی گناہ نہیں، گناہ پر اصرار کرنا ہے۔

سوال 9: گناہ پر ڈھٹائی کا طریقہ اختیار کرنے سے انسان کو کیا نقصان ہوتا ہے؟

جواب: (1) گناہ پر ڈھٹائی سے انسان اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

(2) انسان اپنے آپ کو بے قصور ثابت کرنے کے لیے جھوٹی تاویلیں گھڑتا ہے۔

(3) انسان ایک گناہ کو نبھانے کے لیے بہت سے گناہ کرتا ہے۔ (4) وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

(5) وہ جھوٹا بن جاتا ہے، جھوٹ پر مطمئن ہو جاتا ہے اور منافق بن جاتا ہے۔

﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾

''آپ ان کے اموال میں سے صدقہ لے لیں اس کے ساتھ آپ انہیں صاف کریں گے اور ان کو پاک کریں گے اور آپ ان کے لیے دعا کریں، یقیناً آپ کی دعا ان کے لیے وجہ تسکین ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (103)

سوال 1: زکوٰۃ وصول کرنے کے حکم اور اس کے فوائد کی وضاحت ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ ... عَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً﴾ ''آپ ان کے اموال میں سے صدقہ لے لیں'' اس سے مراد فرض زکوٰۃ ہے۔ (تفسیر سعدی: 1093/2)

(2) آیت عام ہے اور رسول اللہ ﷺ کو حکم ہے کہ آپ ﷺ ان کے مال کی زکوٰۃ لے کر انہیں پاک صاف فرمائیں اور ان کے لیے دعائے خیر فرمائیں۔

(3) ﴿تُطَهِّرُهُمْ﴾ ''آپ انہیں صاف کریں گے'' آپ ﷺ انہیں گناہوں سے اور برے اخلاق سے پاک کریں۔

(4) رسول اللہ ﷺ کو تلقین کی گئی کہ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے کر انہیں پاک کرو۔ ان کے دل کا بوجھ ہلکا کرو اور ان کا نفسیاتی سہارا بن جاؤ۔

(5) ﴿وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا﴾ ''اور اس کے ساتھ ان کو پاک کریں گے'' یعنی ان کے نیک اعمال، اچھے اخلاق اور ثواب میں اضافہ کریں۔ (6) روحانی پاکیزگی کے لیے مالی صدقہ اہم کردار ادا کرتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7)اس آیت میں دلیل ہے کہ انسان اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کیے بغیر پاک نہیں ہوسکتا کیونکہ زکوٰۃ تطہیر اور پاکیزگی ہے۔

(8)﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ﴾ ''اور آپ ان کے لیے دعا کریں'' اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ ان کے لیے دعا کریں۔

(9)جب لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس زکوٰۃ لے کر آتے تو آپ ﷺ ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے۔

(10)سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ کے پاس لوگ زکوٰۃ لے کر آتے تو آپ ﷺ فرماتے: ''اے اللہ! ان پر رحمت فرما'' اور جب میرے والد محترم اپنی زکوٰۃ لے کر آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! آل ابی اوفی پر رحمت فرما۔'' (بخاری:4166، مسلم:2492)

(11)نبی ﷺ کا معمول تھا کہ جب کوئی شخص صدقہ (فرض زکوٰۃ یا نفلی صدقہ) لے کر حاضر ہوتا تو اس کے لئے دعا فرماتے: ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ فُلَانٍ﴾ ''اے اللہ! فلاں کے گھر والوں پر اپنی رحمت نازل فرما۔'' (بخاری ومسلم)

(12)﴿اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ﴾ ''یقیناً آپ کی دعا ان کے لیے وجہ تسکین ہے'' آپ کی دعائیں ایمان والوں کے لیے رحمت اور برکت ہیں۔ آپ ﷺ کی دعائیں ایمان والوں کے لیے باعث اطمینان ہیں۔

(13)اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ امام یا اس کے نائب کا زکوٰۃ ادا کرنے والے کے لیے برکت کی دعا کرنا مستحب ہے اور مناسب یہ ہے کہ امام بآواز بلند دعا کرے، تاکہ اس سے زکوٰۃ ادا کرنے والے کو سکون قلب حاصل ہو۔ (تفسیر سعدی:2/1093,1094)

(14)﴿وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی دعاؤں کو سننے والا ہے۔

(15)﴿عَلِيْمٌ﴾ ''سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ آپ ﷺ کی دعاؤں کا حق دار کون ہے۔

سوال 2: کیا زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم صرف رسول اللہ ﷺ کے لیے تھا؟

جواب: زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم عام ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اور آپ کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو اس موقع پر عرب کے کئی قبائل پھر گئے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے لڑنا چاہا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے ابوبکر! تم ان لوگوں سے کیسے لڑو گے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے تو یوں فرمایا ہے: ''مجھے لوگوں سے اس وقت تک لڑنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ ''لا الہ الا اللہ'' کا اقرار نہ کرلیں، تو جس نے ''لا الہ الا اللہ'' کا اقرار کرلیا، اس نے اپنی جان اور مال کو مجھ سے محفوظ کرلیا، سوائے کسی حق (قصاص یا حد) کے بدلے اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔'' لیکن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں ہر اس شخص سے لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں فرق ڈالے گا، اس لئے کہ زکوۃ مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم! اگر وہ رسی کا ایک ٹکڑا بھی مجھے دینے سے روک لیں گے، جو وہ رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے، تو میں ان سے اس بات پر بھی ضرور لڑوں گا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینے کو جہاد کے لیے کھول دیا تھا اور بعد ازاں میں سمجھ گیا کہ حق یوں ہی ہے۔ (بخاری:7285,7284)

﴿اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ

''کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ بلاشبہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہی صدقات قبول کرتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ

التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾

بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (104)

سوال: اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرماتا اور صدقات کی پرورش فرماتا ہے، اس کی وضاحت ﴿اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا ... الرَّحِيْمُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں توبہ اور صدقات کی ترغیب دی گئی ہے کیونکہ یہ دو چیزیں ہیں جو گناہوں کو مٹانے کا باعث بنتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا﴾ ''کیا وہ نہیں جانتے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی وسیع رحمت کے بارے میں سوال کیا ہے کہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کو نہیں جانتے۔

(2) ﴿اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ﴾ ''کہ اللہ تعالیٰ بلاشبہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کرتا ہے اور اس سے خوش ہوتا ہے۔ یقیناً توبہ قبول کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

(3) رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ (۲۵)﴾ ''اور وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے اور برائیوں سے درگزر کرتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب جانتا ہے۔'' (الشوریٰ:25)

(4) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب سے روایت کی: ''ایک بندہ گناہ کر بیٹھا تو کہا کہ اے اللہ! میرا گناہ بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے نے گناہ کیا، پھر اس نے جان لیا کہ اس کا ایک مالک ہے، جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر مواخذہ بھی کرتا ہے۔ پھر اس نے گناہ کیا اور کہا کہ اے میرے مالک میرا گناہ بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے نے ایک گناہ کیا اور اس نے جان لیا کہ اس کا ایک رب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے، جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر مواخذہ بھی کرتا ہے۔ پھر اس نے گناہ کیا اور کہا کہ اے میرے پالنے والے! میرا گناہ بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے نے گناہ کیا اور اس نے یہ جان لیا کہ اس کا ایک اللہ ہے، جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر مواخذہ بھی کرتا ہے۔ اے بندے! اب تو جو چاہے عمل کر، میں نے تجھے بخش دیا۔'' (حدیث کے راوی) عبدالاعلیٰ نے کہا کہ مجھے یاد نہیں کہ یہ ''اب جو چاہے عمل کر'' تیسری بار فرمایا یا چوتھی بار۔ (بخاری:7507)

(5) ﴿وَيَأْخُذُ الصَّدَقٰتِ﴾ ''اور وہی صدقات قبول کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے صدقات قبول کرتا ہے اور ان کو دائیں ہاتھ سے لیتا ہے اور ان کے صدقات کو اس طرح بڑھاتا رہتا ہے جس طرح کوئی شخص اپنے بچھیرے کی پرورش کرتا ہے حتیٰ کہ صدقہ میں دیا گیا کھجور کا ایک دانہ بڑے پہاڑ کی مانند ہو جاتا ہے اور اس صدقہ کا کیا حال ہوگا جو کھجور کے دانے سے بہت بڑا، تعداد میں بہت زیادہ ہو۔ (تفسیر سعدی:1094/2)

(6) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَلَا يَقْبَلُ اللهُ إِلَّا الطَّيِّبَ، وَإِنَّ اللهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِينِهِ، ثُمَّ يُرَبِّيهَا لِصَاحِبِهِ كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ حَتَّى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ﴾ ''جو شخص حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ صرف حلال کمائی کے صدقہ کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے، پھر صدقہ کرنے والے کے فائدے کے لیے اس کو بڑھاتا ہے بالکل اسی طرح جیسے کوئی اپنے جانور کے بچے کو کھلا پلا کر بڑھاتا ہے یہاں تک کہ اس کا صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔'' (بخاری:1410)

(7) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿إِنَّ اللهَ يَقْبَلُ الصَّدَقَةَ وَيَأْخُذُهَا بِيَمِينِهِ، فَيُرَبِّيهَا لِأَحَدِكُمْ كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ مُهْرَهُ، حَتَّى إِنَّ اللُّقْمَةَ لَتَصِيرُ مِثْلَ أُحُدٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ صدقہ قبول فرماتا ہے، اسے اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑ لیتا ہے اور جس طرح تم اپنے گھوڑے کا بچہ پالتے ہو، اسی طرح اللہ تعالیٰ اسے بڑھاتا رہتا ہے، یہاں تک کہ ایک لقمہ احد پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔'' (ترمذی:662)

(8) ﴿وَأَنَّ اللهَ هُوَ التَّوَّابُ﴾ ''اور بے شک اللہ تعالیٰ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے'' یعنی وہ توبہ کرنے والوں کی بہت کثرت سے توبہ قبول کرتا ہے۔ جو کوئی بھی توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کر لیتا ہے خواہ وہ بار بار گناہ کا ارتکاب کیوں نہ کرتا ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے سے اس وقت تک تنگ نہیں آتا جب تک کہ بندے توبہ کرنے سے تنگ نہ آ جائیں اور اس کے دروازے سے بھاگ کر اس کے دشمن کو دوست نہ بنا لیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(9) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی﴾ ''اور بلاشبہ جس شخص نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے، پھر سیدھی راہ پر چلا، تو یقینا میں بہت بخشنے والا ہوں۔'' (طٰہٰ:82)

(10) ﴿وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے سوا گناہوں کو کون معاف کر سکتا ہے؟'' (آل عمران:135)

(11) ﴿الرَّحِیْمُ﴾ ''نہایت رحم والا ہے'' جس کی بے پایاں رحمت ہر چیز پر سایہ کناں ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حقیقی بندوں کے لیے لکھ دیا ہے جو زکوٰۃ دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:1094/2)

﴿وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَیَرَی اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

''اور آپ کہہ دیں تم عمل کرو پھر عنقریب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور تمام اہل ایمان تمہارا عمل دیکھیں گے اور تم جلدی ہی اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے، چنانچہ وہ تمہیں بتا دے گا جو تم عمل کیا کرتے تھے'' (105)

سوال: نافرمانوں کو جو وعید دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَقُلِ اعْمَلُوْا ... تَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقُلِ﴾ ''اور آپ کہہ دیں'' یعنی رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا ہے کہ منافقوں سے کہہ دو۔

(2) ﴿اعْمَلُوْا﴾ ''تم عمل کرو'' جو اعمال تم کرنا چاہتے ہو کر لو لیکن یہ نہ سمجھنا کہ تم اللہ تعالیٰ سے کچھ چھپا سکو گے۔

(3) ﴿فَسَیَرَی اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''پھر عنقریب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور تمام اہل ایمان تمہارا عمل دیکھیں گے'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان نافرمان لوگوں کے لیے وعید ہے جو اس کے احکامات کی مخالفت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ، اس کا رسول اور مومن تمہارے اعمال دیکھیں گے۔

(4) اس آیت میں وعید اور ڈراوا ہے۔ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مومنوں کے سامنے لامحالہ قیامت کے دن پیش ہوں گے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰی مِنْكُمْ خَافِیَةٌ﴾ ''اس دن تم پیش کیے جاؤ گے، تم سے کوئی چھپی ہوئی چیز چھپی نہ رہ جائے گی۔'' (الحاقۃ:18) (تفسیر منیر:32/6)

(5) آخرت کے فیصلے صرف ظاہری عمل کی بنیاد پر نہیں ہوں گے۔ انسان کی نیت اور ارادے کے ساتھ اس کے اعمال دیکھے جائیں گے۔

(6) اللہ تعالیٰ تو اعمال دیکھتا ہے اسی لیے تو وہ آزمائش میں مبتلا کرتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ﴾ ''وہ ذات جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے؟'' (الملک:2)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔'' (مسلم:6543)

(8) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: ''بیشک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر کسی کے لیے وہی کچھ ہے جس کے لیے اس نے نیت کی۔ پھر جس کی ہجرت دنیا کے لیے ہوئی کہ اسے حاصل کرے، یا عورت سے نکاح کے لیے، پھر اس کی ہجرت اسی طرف ہے جس کے لیے اس نے ہجرت کی۔'' (بخاری:1)

(9) ام المومنین ام عبداللہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک لشکر خانہ کعبہ پر چڑھائی کی غرض سے نکلے گا جب وہ بیداء (کسی چٹیل میدان) میں پہنچے گا تو اس کے اول و آخر سب دھنسا دیئے جائیں گے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اول و آخر سب کو کیسے دھنسا دیا جائے گا جب کہ ان میں بازاری لوگ ہوں گے (یعنی حکام کے علاوہ عام افراد یا اہل سواق مراد ہیں یعنی منڈی کے لوگ اور مطلب ہے کہ وہ جنگ جو نہیں ہوں گے) اور وہ بھی ہوں گے جو ان میں سے نہیں ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان کے اول و آخر سب دھنسا دیے جائیں گے پھر وہ اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے۔ (یعنی قیامت والے دن ان سے معاملہ ان کی نیتوں کے مطابق کیا جائے گا)۔'' (بخاری:2118)

(10) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب تجھے کسی شخص کے نیک اعمال بہت اچھے لگیں تو تو کہہ: ﴿اِعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''تم عمل کرو، پس عنقریب اللہ تعالیٰ تمہارا عمل دیکھے گا اور اس کا رسول اور ایمان والے بھی۔'' (بخاری قبل الحدیث:7530)

(11) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی کے عمل سے تعجب نہ کرو، حتیٰ کہ یہ دیکھ لو کہ اس کا خاتمہ کس طرح ہوتا ہے۔ ایک عمل کرنے والا اپنی عمر کے ایک زمانے تک نیک عمل کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ اگر اس وقت فوت ہو جائے تو جنت میں داخل ہو جائے گا، مگر پھر بدل کر وہ کوئی برا عمل کر بیٹھتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص کچھ عرصے تک برے عمل کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ اگر اس وقت وہ فوت ہو تو جہنم میں داخل ہو جائے، مگر پھر بدل کر وہ کوئی نیک عمل کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے کے ساتھ خیر و بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو موت سے پہلے اس سے کام لے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیتا ہے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اس سے کس طرح کام لیتا ہے؟ فرمایا: ''اسے عمل صالح کی توفیق عطا فرما دیتا ہے، پھر اس حالت میں اس کی روح کو قبض کر لیتا ہے۔'' (مسند احمد:12221)

(12) ﴿وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ ''اور تم جلد ہی اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ غیب وہ ہے جو وہ اپنے اعمال میں سے چھپاتے ہیں اور شھادہ وہ ہے جو اپنے اعمال میں سے وہ ظاہر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ﴿يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ﴾ ''وہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔'' (البقرہ:77) (تفسیر القاسمی:319/8)

(13) اس آیت کریمہ میں اس شخص کے لیے وعید ہے جو اپنے باطل، سرکشی اور گمراہی پر مصر ہے۔ (تفسیر سعدی:1095/2)

(14) ﴿فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''چنانچہ وہ تمہیں بتا دے گا جو تم عمل کیا کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ تمہارے اچھے، برے سارے اعمال کو جانتا ہے۔

(15) اس عمل کے بارے میں وہ اپنے رسول اور مومنوں کو بھی بتا دے گا خواہ اسے کتنا ہی چھپایا گیا ہو۔

(16) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور پانچ باتیں ارشاد فرمائیں، آپ نے فرمایا: ''(i) اللہ تعالیٰ سوتا نہیں اور سونا اس کے لائق ہی نہیں (کیونکہ سونا عیب ہے اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے) (ii) اور وہی ترازو کو جھکاتا اور اس کو اونچا کرتا ہے۔ (iii) اسی کے پاس رات کا عمل دن کے عمل سے پہلے اور دن کا عمل رات کے عمل سے پہلے لے جایا جاتا ہے۔ (iv) اس کا پردہ نور ہے۔ (v) اور اگر وہ اس پردے کو کھول دے تو اس کے چہرے کی (نورانی) شعاعیں، جہاں تک اس کی نگاہ پہنچتی ہے، مخلوقات کو جلا دیں۔'' (ابن ماجہ:195)

﴿وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ

''اور کچھ دوسرے لوگ جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے لئے انتظار میں رکھے گئے ہیں، یا وہ انہیں عذاب دے گا یا وہ ان کی توبہ قبول

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾

کرے گا اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' (106)

سوال: غزوہ تبوک میں شریک نہ ہونے والے تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات کی وضاحت ﴿وَاٰخَرُوْنَ ... حَكِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿وَاٰخَرُوْنَ﴾ ''اور کچھ دوسرے لوگ'' ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد رحمہ اللہ، عکرمہ رحمہ اللہ، ضحاک رحمہ اللہ اور کئی ایک ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ اس آیت سے وہ تین لوگ مراد ہیں جن کی توبہ کی قبولیت کو مؤخر کر دیا گیا تھا اور وہ مرارہ بن ربیع، کعب بن مالک اور ہلال بن امیہ تھے اور وہ سستی، راحت طلبی، پکے پھلوں اور ٹھنڈے گھنے سایوں میں آرام کرنے کی طلب کی وجہ سے غزوہ تبوک میں شرکت نہ کر سکے تھے۔ ان کی عدم شرکت شک اور نفاق کی وجہ سے نہیں تھی۔ ان میں سے کچھ لوگوں مثلاً ابولبابہ اور ان کے ساتھیوں نے تو اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں کے ساتھ باندھ لیا تھا اور کچھ لوگوں نے اپنے آپ کو اس طرح نہیں باندھا تھا مثلاً مذکورہ بالا تین حضرات کہ ان کی توبہ کی قبولیت کے معاملے کو مؤخر کر دیا گیا تھا حتیٰ کہ ﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ..﴾ ''بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے نبی پر بھی اور مہاجرین و انصار پر بھی مہربانی کے ساتھ توجہ فرمائی۔'' (التوبہ:117) اور ﴿وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ..﴾ ''اور اُن تینوں پر بھی اُس نے توجہ فرمائی جو پیچھے رکھے گئے یہاں تک کہ جب زمین ان پر تنگ ہوگئی باوجود اس کے کہ وسیع تھی اور ان پر ان کی جانیں تنگ ہوگئیں۔'' (سورہ التوبہ:118) نازل ہوئی۔

(المصباح المنیر:2/153,154)

(2) انہوں نے اس آیت کے نازل ہونے تک اپنے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا۔ ان کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد تھا۔ انہیں اپنے انجام کا خود بھی پتہ نہ تھا لوگوں کو بھی ان کے انجام کے بارے میں کچھ پتہ نہ تھا۔

(3)﴿مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے لئے انتظار میں رکھے گئے ہیں'' جن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ وابستہ ہے۔

(4)﴿اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ﴾ ''یا وہ انہیں عذاب دے گا یا وہ ان کی توبہ قبول کرے گا'' اس آیت کریمہ میں جہاد سے پیچھے رہ جانے والوں کے لیے سخت تخویف ہے اور ان کو توبہ کرنے اور اپنے عمل پر نادم ہونے کی ترغیب دی ہے۔ (تفسیر سعدی)

(5) رب العزت کا فرمان ہے:﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، جس کو وہ چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے وہ چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔'' (الفتح:14)

(6) اللہ تعالیٰ ﴿عَلِيْمٌ﴾ ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کا، اپنی ساری مخلوق کا علم رکھتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7)﴿حَكِيْمٌ﴾ ''کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ حکیم ہے۔ وہ تمام اشیاء کو ان کے لائق مقام پر رکھتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی حکمت تقاضا کرتی ہے کہ وہ ان کو اپنے حال پر چھوڑ دے اور ان کو توبہ کی توفیق نہ دے تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1095/2)

﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّتَفْرِيْقًۢا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا

''اور جن لوگوں نے ایک مسجد بنائی ہے نقصان پہنچانے اور کفر کرنے اور مومنوں کے درمیان تفرقہ پھیلانے کے لیے اور اس شخص کے لیے

لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ

گھات کی جگہ بنانے کے لیے جس نے اس سے پہلے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جنگ کی اور بلاشبہ وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے

اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾

بھلائی کے سوا کچھ ارادہ نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ وہی یقیناً جھوٹے ہیں'' (107)

سوال 1: مسجد ضرار تعمیر کرنے کے مقاصد ﴿وَالَّذِيْنَ ... لَكٰذِبُوْنَ﴾ کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا﴾ ''اور جن لوگوں نے ایک مسجد بنائی ہے نقصان پہنچانے کے لیے'' منافقوں نے مسجد قبا کے قریب ایک مسجد بنائی جس کا مقصد مسلمانوں کو نقصان پہنچانا اور ان کے درمیان پھوٹ ڈالنا تھا اور ضرورت پڑنے پر رسول اللہ ﷺ کے مخالفوں کے لیے ایک محفوظ پناہ گاہ مہیا کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ راز فاش کر دیا۔

(2) تبوک سے واپسی پر جب مدینہ کی مسافت ایک دن کی رہ گئی تو سیدنا جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر تشریف لائے۔

(3) آپ ﷺ نے مدینہ آنے سے پہلے مسجد کو گرانے کا حکم دے دیا۔

(4) رب العزت نے اس آیت میں واضح فرمایا کہ کچھ لوگوں نے ایک مسجد بنائی ہے اہل ایمان اور اس مسجد (قبا) کو نقصان پہنچانے کے لیے جس میں مسلمان جمع ہو کر نماز پڑھتے ہیں۔

(5)﴿وَّ كُفْرًا﴾ ''اور کفر کرنے کے لیے'' اس مسجد کی تعمیر کا مقصد کفر تھا جب کہ مسجدیں ایمان اور تقویٰ کی بنیاد پر تعمیر کی جاتی ہیں۔

(6)﴿وَّتَفْرِيْقًۢا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور مومنوں کے درمیان تفرقہ پھیلانے کے لیے'' اس مسجد کی تعمیر کا تیسرا مقصد اہل اسلام کو مختلف گروہوں میں تقسیم کرنا تھا تاکہ وہ آپس میں تفرقے اور اختلاف کا شکار ہو جائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7)﴿وَاِرْصَادًا﴾ ''اور گھات کی جگہ بنانے کے لیے'' مسجد ضرار کی تعمیر کا چوتھا مقصد گھات تیار کرنا تھا۔

(8)﴿لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ﴾ ''اس شخص کے لیے جس نے اس سے پہلے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جنگ کی'' یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ کرنے والوں کی مدد کے لیے، جن کی جنگ پہلے سے جاری تھی اور دشمنی شدید تھی۔ ان ہی میں ابو عامر راہب بھی تھا جس کی سازشیں اور دشمنی بڑی سخت تھی۔

(9) ابو عامر راہب نے جاہلیت کے دور میں عیسائیت قبول کر لی تھی۔ یہ اہل کتاب کے علوم سے واقف تھا۔ اپنے قبیلے میں اس کی بڑی عزت تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے آئے اور لوگ آپ ﷺ کے گرد اکٹھے ہو گئے اور بدر کے دن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غالب کر دیا تو ابو عامر حسد کی آگ میں جلنے لگا۔ تب اس نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنی دشمنی کا اظہار کرنا شروع کر دیا اور مدینہ سے بھاگ کر قریش کے پاس پناہ لی اور قریش کو رسول اللہ ﷺ سے جنگ پر آمادہ کرنے لگا۔ چنانچہ انہوں نے احد کے دن عرب کے دوسرے قبائل کی مدد سے مدینہ پر چڑھائی کر دی۔ ابو عامر نے دونوں لشکروں کے درمیان خفیہ خندقیں کھدائی تھیں جن میں سے ایک میں رسول اللہ ﷺ گر پڑے تھے۔ ابو عامر نے جنگ شروع ہونے سے پہلے اپنی قوم کو دعوت دی کہ وہ اس کے ساتھ مل جائیں۔ جب انہوں نے اسے پہچان لیا تو کہا اے فاسق! اللہ تیرا بھلا نہ کرے تم اللہ تعالیٰ کے دشمن ہو۔ اس پر اس نے کہا: افسوس! میرے بعد میری قوم اس بری طرح بدل گئی ہے۔ ابو عامر کو رسول اللہ ﷺ نے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تھی قرآن پڑھ کر سنایا تھا مگر اس نے انکار کر دیا نبی ﷺ نے اس کے مدینہ سے بھاگ جانے پر بد دعا دی کہ یہ شخص پناہ گزیں کے طور پر غربت کی موت مرے اور اسے یہ بد دعا لگ گئی۔ جب لوگ احد کے صدمے سے فارغ ہوئے تو یہ ہرقل کے دربار میں جا پہنچا۔ اس سے مدد طلب کی اس نے مدد دینے کا وعدہ کیا تو اس نے اپنی قوم کے منافقوں سے خط و کتابت شروع کر دی۔ اس نے یقین دلایا کہ وہ جلد ہی بڑا لشکر لے کر رسول اللہ ﷺ کے خلاف اٹھے گا اور یقیناً اس جنگ میں غالب رہے گا۔ اس نے لوگوں کو مشورہ دیا کہ وہ اس کے لیے ایک مرکز بنا لیں تا کہ میرے نمائندے اس مرکز میں رابطہ رکھیں پیغام لائیں اور لے جائیں اور جب وہ خود آئے تو یہ مرکز اس کے لیے پناہ گاہ ہو چنانچہ ان لوگوں نے مسجد قباء کے پاس ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔ جب نبی ﷺ تبوک کے لیے نکلے تو لوگ یہ مسجد تیار کر چکے تھے ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ﷺ مسجد کا افتتاح کریں۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی امامت سے اس مسجد کے لیے ایک ثبوت لے لیں۔ ان کی مسجد بنانے کی دلیل یہ تھی کہ ہم میں سے مریض اور کمزور لوگوں کے لیے خصوصاً سردیوں کی راتوں میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسجد نبوی میں جانا مشکل ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مسجد میں نماز پڑھنے سے بچا لیا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اب میں سفر پر جا رہا ہوں واپسی پر ان شاء اللہ نماز پڑھوں گا۔''جب رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس آئے اور سفر ایک دو روز کا رہ گیا تو سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے نبی ﷺ کو اس مسجد کے بارے میں بتایا کہ اس مسجد کی بنیاد کس جذبے پر رکھی گئی ہے،اس کی بنیاد کفر اور مسلمانوں میں تفرقے کے مقصد پر رکھی گئی ہے اور اس مسجد کے خلاف سازش ہے جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو بھیجا کہ میرے مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی اس مسجد کو ڈھا دیا جائے۔رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ اس میں ہرگز نہ کھڑے ہوں۔اس مسجد کو جلا دیا گیا اور اس کی جگہ کوڑا ڈالنے کی جگہ بن گئی۔

(10)اس مسجد کی تعمیر کے برے مقاصد جن کو چھپایا گیا تھا ان کو واضح کرتے ہوئے رب العزت نے فرمایا﴿وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ﴾''اور وہ قسمیں کھائیں گے کہ انہوں نے ارادہ نہیں کیا''یعنی مسجد ضرار تعمیر کرنے کا۔

(11)﴿اِلَّا الْحُسْنٰى﴾''مگر بھلائی کا''یعنی نابینا،بزرگ اور کمزور لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے کا ارادہ ہے۔

(12)﴿وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾''اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ وہی یقیناً جھوٹے ہیں''اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف گواہی دی ہے کہ وہ جھوٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون اپنی بات میں سچا ہو سکتا ہے!اور کس کی گواہی معتبر ہو سکتی ہے؟

سوال 2:کیا آج بھی اسلام کے دشمن مسجد ضرار بناتے ہیں؟

جواب:آج بھی اسلام کے دشمن جدید وسائل اور طور طریقوں کے مطابق مسجد ضرار جیسی تنظیمیں بناتے رہتے ہیں۔بظاہر کوئی فرد خالصتاً اسلام کے لیے کام کرتا ہوا نظر آتا ہے لیکن حقیقتاً یا تو وہ اسلام کی جڑیں کاٹنے کا کام کرتا ہے یا اسلام کی شکل بدلنے اور اسے لچک دار بنانے کا کام کرتا ہے۔ان مساجد ضرار پر دین کی خدمت کا بورڈ لگایا جاتا ہے۔یہ مختلف NGOS،جماعتوں،تحقیقاتی اداروں،کلبوں اور ایسی تنظیموں کی شکل میں ہوتی ہیں جن سے لوگوں کے دلوں میں شکوک پیدا کیے جاتے ہیں۔دین کی خدمت کی آڑ میں،دین کے خلاف پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔یہ لوگ کمزور ایمان کے لوگوں کو اپنا شکار بناتے ہیں جو آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ اسلام کا خاتمہ کیا جا رہا ہے لیکن انہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

﴿لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ

''آپ اس میں کبھی کھڑے نہ ہونا،یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہی زیادہ حق دار ہے کہ آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ

اس میں کھڑے ہوں، اس میں ایسے مرد ہیں جو پسند کرتے ہیں کہ وہ بہت پاک رہیں، اور اللہ تعالیٰ

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ﴾

بہت پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے'' (108)

سوال 1: مسجد ضرار میں نماز پڑھنے کی ممانعت کی وضاحت ﴿لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ ﴿لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا﴾ ''آپ اس میں کبھی کھڑے نہ ہونا'' اس مسجد میں کبھی نماز نہ پڑھیں جو مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے بنائی گئی ہے۔

(2) یہ لوگ جب مسجد کی تعمیر سے فارغ ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگے کہ ہم نے مسجد کی تعمیر مکمل کر لی ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ تشریف لا کر اس میں نماز پڑھائیں اور برکت کی دعا فرمائیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں آیات نازل فرما دیں: ﴿لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ... الظّٰلِمِيْنَ﴾ (التوبہ: 108، 109) (تفسیر طبری: 33/11)

سوال 2: مسجد قباء اور اس میں نماز کی فضیلت ﴿لَمَسْجِدٌ ... يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ﴾ کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ﴾ ''یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہی زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں'' اللہ تعالیٰ نے مسجد قباء میں نماز پڑھنے کی ترغیب دی ہے اور اس کی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ یہ وہ مسجد ہے جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔

(2) قبا میں اسی مسجد سے اسلام ظاہر ہوا، اس سے مراد ''مسجد قبا'' ہے۔ جس کی اساس دین میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص، اس کے ذکر کی اقامت اور اس کے شعائر پر رکھی گئی ہے۔ یہ قدیم اور معروف مسجد تھی۔ (تفسیر سعدی: 1097/2)

(3) ﴿مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ﴾ ''پہلے ہی دن سے'' یعنی اس دن سے جب آپ ﷺ دار الہجرت میں تشریف لائے اور وہ مسجد قبا ہے جیسا کہ بخاری کی روایت ہے۔ (تفسیر منیر: 42/6)

(4) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دو آدمیوں نے اس بات میں جھگڑا کیا کہ وہ کون سی مسجد ہے جس کی پہلے دن سے تقویٰ پر بنیاد رکھی گئی تھی۔ ایک نے کہا وہ مسجد قبا ہے اور دوسرے نے کہا وہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد ہے۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ یہی میری مسجد ہے۔'' (ترمذی ابواب التفسیر: 3099)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)﴿اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ﴾ ''وہی زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں'' مسجد قبا اس بات کا زیادہ حق رکھتی ہے کہ آپ ﷺ اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس کا ذکر کریں۔

(6)اسی حکم کی رو سے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''مسجد قبا میں نماز کا ثواب عمرے کے برابر ہے۔''(ترمذی:324)

(7)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد قبا کی زیارت کے لیے سوار اور پیادہ پا تشریف لایا کرتے تھے۔(بخاری:1193)

(8)﴿فِيْهِ رِجَالٌ﴾ ''اس میں ایسے مرد ہیں'' اس میں ایسے لوگ ہیں اور وہ بنو عمرو بن عوف تھے۔(ایسر التفاسیر:580)

(9)﴿يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا﴾ ''جو پسند کرتے ہیں کہ وہ بہت پاک رہیں'' اہل قبا کی ثناء ہے کہ اس میں ایسے لوگ ہیں جو حسی اور معنوی نجاست سے پاک رہنا پسند کرتے ہیں۔انہوں نے استنجا میں پتھر اور پانی کو جمع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ثناء بیان فرمائی۔(ایسر التفاسیر:581)

(10)یعنی گناہوں سے، میل کچیل، نجاستوں اور ناپاکی سے پاک صاف رہنا پسند کرتے ہیں اور یہ بات معلوم ہے کہ جو کوئی کسی چیز کو پسند کرتا ہے وہ اس کے حصول کی سعی اور جدوجہد کرتا ہے، اس لئے یہ لابدی ہے کہ اہل قبا گناہ، میل کچیل اور حدث سے پاک رہنے کے بہت حریص تھے۔اس لئے وہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی، جو نماز قائم کرنے والے، رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جہاد کی حفاظت کرنے والے، اقامت دین کی کوشش کرنے والے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت سے بچنے والے تھے۔(تفسیر سعدی:2/1097,1098)

(11)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:﴿فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ﴾ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے گروہ انصار! اللہ تعالیٰ نے تمہاری پاکیزگی کے بارے میں بڑی تعریف فرمائی ہے'' تو تمہاری وہ پاکی و پاکیزگی کیا ہے (جس کی اللہ نے اتنی تعریف کی ہے)؟'' انھوں نے عرض کی، ہم نماز کے لیے وضو کرتے ہیں اور جنابت سے غسل کرتے ہیں اور پانی سے استنجا کرتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''(ہاں!) یہی بات ہے، سو تم اسے لازم پکڑے رکھو۔''(ابن ماجہ:355)

(12)﴿وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بہت پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ حسی طہارت یعنی نجاست سے پاکیزگی اور معنوی طہارت یعنی برے اخلاق اور شرک سے باز رہنے کو پسند کرتا ہے۔

﴿اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰي تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ

''تو کیا وہ شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے خوف پر اور اس کی رضا پر رکھی ہو یا وہ جس نے اپنی عمارت کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ

بنیاد کسی کھوکھلے تودے کے کنارے پر رکھی جو گرنے والا تھا چنانچہ وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں گر گیا

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿

اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا" (109)

سوال 1: مسجد قبا اور مسجد ضرار میں فرق کی وضاحت ﴿اَفَمَنْ اَسَّسَ ... الظّٰلِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ جس شخص نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے تقویٰ اور رضامندی پر رکھی اور جس شخص نے اس غرض سے مسجد بنائی کہ ضرر پہنچائے، کفر کرے، مومنوں میں تفرقہ ڈالے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے پہلے جنگ کر چکے ہیں، ان کے لیے گھات کی جگہ بنائے تو وہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ رب العزت نے فرمایا:

(2) ﴿اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ﴾ "تو کیا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے خوف پر اور اس کی رضا پر رکھی ہو" یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی موافقت کرتے ہوئے اپنے عمل میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص اور اتباع یعنی نبی ﷺ کی پیروی کو جمع کرتا ہے۔

(3) ﴿عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ﴾ "اللہ تعالیٰ کے خوف پر" یعنی اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید اور عذاب کے خوف سے اس کی عبادت کرنا۔ (4) ﴿وَرِضْوَانٍ﴾ "اور اس کی رضامندی" اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی زیادہ بہتر ہے۔

(5) ﴿خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ﴾ "بہتر ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد کسی کھوکھلے تودے کے کنارے پر رکھی جو گرنے والا تھا چنانچہ وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں گر گیا" یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد کھوکھلے تودے کے کنارے پر رکھی جو گرنے والا تھا۔ الشفا کہتے ہیں شفیر کو یعنی کنارہ اور الجرف زمین کو جو ندی نالوں کے بہاؤ سے کھد جاتی ہے۔ ہار "گرنے والی" اسی سے ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(6) یعنی ایسے کنارے پر انہوں نے مسجد تعمیر کی جو منہدم ہونے والا ہے۔

(7) ﴿فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ﴾ "چنانچہ وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں گر گیا" اگرچہ بظاہر تو وہ مسجد تعمیر کی جس کے عوض اللہ تعالیٰ جنت میں گھر بناتے ہیں لیکن مسجد ضرار بنانے کے مقاصد ایسے ہیں جن کے ساتھ وہ جہنم میں جا گری۔

(8) اس آیت کریمہ میں مومن اور منافق کی نیت اور عمل میں جو بنیادی فرق ہے اسے بیان کیا گیا ہے۔ مومن جب بھی کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کام کرتا ہے تو اس کی نیت اللہ تعالیٰ کی رضا اور حصول جنت ہوتی ہے، اس کے برعکس منافق کی نیت میں کھوٹ ہوتا ہے، اس لیے اس کی مثال اس آدمی کی ہوتی ہے جو مٹی کے کسی ایسے تودے پر مکان تعمیر کرے، جس کے نیچے سے وادی کا پانی گزرتا ہے، جس پر کوئی عمارت تعمیر کر لی جائے تو وہ فوراً گر پڑے گی۔ ان منافقین کا مسجد بنانے کا عمل بھی ایسا ہی ہے جو انہیں جہنم میں ساتھ لے گرے گا۔ (دعوۃ القرآن: 631/2)

(9) ﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں پر ہدایت حرام کر دی ہے اس لیے انہوں نے دنیا اور آخرت کا خسارہ پایا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 581)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی رضا کی بنیاد پر جو شخص اپنی زندگی کی تعمیر کرتا ہے اس کی زندگی کیسی ہو جاتی ہے؟

جواب: (1) جو اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی رضا کی بنیاد پر زندگی کی تعمیر کرتا ہے اس کی ساری سرگرمیاں اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی رضا کے تحت چلتی ہیں۔

(2) ایسا شخص ہر قول اور فعل کے بارے میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے آگے جواب دہ سمجھتا ہے۔

(3) وہ اللہ تعالیٰ کو کھلے اور چھپے سے باخبر سمجھتا ہے اور اپنی تنہائیوں کو بھی ہر غلط کام کے سائے تک سے پاک رکھنے کی کوشش کرتا ہے ایسا شخص مضبوط چٹان پر اپنی عمارت کو تعمیر کرتا ہے۔

سوال 3: جو شخص ظلم کی بنیاد پر اپنی زندگی کی تعمیر کرتا ہے اس کی زندگی کیسی ہو جاتی ہے؟

جواب: (1) جو شخص ظلم کی بنیاد پر زندگی تعمیر کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو کھلے اور چھپے سے باخبر نہیں سمجھتا اور اس سے نہیں ڈرتا۔

(2) وہ اللہ تعالیٰ کی جزا و سزا کا خیال اپنے ذہن میں رکھ کر کام نہیں کرتا۔ (3) ایسا شخص بے قید زندگی گزارتا ہے۔

(4) ایسا شخص کوئی پابندی قبول نہیں کرتا جو چاہتا ہے بولتا ہے اور جو چاہے کرتا ہے۔

(5) ایسے شخص کی زندگی کی ڈور شیطان کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے۔ اس کی مثال اس عمارت کی طرح ہے جو ایسی کھائی کے کنارے اٹھائی گئی ہو جو گرنے والی ہو اچانک کسی دن اس کی عمارت رہنے والوں سمیت کفر میں گر جاتی ہے۔

﴿لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ

''ان کی عمارت جو انہوں نے بنائی ان کے دلوں میں ہمیشہ بے چینی کا باعث بنی رہے گی مگر یہ کہ ان کے دل ہی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾

اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' (110)

ع 13 11 2

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: ﴿لَا يَزَالُ ... حَكِيْمٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ﴾ ”ان کی عمارت جو انہوں نے بنائی ان کے دلوں میں ہمیشہ بے چینی کا باعث بنی رہے گی“ یعنی ان کے دلوں میں شک اور نفاق رہے گا کیونکہ انہوں نے یہ مسجد تعمیر کر کے بدترین جرم کیا ہے جیسا کہ بچھڑے کے پجاریوں کے دلوں میں گائے کے بچھڑے کی محبت رچ بس گئی تھی۔

(2) ریب سے مراد نفاق ہے۔ (تفسیر کبیر)

(3) ﴿اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ﴾ ”مگر یہ کہ ان کے دل ہی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں“ سوائے اس کے کہ انتہائی ندامت کی بنا پر ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں، وہ اپنے رب کی طرف توبہ کے ساتھ رجوع کریں اور اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈریں، تب اس بنا پر اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دے گا۔ ورنہ یہ مسجد جو انہوں نے بنائی ہے ان کے شک و ریب اور نفاق میں اضافہ کرتی چلی جائے گی۔ (تفسیر سعدی: 1098/2)

(4) ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ﴾ ”اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے“ (i) یعنی ان کی نیتوں اور ارادوں کو جانتا ہے۔ (ii) وہ تمام اشیاء کے ظاہر و باطن کا علم رکھتا ہے۔ (iii) وہ ان باتوں کو بھی جانتا ہے جسے لوگ ظاہر کرتے ہیں یا چھپاتے ہیں۔

(5) ﴿حَكِيْمٌ﴾ ”کمال حکمت والا ہے“ وہ جو کام کرتا ہے یا کسی چیز کو تخلیق کرتا ہے یا حکم دیتا ہے یا روکتا ہے تو اس میں حکمت ہوتی ہے یا حکمت اس کا تقاضا کرتی ہے۔

سوال 2: ظلم کی بنیاد پر اٹھائی جانے والی عمارت دلوں میں بے یقینی کی جڑ کیسے بنتی رہتی ہے؟

جواب: (1) ظلم کی عمارت کی بنیاد کھوکھلی اور بے ثبات کگر پر ہوتی ہے اگرچہ یہ دین کے نام پر ہوتی ہے مگر اصل میں اپنی قیادت کے لیے دعوت حق کی مخالفت پر ہوتی ہے یوں ان کی اپنی کوئی بنیاد نہیں ہوتی سوائے مخالفت کے اور یہی کھوکھلی بنیاد ہے۔

(2) جو لوگ حق کی مخالفت کرتے ہیں وہ حق کے خلاف محاذ بناتے ہیں تخریبی کاروائیاں کرتے ہیں یہ کاروائیاں مسلمانوں کو ٹکڑوں اور گروہوں میں بانٹ دیتی ہیں۔ وہ بے یقینی جو ایک دل سے چلتی ہے پورے معاشرے میں پھیل جاتی ہے اور دلوں کو ریزہ ریزہ کر دیتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ گرتی ہوئی دیواروں کے معمار ہمیشہ اضطراب اور بے یقینی کا شکار رہتے ہیں۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ

”یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لیے ہیں کہ یقیناً اس کے بدلے میں ان کے لیے جنت ہے۔ وہ

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ

اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں، چنانچہ وہ قتل کرتے ہیں اور قتل کیے بھی جاتے ہیں، یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں اللہ تعالیٰ کے ذمے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ

پکا وعدہ ہے، اور کون اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اپنا وعدہ پورا کرنے والا ہے؟ تو اپنے اس سودے پر خوشیاں مناؤ جو تم نے اللہ تعالیٰ سے سودا

وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾

کیا ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے" (111)

سوال 1: اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے جان و مال کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے، اس خوش خبری کی وضاحت ﴿اِنَّ اللّٰهَ ... الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى﴾ "یقیناً اللہ تعالیٰ نے خرید لیے ہیں" اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک عظیم بیع کی بشارت دی ہے اور ایک بڑے معاوضے کا وعدہ کیا ہے۔

(2) ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ﴾ "مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال" یعنی مومنوں کی جانوں اور اموال کو اللہ تعالیٰ نے خرید لیا۔ ان کی جانوں اور اموال کی قیمت لگ گئی۔ مومن اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بک گئے۔

(3) ﴿بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾ "اس کے بدلے میں ان کے لیے جنت ہے" یعنی جنت کے عوض ان کی جانیں اور اموال اللہ تعالیٰ نے خرید لیے ہیں۔ (4) اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے جو چیزیں بندوں کو دے رکھی ہیں جن کا وہ مالک ہے، ان ہی کے عوض جنت عطا فرمائی ہے۔

(5) جنت ایسا مقام ہے جہاں ہر وہ چیز ہوگی جس کی انسان خواہش کریں گے، جہاں کسی کی جوانی کو بڑھاپا نہیں آئے گا، کسی کی خوشیوں کو غم نہیں ڈسیں گے، کسی کی زندگی کو موت نہیں آئے گی، ہمیشہ کی خوشیاں اور لازوال بادشاہت ہوگی۔

(6) ﴿يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ "وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں" اللہ تعالیٰ کے ساتھ تجارتی معاہدے کی یہ خصوصیت ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے، اس کے دین کو غالب کرنے کے لیے اپنی جانیں اور اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔ (7) اللہ تعالیٰ سے سودا کرنے والے اس لیے اس کی راہ میں لڑتے، مارتے اور مرتے ہیں تاکہ اس کا دین غالب ہو۔

(8) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ (۱۰) تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۱۱)﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں ایک ایسی تجارت کی طرف تمہاری راہ نمائی کروں جو تمہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دردناک عذاب سے بچالے؟ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو، اگر تم جانتے ہو تو تمہارے لیے یہ بہت بہتر ہے۔'' (الصف:11,10)

(9) ﴿فَيَقْتُلُوْنَ﴾ ''چنانچہ وہ قتل کرتے ہیں'' وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں مشرکوں سے قتال کرتے ہیں ﴿وَيُقْتَلُوْنَ﴾ ''اور قتل کیے بھی جاتے ہیں'' یعنی قتال کے معرکے میں جان دے دیتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:582)

(10) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے احد کے روز ان سے کہا، کیا تم ادھر نہیں آتے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں؟ چنانچہ یہ دونوں باقی مجاہدین سے ذرا الگ ہو گئے۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی اور کہنے لگے، اے میرے رب! جب دشمن سے معرکہ آرائی ہو تو میری رزم آرائی کسی ایسے شخص سے ہو جو لڑائی میں زبردست ماہر ہو اور غضب میں شدید ہو، میں اس سے لڑوں اور وہ مجھ سے لڑے، پھر مجھے اس پر غلبہ عطا فرمادے کہ میں اسے قتل کر ڈالوں اور اس کی لڑائی کا سامان لے لوں۔ سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے آمین کہا۔ اب سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے دعا کی، اے میرے اللہ! میرا سامنا بھی کسی ایسے ہی دشمن سے ہو جو لڑائی میں سخت غصے والا اور جنگ لڑنے میں شدید ہو، میں اس سے محض تیری خاطر لڑائی کروں، وہ مجھے قتل کر دے، پھر میری ناک اور کان کاٹ ڈالے۔ پس جب میں کل کو آپ سے ملاقات کروں تو آپ مجھ سے پوچھیں، (عبداللہ!) یہ تیری ناک اور کان کیوں کاٹ ڈالے گئے؟ تو میں جواب دوں، اے اللہ! تیری خاطر اور تیرے رسول کی خاطر۔ پھر تو مجھ سے کہے، (اے عبداللہ!) تو نے سچ کہا۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کو یہ واقعہ سناتے ہوئے بتاتے ہیں، بیٹا! عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی، معرکے کے دن میں نے آخر پر یہ منظر دیکھا کہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی ناک اور کان دھاگے میں پروئے ہوئے لٹک رہے تھے۔ (مستدرک حاکم:2409)

(11) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! اگر ان لوگوں کا خیال نہ ہوتا جو (جنگ میں) مجھ سے پیچھے رہ جانے کو (سخت) ناپسند کرتے ہیں (مگر ان کے پاس سواریاں نہیں ہیں) اور میرے پاس بھی (اتنے وسائل) نہیں ہیں کہ میں انہیں سواریاں دے سکوں، تو میں کبھی (کسی جنگ میں شریک ہونے سے) پیچھے نہ رہتا۔ میری تو یہ خواہش ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کر دیا جاؤں۔'' (بخاری:7226)

(12) سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں میری جان ہے! میں ان (کافروں) سے اس دین کی خاطر ضرور لڑوں گا حتیٰ کہ میری گردن کٹ جائے اور اللہ تعالیٰ ضرور بضرور اپنے دین کو نافذ کرے گا۔'' (بخاری:2731)

(13) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میدان بدر کی طرف چلے، یہاں تک کہ مشرکین سے پہلے ہی وہاں پہنچ گئے اور مشرک بھی آ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تک میں آگے نہ بڑھوں تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کی طرف آگے نہ بڑھے۔'' جب مشرکین نزدیک آ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس جنت کی طرف لپکو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔'' (آپ کی یہ بات سن کر) سیدنا عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول! کیا ایسی جنت (کی طرف) جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں!'' تو انہوں نے جواب میں کہا: بہت خوب! بہت خوب! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم بہت خوب، بہت خوب کیوں کہہ رہے ہو؟'' انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول ﷺ! کوئی بات نہیں سوائے اس کے کہ مجھے توقع ہے میں بھی اس جنت والوں میں سے ہوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم بھی اسی جنت والوں میں سے ہو۔'' اس کے بعد وہ اپنے توشہ دان سے کچھ کھجوریں نکال کر کھانے لگے، پھر بولے، اگر میں اتنی دیر تک زندہ رہا کہ اپنی یہ کھجوریں کھالوں تو یہ زندگی لمبی ہو جائے گی چنانچہ ان کے پاس جو کھجوریں تھیں انہوں نے انہیں پھینک دیا، پھر مشرکین سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ (مسلم:4915)

(14) ابوبکر بن ابوموسیٰ اشعری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کو فرماتے ہوئے سنا، اس حال میں کہ وہ دشمن کا مقابلہ کر رہے تھے، وہ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک جنت کے دروازے تلواروں کے سایوں تلے ہیں۔'' یہ سن کر ایک پراگندہ حال شخص کھڑا ہوا اور کہا کہ اے ابوموسیٰ! کیا یہ بات تو نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے خود سنی ہے؟ جواب دیا: ہاں! تو وہ اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹا اور انہیں الوداعی سلام کہا، پھر اپنی تلوار کی نیام کو توڑ کر پھینک دیا اور تلوار لے کر دشمن کی طرف بڑھا اور شہید ہو گیا۔ (مسلم:4916)

(15) سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرے چچا انس بن نضر رضی اللہ عنہ بدر کی لڑائی میں حاضر نہ ہو سکے اس لیے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں پہلی لڑائی ہی سے غائب رہا جو آپ ﷺ نے مشرکین کے خلاف لڑی لیکن اب اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکین کے خلاف کسی لڑائی میں حاضری کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ دیکھ لے گا کہ میں کیا کرتا ہوں پھر جب احد کی لڑائی کا موقع آیا اور مسلمان بھاگ نکلے تو سیدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ! جو کچھ مسلمانوں نے کیا میں اس سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معذرت کرتا ہوں اور جو کچھ ان مشرکین نے کیا ہے میں اس سے بے زار ہوں پھر وہ آگے (مشرکین کی طرف) بڑھے تو سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے سامنا ہوا۔ ان سے سیدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ! میں تو جنت میں جانا چاہتا ہوں اور نضر (ان کے باپ) کے رب کی قسم! میں جنت کی خوشبو احد پہاڑ کے قریب پاتا ہوں۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! جو انہوں نے کر دکھایا اس کی مجھ میں ہمت نہ تھی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس کے بعد جب سیدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ کو ہم نے پایا تو تلوار نیزے اور تیر کے تقریباً اسی زخم ان کے جسم پر تھے، وہ شہید ہو چکے تھے۔ مشرکوں نے ان کے اعضاء کاٹ دیے تھے اور کوئی شخص انہیں پہچان نہ سکا تھا صرف ان کی بہن انگلیوں سے انہیں پہچان سکی تھیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم سمجھتے ہیں (یا آپ نے نرئی کے بجائے نظن کہا مطلب ایک ہی ہے) کہ یہ آیت ان کے اور ان جیسے مومنین کے بارے میں نازل ہوئی تھی کہ ''مومنوں میں کچھ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے اس وعدے کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا'' آخر آیت تک۔ (بخاری:2805)

(16) عمرو بن دینار نے سیدنا جابر بن انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے غزوۂ احد کے موقع پر پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! اگر میں قتل کر دیا گیا تو میں کہاں جاؤں گا؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں۔'' انہوں نے کھجور پھینک دی جو ان کے ہاتھ میں تھی لڑنے لگے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (بخاری:4046)

(17) سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے لیلۃ العقبہ میں بیعت کرتے ہوئے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اپنے رب کے لئے اور اپنے لئے جو چاہیں شرط منوالیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں اپنے رب کے لئے تم سے یہ شرط قبول کراتا ہوں کہ جس طرح اپنی جان و مال کی حفاظت کرتے ہو میری بھی حفاظت کرنا۔'' سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: جب ہم یونہی کریں گے تو ہمیں کیا ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جنت!'' یہ سنتے ہی خوشی سے کہنے لگے: واللہ! اس سودے میں تو ہم بہت ہی نفع میں رہیں گے، بس اب پختہ بات ہے نہ ہم اسے توڑیں گے نہ تڑوانے کی بات کریں گے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں نہ اس کی پرواہ ہوتی ہے کہ ہم مارے جائیں گے نہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر وار کرنے میں انہیں تامل ہوتا ہے، مرتے ہیں اور مارتے ہیں، ایسوں کے لئے یقیناً جنت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر:2/400)

(18) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ احد کے دن رسول اللہ ﷺ سات انصاری اور دو قریشی صحابہ کے ہمراہ الگ تھلگ رہ گئے۔ جب حملہ آور آپ ﷺ کے بالکل قریب پہنچ گئے تو آپ نے فرمایا: ''کون ہے جو انہیں ہم سے دفع کرے، تو اس کے لیے جنت ہے۔'' یا یہ فرمایا: ''وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا۔'' اس کے بعد ایک انصاری صحابی آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شہید ہو گئے۔اس کے بعد پھر مشرکین آپ ﷺ کے بالکل قریب آ گئے اور پھر یہی ہوا۔اس طرح باری باری ساتوں انصاری صحابہ شہید ہو گئے۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے باقی ساتھیوں سے فرمایا:''ہم نے اپنے ساتھیوں سے انصاف نہیں کیا۔''(باقی رہ جانے والے دو صحابہ طلحہ بن عبید اللہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما تھے)(مسلم:4641)

(19)﴿وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ﴾''یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں اللہ تعالیٰ کے ذمے پکا وعدہ ہے''اللہ تعالیٰ کی ساری کتابیں اس سچے وعدے پر اتفاق رکھتی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں بھیجیں افضل اور کامل ہیں۔

(20)﴿وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ﴾''اور کون اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اپنا وعدہ پورا کرنے والا ہے؟''اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

(21)رب العزت کا فرمان ہے:﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا﴾''اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ بات میں سچا اور کون ہے؟''(النساء:87)(22)﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا﴾''اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کون بات میں سچا ہے؟''(النساء:122)

(23)بندے کی جانب سے اپنا نفس اور مال سپرد کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب عطا کرنا ہے۔(تفسیر منیر:58/6)

(24)﴿فَاسْتَبْشِرُوْا﴾''تو خوشیاں مناؤ''یعنی تاکہ تم راضی اور خوش ہو جاؤ۔

(25)﴿بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ﴾''اپنے اس سودے پر جو تم نے اللہ تعالیٰ سے سودا کیا ہے''اس سودے پر جو تم نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے ایک دوسرے کو خوش خبریاں دو کہ تم اللہ تعالیٰ کے وعدے پر قائم ہو۔

(26)بشارت سے مراد خوشی کا اظہار ہے جو چہرے سے ظاہر ہوتی ہے۔(فتح القدیر:510/2)

(27)اس سودے میں خریدار اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔اس کا معاوضہ سب سے عظیم نعمت جنت ہے۔اس کی قیمت انسان کی جان اور مال ہے جو انسان کے لیے سب سے زیادہ محبوب ہے اور جن کے ہاتھوں پر یہ معاہدہ ہوا وہ سب سے زیادہ عزت اور شرف والی ہستیاں اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جن کتابوں میں یہ معاہدہ تحریر کیا گیا وہ اللہ تعالیٰ کی عظیم کتابیں ہیں۔اس معاہدے کی گواہی تورات،انجیل اور قرآن مجید میں ہے۔یہ تمام کتابیں اس سچے معاہدے پر متفق ہیں۔

(28)﴿وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾''اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے''تھوڑی سی محنت سے ہمیشہ کی خوشیاں،دائمی نعمتیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا سے بڑی کامیابی اور کوئی نہیں ہو سکتی۔

سوال 2:جب انسان اللہ تعالیٰ کے دین کو حوالگی اور سپردگی کے درجے میں اختیار کرتا ہے تو دین کے ساتھ اس کا کیسا تعلق وجود میں آتا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)جب انسان اپنے آپ کو، اپنی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیتا ہے تو اس کے لیے دین کا معاملہ کوئی علیحدہ معاملہ نہیں رہتا۔ دین اس کے لیے ذاتی معاملہ بن جاتا ہے۔

(2)ایسے انسان کے لیے دین دلچسپیوں اور اندیشوں کا مرکز بن جاتا ہے۔

(3)اس تعلق میں دین اگر مال کا مطالبہ کرے تو مال نچھاور کر دیتا ہے حتیٰ کہ اگر دین کا مطالبہ ہو کہ مال دار بے مال ہو جائے تو بھی دریغ نہیں۔(4)دین اگر وقت اور صلاحیت کا مطالبہ کرے تو وقت اور صلاحیتیں وقف کر دیتا ہے۔

(5)دین اگر مطالبہ کرے کہ اپنا وجود مٹا دو تو خون کا آخری قطرہ بہا کر بھی دین کو زندہ رکھنے سے گریز نہیں کرتا۔

سوال3: مومن اللہ تعالیٰ سے سودے پر کیسے خوشیاں منا سکتا ہے؟

جواب:(1)مومن اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بک جانے پر، دین کو اپنا ذاتی معاملہ بنا کر، مال لگا کر خوشیاں منا سکتا ہے۔

(2)دین کے لئے وقت لگا کر خوشیاں حاصل کر سکتا ہے۔(3)دین کے لئے صلاحیتیں لگا کر خوشیاں منا سکتا ہے۔

(4)دین کی حفاظت کے لئے اپنی جان دے کر خوشیاں منا سکتا ہے۔

﴿اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ

"وہ توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، بھلائی کا

بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

حکم دینے والے، برائی سے روکنے والے اور اللہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں اور مومنوں کو خوش خبری دے دیں"(112)

سوال: سچے مومنوں کی خصوصیات کی وضاحت ﴿اَلتَّآئِبُوْنَ ... وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: وہ سچے مومن جن کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے جنت میں داخلے کی بشارت ہے اس آیت میں ان کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں جن میں سے پہلی خصوصیت ہے:

(1)﴿اَلتَّآئِبُوْنَ﴾ "توبہ کرنے والے" جو ہر وقت اپنے اعمال کے لیے فکر مند رہتے ہیں، گناہوں پر نادم ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے گناہوں پر ہمیشہ توبہ کرنے والے ہیں۔ سیدنا اغر بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ (رجوع) کرو۔ میں بارگاہ الٰہی میں روزانہ سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔"(مسلم:6859)

(2)سچے مومنوں کی دوسری خصوصیت ہے:﴿الْعٰبِدُوْنَ﴾ "عبادت کرنے والے" جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہتمام کرتے ہیں۔ وہ واجبات بھی ادا کرتے ہیں اور مستحبات بھی۔ جو اللہ تعالیٰ کے لیے محبت، تعظیم، دلی جھکاؤ اور خشوع کے ساتھ اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:582)

(3) جو اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کرتے ہیں۔ (تفسیر منیر:57/6)

(4) جو ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور اسی کے لیے عبادت کو خالص کرتے ہیں اور اس کی حرص رکھتے ہیں۔ (تفسیر قاسمی:334/8)

(5) سچے مومنوں کی تیسری خصوصیت ہے: ﴿الْحَامِدُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے والے'' یعنی ایسے لوگ جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں۔ (الدر المنثور:503/3) یعنی غم اور خوشی میں، تنگ دستی اور خوش حالی میں۔

(6) حسن کا قول ہے جو اسلام کی نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم:1889/6)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ﴿سبحان الله و بحمده﴾ دن میں سو مرتبہ کہا اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں خواہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔'' (بخاری:6405)

(8) سچے مومنوں کی چوتھی خصوصیت ہے: ﴿السَّآئِحُوْنَ﴾ ''روزہ رکھنے والے'' سیاحت کی تفسیر روزوں سے کی گئی ہے، یا طلب علم کے لئے سفر کرنے سے کی گئی ہے اور سیاحت کی تفسیر اللہ تعالیٰ کی معرفت و محبت اور اس کی طرف دائمی انابت میں قلب کی سیاحت سے کی گئی ہے مگر اس کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ سیاحت سے مراد اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لئے حج، عمرہ، جہاد، طلب علم اور اقارب سے ملنے کے لئے سفر کرنا ہے۔ (تفسیر سعدی:1102,1101/2)

(9) سیاحت سے مراد یہ نہیں ہے کہ آدمی دنیا سے کنارہ کش ہو کر عبادت کی نیت سے پہاڑوں، غاروں اور صحراؤں میں چلا جائے۔ اس لیے کہ یہ رہبانیت ہے، جس کی اللہ تعالیٰ کے رسول نے ممانعت فرمائی ہے۔ (تیسیر الرحمٰن:594/1)

(10) سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سیر و سیاحت کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک میری امت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔'' (ابوداؤد:2486)

(11) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے اور نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے گا خواہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں وہ جہاد کرے یا اسی جگہ پڑا رہے جہاں پیدا ہوا تھا۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم لوگوں کو اس کی بشارت نہ دے دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیے ہیں، ان کے دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین میں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس لیے جب اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہو تو فردوس مانگو کیونکہ وہ جنت کا سب سے درمیانی درجہ ہے اور جنت کے سب سے بلند درجے پر ہے۔'' یحییٰ بن صالح نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں، یوں کہا کہ ''اس کے اوپر پروردگار کا عرش ہے اور وہیں سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔'' محمد بن فلیح نے اپنے والد سے وفوقہ عرش الرحمن ہی کی روایت کی ہے۔ (بخاری:2790)

(12) سچے مومنوں کی پانچویں خصوصیت ہے: ﴿الرّٰكِعُوْنَ﴾ ''رکوع کرنے والے'' یعنی نمازوں میں رکوع کرنے والے۔

(13) سچے مومنوں کی چھٹی خصوصیت ہے: ﴿السّٰجِدُوْنَ﴾ ''سجدے کرنے والے'' یعنی کثرت سے نماز قائم کرنے والے جو رکوع اور سجدوں پر مشتمل ہے۔ نوافل کی کثرت کرنے والے گویا کہ وہ ہمیشہ رکوع اور سجدوں میں رہتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:582)

(14) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھ کر نوافل ادا کرتا ہے، اپنی بیوی کو بھی جگاتا ہے اور وہ بھی نفل ادا کرتی ہے، اگر وہ بے دار ہونے سے انکار کرتی ہے تو وہ اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس عورت پر بھی رحم کرے جو رات کو اٹھتی ہے، نماز پڑھتی ہے اور اپنے خاوند کو بھی بے دار کرتی ہے اور وہ بھی تہجد ادا کرتا ہے، اگر وہ انکار کرتا ہے تو وہ اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارتی ہے۔'' (سنن نسائی:1611)

(15) سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رات کو رسول اللہ ﷺ کے پاس رہا کرتا تھا اور آپ ﷺ کے لیے وضو اور قضائے حاجت کے لیے پانی مہیا کیا کرتا تھا، ایک موقع پر آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: مانگو۔ میں نے کہا: میں آپ ﷺ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں۔ فرمایا: ''اس کے علاوہ کچھ اور؟'' میں نے پھر عرض کی کہ بس یہی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو اپنے معاملے میں کثرت سجود سے میری مدد کرو۔'' (مسلم:1094)

(16) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بندہ حالت سجدہ میں اپنے رب کے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے، لہٰذا سجدہ میں کثرت سے دعا کیا کرو۔'' (مسلم:1083)

(17) سچے مومنوں کی ساتویں خصوصیت ہے: ﴿الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ''بھلائی کا حکم دینے والے'' یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان، اس کی توحید، اس کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دینے والے۔ (ایسر التفاسیر:583)

(18) معروف میں تمام واجبات اور مستحبات شامل ہیں۔ (تفسیر سعدی:1102/2)

(19) سچے مومنوں کی آٹھویں خصوصیت ہے: ﴿وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ ''برائی سے روکنے والے'' یعنی ان تمام کاموں سے روکنے والے جن سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے روکا ہے۔ شرک اور معاصی سے روکنے والے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ایسر التفاسیر:583)(20)سعید بن جبیر کا قول ہے شرک سے روکنے والے۔(تفسیر ابن ابی حاتم:1891/6)

(21)کفر، دعت اور معصیت سے روکنے والے۔(تفسیر منیر:59/6)

(22)﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾

''اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔''(التوبۃ:71)

(23)سچے مومنوں کی نویں خصوصیت ہے:﴿وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ﴾''اور اللہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت کرنے والے''اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر جو حدود نازل فرمائی ہیں،یعنی اوامر و نواہی اور احکام میں کیا چیز داخل ہے اور کیا چیز داخل نہیں ہے،ان کا علم حاصل کر کے ان حدود کی حفاظت کرتے ہیں اور ترکاً اور فعلاً ان کا التزام کرتے ہیں۔

(تفسیر سعدی:1102/2)(24)تمام اعمال میں حدود کی رعایت رکھنا ضروری ہے۔(انوار البیان:651/2)

(25)﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾''اور مومنوں کو خوش خبری دے دیں''یہاں اللہ تعالیٰ نے ذکر نہیں فرمایا کہ اہل ایمان کے لیے کس چیز کی خوش خبری ہے تاکہ یہ خوش خبری دین و دنیا اور آخرت کے ثواب کو شامل ہو جو ایمان پر مترتب ہوتا ہے۔ یہ خوش خبری ہر مومن کے لیے ہے۔رہی اس خوش خبری کی مقدار اور اس کا وصف تو اہل ایمان کے احوال،ان کے ایمان کی قوت،ضعف اور اس کے تقاضے پر عمل کے مطابق ہوتی ہے۔(تفسیر سعدی:1102/2)

(26)یہ خوش خبری جنت دار السلام کی ہے۔(ایسر التفاسیر:582)

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى

''نبی کو اور جو لوگ ایمان لائے کبھی جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے مغفرت کی دعا کریں خواہ وہ رشتہ دار ہوں

مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾

اس کے بعد کہ ان کے لیے واضح ہو چکا کہ یقیناً وہ دوزخ والے ہیں''(113)

سوال:مشرکین کے لیے دعا کرنا جائز نہیں،اس کی وضاحت ﴿مَا كَانَ ... اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا﴾''نبی کو اور جو لوگ ایمان لائے کبھی جائز نہیں''یعنی نبی ﷺ اور اہل ایمان کے لائق نہیں ہے۔

(2)﴿اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ﴾''کہ وہ مشرکوں کے لیے مغفرت کی دعا کریں''جو لوگ شرک کی حالت میں وفات پا جائیں ان کے لیے بخشش کی دعا کرنا جائز نہیں اس لیے کہ ان کے لیے دعائے مغفرت مفید نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) جب وہ شرک کی حالت میں وفات پا گئے تو ان کے لیے عذاب اور جہنم میں ہمیشہ رہنا واجب ہو گیا۔

(4) ﴿وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى﴾ ''خواہ وہ رشتہ دار ہوں'' سعید بن مسیب نے اپنے والد مسیب بن حزن سے روایت کیا کہ جب ابو طالب کے انتقال کا وقت ہوا تو نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے' اس وقت وہاں ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''(آپ ایک بار زبان سے کلمہ) لا الہ الا اللہ کہہ دیجئے۔ میں اسی کو (آپ کی نجات کے لیے وسیلہ بنا کر) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کر لوں گا۔'' اس پر ابو جہل اور عبداللہ بن امیہ کہنے لگے: ابو طالب! کیا آپ عبدالمطلب کے دین سے پھر جاؤ گے؟ آپ ﷺ نے کہا: ''اب میں آپ کے لئے برابر مغفرت کی دعا مانگتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے روک نہ دیا جائے، تو یہ آیت نازل ہوئی ''نبی اور ایمان والوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے بخشش کی دعا کریں۔ اگرچہ وہ (مشرکین) رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں جب ان پر یہ ظاہر ہو چکے کہ وہ (یقیناً) اہل دوزخ سے ہیں۔'' (بخاری کتاب التفسیر: 4675)

(5) کسی رشتہ دار کو قرابت کام آئے گی نہ شفاعت اور نہ بخشش کے لیے دعائے مغفرت۔

(6) اس میں تصریح ہے کہ بدون ایمان کے محض برکات کام نہیں آتے دیکھو نبی ﷺ کی قرابت سے بڑھ کر کون سی برکت ہوگی پھر بھی یہ حکم دیا گیا۔ (بیان القرآن: 144/4)

(7) ﴿مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾ ''اس کے بعد کہ ان کے لیے واضح ہو چکا کہ یقیناً وہ دوزخ والے ہیں'' نبی اور مومنوں کی یہ شان نہیں ہے کہ مشرکوں کے لیے مغفرت کی دعا کریں جب کہ یہ واضح ہو جائے کہ وہ دوزخ والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ جس کے لیے چاہے گا وہ بخش دے گا۔'' (النساء: 116)

(8) نبی ﷺ اور اہل ایمان پر واجب ہے کہ اپنے رب کی رضا اور ناراضی کے بارے میں اس کی موافقت کریں جس کو اللہ تعالیٰ نے دوست بنایا ہے اس سے موالات رکھیں اور جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دشمن قرار دیا ہے اس سے عداوت رکھیں اور جس شخص کے بارے میں یہ واضح ہو چکا ہو کہ وہ جہنمی ہے اس کے لیے استغفار کرنا اس کے منافی اور متناقض ہے۔ (تفسیر سعدی: 1103/2)

﴿وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ

''اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا صرف اس وعدے کے سبب تھا جو اس نے اپنے باپ سے کیا تھا چنانچہ جب اس کے لیے واضح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ﴾

ہوگیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے تعلق ہوگیا، بے شک ابراہیم یقیناً بڑا نرم دل، بڑا بردبار تھا" (114)

سوال: سیدنا ابرہیم علیہ السلام کی اپنے والد کے لیے دعائے استغفار کی حقیقت ﴿وَمَا كَانَ ... حَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اپنے والد کے لیے دعا کی حقیقت واضح کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِيَّاهُ﴾ "اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا صرف اس وعدے کے سبب تھا جو اس نے اپنے باپ سے کیا تھا" سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کے لیے بخشش کی دعا کرنا ایک وعدے کے مطابق تھا جو انہوں نے اپنے والد سے ان الفاظ میں کیا تھا۔ ﴿سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ﴾ "میں ضرور ہی اپنے رب سے آپ کے لیے بخشش کی دعا کروں گا۔" (مریم:47)

(2) ﴿فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ﴾ "چنانچہ جب اس کے لیے واضح ہوگیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے تعلق ہوگیا" سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے لیے مغفرت کی دعا اس وقت کی تھی جب انہیں اپنے والد کے انجام کے بارے میں خبر نہیں تھی۔ جب ان پر واضح ہوگیا کہ ان کے والد کو اللہ تعالیٰ کی دشمنی میں کفر پر موت آئی ہے تو انہوں نے اس سے اظہار بے زاری کیا اور اپنے رب کی موافقت کی۔

(3) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے والد آذر سے قیامت کے دن جب ملیں گے تو ان کے والد کے چہرے پر سیاہی اور غبار ہوگا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کہیں گے کہ کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ میری مخالفت نہ کیجیے؟ وہ کہیں گے کہ میں آج آپ کی مخالفت نہیں کرتا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے کہ اے رب! تو نے وعدہ فرمایا تھا کہ مجھے قیامت کے دن رسوا نہیں کرے گا، آج اس رسوائی سے بڑھ کر اور کون سی رسوائی ہوگی کہ میرے والد تیری رحمت سے سب سے زیادہ دور ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے جنت کافروں پر حرام قرار دی ہے۔ پھر کہا جائے گا کہ اے ابراہیم! تمہارے قدموں کے نیچے کیا چیز ہے؟ وہ دیکھیں گے تو ایک ذبح کیا ہوا جانور خون میں لتھڑا ہوا وہاں پڑا ہوگا اور پھر اس کے پاؤں پکڑ کر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔" (بخاری:3350)

(4) ﴿اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ﴾ "بے شک ابراہیم یقیناً بڑا نرم دل تھا" سیدنا ابراہیم علیہ السلام تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے، کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے، اپنے رب کی طرف پلٹنے والے اور استغفار کرنے والے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)﴿حَلِيْمٌ﴾ ''بڑا بردبار تھا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر انتہائی مہربان تھے۔لوگوں کی جہالت انہیں آپے سے باہر نہیں کرتی تھی۔وہ لوگوں کی لغزشوں سے درگزر کرنے والے تھے۔

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ

''اور کبھی ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو گمراہ کردے اس کے بعد کہ وہ انہیں ہدایت دے چکا ہو یہاں تک کہ وہ ان کے لیے وہ چیز واضح کردے جن

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾

سے وہ بچیں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے''(115)

سوال: مؤاخذہ حجت تمام ہونے کے بعد ہی ہوتا ہے،اس کی وضاحت ﴿وَمَا كَانَ... يَتَّقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ﴾ ''اور کبھی ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو گمراہ کردے اس کے بعد کہ وہ انہیں ہدایت دے چکا ہو یہاں تک کہ وہ ان کے لیے وہ چیز واضح کردے جن سے وہ بچیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک اور اپنے مبنی بر عدل وانصاف فیصلہ کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ وہ کسی قوم کو پیغام پہنچانے اور ان پر حجت تمام کرنے کے بعد ہی گمراہ کرتا ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ ''اور جو ثمود تھے تو ہم نے اُنہیں ہدایت کا راستہ دکھا دیا پھر انہوں نے ہدایت پر اندھے رہنے کو پسند کیا تو اُن کو رسوائی کے عذاب کی کڑک نے پکڑ لیا،اُس کی وجہ سے جو وہ کمایا کرتے تھے۔'' (حم السجدہ:17)(المصباح المنیر :164/3)

(2)﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ﴾ ''اور کبھی ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو گمراہ کردے اس کے بعد کہ وہ انہیں ہدایت دے چکا ہو'' جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہدایت دیتا ہے یعنی نفع مند علم اور عمل صالح کی توفیق دیتا ہے اور انہیں صراط مستقیم پر چلنے کا حکم دیتا ہے تو ان کے ساتھ احسان کا معاملہ کرتے ہوئے ان تمام امور کو واضح فرما دیتا ہے جن کے وہ ضرورت مند ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ انہیں دین کے بارے میں گمراہ اور جاہل نہیں رہنے دیتا۔یہ اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کی دلیل ہے۔

(3)﴿حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ﴾ ''یہاں تک کہ وہ ان کے لیے وہ چیز واضح کردے جن سے وہ بچیں'' اللہ تعالیٰ اپنی شریعت کے ذریعے بندوں کی وہ ضروریات پوری کردیتے ہیں جن کے وہ اپنے دین کی کلیات اور جزویات میں اصول وفروع میں محتاج ہوتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) یہاں تک کہ شریعت کی حرام کردہ چیزوں کو ان پر واضح نہ کر دے جن سے بچنا ان کے لیے واجب ہے۔(فتح القدیر)
(5) جب اللہ تعالیٰ حق واضح فرما دیتا ہے لیکن لوگ عمل پیرا نہیں ہوتے اور جن چیزوں سے بچنا واجب ہے ان سے نہیں بچتے تو انہیں گمراہی کا مستحق قرار دیتا ہے۔
(6) ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اپنے مشرک مردوں کے لئے طلب بخشش کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہیں گمراہ قرار دینے کا فیصلہ نہیں کرے گا جب کہ اس نے تمہیں ہدایت سے سرفراز فرمایا اور اپنے اور اپنے رسول پر ایمان لانے کی توفیق بخشی ہے اور جب وہ تمہیں اس سے منع فرما دے تو اس سے رک جاؤ اور اس کی ممانعت سے پہلے اگر تم نے بخشش کی دعا کی ہو تو اس کی وجہ سے وہ تمہیں گمراہ قرار نہیں دے گا کیونکہ طاعت و معصیت کا انحصار تو امر اور نہی پر ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے حکم نہ دیا یا منع نہ کیا ہو تو کام کرنے والے کو فرمانبردار اور نہ کرنے والے کو نافرمان قرار نہیں دیا جا سکتا۔(تفسیر طبری:73/11)
(7) ﴿اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کا علم کامل ہے۔اس نے ان تمام معاملات کی تعلیم دی ہے جنہیں لوگ نہیں جانتے اور ہر چیز کی حقیقت واضح کر دی ہے جن سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ
''یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے
مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾
سوا تمہارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار'' (116)

سوال: مومنوں کو جہاد کی جو ترغیب دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ اللّٰهَ ... وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟
جواب: (1) ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو یہ ترغیب دی ہے کہ وہ مشرکوں اور کافر بادشاہوں سے جہاد کریں، آسمان اور زمین کے بادشاہ اللہ تعالیٰ کی نصرت پر اعتماد کریں اور اس کے دشمنوں سے نہ ڈریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی دوست اور مددگار نہیں۔(تفسیر طبری:74/11)
(2) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا خالق اور مالک ہے، وہ ہر چیز میں تصرف کرتا ہے، جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔(ایسر التفاسیر:584)
(3) یعنی اللہ تعالیٰ ہر موجود چیز کا مالک ہے اور اس کے امور کا متولی ہے۔وہ کامل غلبہ رکھتا ہے۔اسی کے ہاتھ میں تمام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معاملات کی تدبیر ہے۔(تفسیر منیر:65/6)

(4)﴿يُحْيٖ وَيُمِيْتُ﴾''وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے''جس کے لیے چاہتا ہے جلدی کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے مؤخر کر دیتا ہے،ان کی اجل پر قدرت رکھنے کی وجہ سے۔(تفسیر ابن ابی حاتم:1898/6)

(5) وہ ایمان کے ذریعے زندگی دیتا ہے اور کفر کے ذریعے موت دیتا ہے،وہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور زندوں کو موت سے ہم کنار کرتا ہے اپنی کامل قدرت اور اپنی عظیم سلطنت کی وجہ سے۔(ایسر التفاسیر:584)

(6)یعنی وہ زمین وآسمان کا مالک ہے وہ زندگی اور موت اور مختلف انواع کی تدابیر کے ذریعے سے اپنے بندوں کی تدبیر کرتا ہے جب اس کی تدبیر کونی وقدری میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا تو تدبیر دینی میں،جو اس کی الوہیت سے متعلق ہے، کیوں کر خلل واقع ہوسکتا ہے،وہ اپنے بندوں کو کیوں کر بے کار اور مہمل یا جاہل اور گمراہ چھوڑ سکتا ہے،حالانکہ وہ اپنے بندوں کا سب سے بڑا سرپرست ہے؟(تفسیر سعدی:1105,1104/2)

(7)﴿وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾''اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار''یعنی بندے اس کے علاوہ کسی کو اپنا سرپرست نہ بنائیں کہ ان کی سرپرستی کریں اور نہ مددگار کہ ان کی مدد کریں۔ (فتح القدیر:517,516/2)

(8)﴿وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ﴾''اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا نہ کوئی دوست ہے''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ولی نہیں جو تمہیں ہر طرح کی منفعت پہنچائے اور تمہاری سرپرستی کرے۔﴿وَّلَا نَصِيْرٍ﴾''اور نہ کوئی مددگار''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نصیر مددگار نہیں جو نقصان دور کر کے مدد فرمائے۔

﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ

''بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے نبی پر بھی اور مہاجرین وانصار پر بھی مہربانی کے ساتھ توجہ فرمائی جو تنگی کے وقت میں نبی کے ساتھ رہے،

مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ

اس کے بعد بھی کہ قریب تھا ان میں سے ایک گروہ کے دل ہی ٹیڑھے ہو جائیں،پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر مہربانی سے توجہ فرمائی،

اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾

یقیناً وہ ان پر بہت ہی شفقت کرنے والا،نہایت رحم والا ہے''(117)

سوال:غزوہ تبوک کے حالات کی وضاحت﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ...رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1) یہ آیت غزوہ تبوک کے بارے میں نازل ہوئی:﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ﴾ ''بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے نبی پر بھی اور مہاجرین وانصار پر بھی مہربانی کے ساتھ توجہ فرمائی'' اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ اس نے اپنے لطف وکرم سے اور خصوصی احسان سے نبی ﷺ پر مہربانی فرمائی اور مہاجرین اور انصار پر کہ ان کی تمام لغزشیں معاف فرمادیں اور انہیں بلند درجات عطا فرمائے کیونکہ انہوں نے مشقت اٹھائی اور مشکل امور کو سرانجام دیا۔

(2)﴿الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ﴾ ''جو تنگی کے وقت میں نبی کے ساتھ رہے'' یعنی وہ غزوہ تبوک میں دشمن کے ساتھ جنگ کے لیے آپ کے ساتھ نکلے، سخت گرمی کا موسم تھا، سامان سفر اور سواریوں وغیرہ کی قلت اور دشمن کی افرادی تعداد زیادہ تھی۔ یہ ایسے حالات تھے جو لوگوں کے پیچھے رہنے کا باعث بنتے ہیں۔ پس اس صورت میں وہ اللہ تعالیٰ سے مدد کے طلب گار رہوئے اور اس پر قائم رہے۔(تفسیر سعدی:2/1106)

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ سختی کی وہ گھڑی کیا تھی جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے؟ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ سخت گرمی کا زمانہ تھا۔ ایک منزل پر اترے تو ہمیں سخت پیاس لگی۔ پیاس کی شدت کا یہ عالم تھا کہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ ہماری گردنیں بھی کٹ کر گر پڑیں گی۔ اگر کوئی شخص قضائے حاجت کے لیے بھی جاتا تھا تو واپس آنے میں پیاس کی شدت کی وجہ سے یہ سمجھ لیتا تھا کہ میری گردن کٹ کر گر جانے والی ہے۔ پیاس کی شدت کی وجہ سے بعض اشخاص نے یہاں تک کیا کہ اونٹ کو ذبح کر کے اس کی اوجھڑی کو نچوڑ کر پیا اور ترائی حاصل کرنے کے لیے اسے اپنے پیٹ میں رکھا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دعا کرنے کا عمل عطا فرمایا ہے، آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے مبارک ہاتھ اٹھائے اور دعا کی۔ ابھی آپ ﷺ نے ہاتھ نیچے نہیں کیے تھے کہ بارش ہونی شروع ہوگئی اور خوب بارش ہوئی۔ جس سے حاضرین نے اپنے سارے برتن بھر لیے۔ پھر ہم نے آگے بڑھ کر دیکھا کہ بارش کہاں تک ہے تو معلوم ہوا کہ وہ لشکر کے حدود سے آگے نہیں بڑھی۔(ہیثمی، مجمع الزوائد:6/194)

(4) غزوہ تبوک کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نکلنے کو اللہ تعالیٰ نے تنگی کی گھڑی میں نبی ﷺ کے ساتھ نکلنا قرار دیا۔ صورت حال یہ تھی کہ پکی ہوئی فصلوں کو چھوڑ کر تبوک کا سفر اختیار کرنا تھا، سخت گرمی میں طویل سفر طے کر کے دنیا کی سب سے بڑی طاقت کا مقابلہ کرنا تھا، سامان کی کمی کی وجہ سے ایک ایک اونٹ پر کئی لوگ باری باری سوار ہوتے تھے اور کھانا اتنا کم ہوتا تھا کہ بعض اوقات ایک کھجور حصے میں آتی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)﴿مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ﴾ ''اس کے بعد بھی کہ قریب تھا ان میں سے ایک گروہ کے دل ہی ٹیڑھے ہو جائیں'' یعنی اس تنگی کی گھڑی میں ان کے دل آرام اور راحت کی جانب مائل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ثابت قدمی عطا فرمائی، ان کو قوت سے نوازا، ان کی مدد فرمائی۔

(6)﴿زیغ قلب﴾ دل پھر جانے سے مراد ہے دل کا سیدھے راستے سے ہٹ جانا یعنی قریب تھا کہ ان کے دل نبی ﷺ کی اتباع سے پیچھے رہ جانے کی طرف پھر جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ثابت قدمی عطا فرمائی۔

(7)﴿ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر مہربانی سے توجہ فرمائی'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ (8) اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف رجوع کرنے اور اپنے دین پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمادی۔

(9)﴿اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''یقیناوہ ان پر بہت ہی شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے'' یہ اللہ تعالیٰ کی شفقت اور رحمت ہے کہ اس نے انہیں توبہ کی توفیق عطا فرمائی۔

﴿وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ

''اور ان تینوں پر بھی اس نے توجہ فرمائی جو پیچھے رکھے گئے یہاں تک کہ جب زمین ان پر تنگ ہوگئی باوجود اس کے کہ وسیع تھی

وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ

اور ان پر ان کی جانیں تنگ ہوگئیں اور انہوں نے یقین کرلیا کہ اللہ تعالیٰ سے خود اس کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے بھی

عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾ ع 14 5 3

ان پر مہربانی کے ساتھ توجہ فرمائی تاکہ وہ توبہ کریں، یقیناً اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (118)

سوال 1: وہ تین صحابہ کون تھے جن پر زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ کردی گئی تھی اور ان کی توبہ کیسے قبول کی گئی، اس کی وضاحت ﴿وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ ... الرَّحِيْمُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا﴾ ''اور ان تینوں پر بھی اس نے توجہ فرمائی جو پیچھے رکھے گئے یہاں تک کہ جب زمین ان پر تنگ ہوگئی باوجود اس کے کہ وسیع تھی اور ان پر ان کی جانیں تنگ ہوگئیں اور انہوں نے یقین کرلیا کہ اللہ تعالیٰ سے خود اس کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے بھی ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر مہربانی کے ساتھ توجہ فرمائی تاکہ وہ توبہ کریں" اللہ تعالیٰ نے ان تین لوگوں کی توبہ قبول فرمالی جو غزوہ تبوک میں مسلمانوں کے ساتھ نہیں جاسکے تھے۔ یہ سیدنا کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم تھے۔

(2) عبدالرحمن بن کعب سے روایت ہے جب سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نابینا ہو گئے تو ان کے لڑکوں میں وہی کعب کو راستے میں پکڑ کر چلاتے تھے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے سیدنا کعب رضی اللہ عنہ سے ان کے غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہو سکنے کا واقعہ سنا۔ انہوں نے بتایا کہ غزوہ تبوک کے سوا اور کسی غزوہ میں ایسا نہیں ہوا تھا کہ میں رسول ﷺ کے ساتھ شریک نہ ہوا ہوں البتہ غزوہ بدر میں بھی شریک نہیں ہوا تھا۔ لیکن جو لوگ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے، ان کے متعلق رسول ﷺ نے کسی قسم کی خفگی کا اظہار نہیں فرمایا تھا کیونکہ آپ ﷺ اس موقع پر صرف قریش کے قافلے کی تلاش میں نکلے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم سے کسی پہلی تیاری کے بغیر آپ ﷺ کی دشمنوں سے ٹکر ہو گئی اور میں لیلہ عقبہ میں رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ وہی رات ہے جس میں ہم نے اسلام کے لیے عہد کیا تھا اور مجھے یہ غزوہ بدر سے بھی زیادہ عزیز ہے اگرچہ بدر کا لوگوں کی زبانوں پر چرچا زیادہ ہے۔ میرا واقعہ یہ ہے کہ میں کبھی اپنی زندگی میں اتنا قوی اور اتنا صاحب مال نہیں ہوا تھا جتنا اس موقع پر تھا۔ جب کہ میں رسول ﷺ کے ساتھ تبوک کے غزوے میں شریک نہیں ہو سکا تھا۔ خدا کی قسم! اس سے پہلے کبھی بھی میرے پاس دو اونٹ جمع نہیں ہوئے تھے۔ لیکن اس موقع پر میرے پاس دو اونٹ موجود تھے۔ رسول ﷺ جب کبھی کسی غزوے میں تشریف لے جاتے تو آپ ﷺ اس کے لیے ذو معنی الفاظ استعمال کیا کرتے تھے لیکن اس غزوے کا جب موقع آیا تو گرمی بڑی سخت تھی۔ سفر بھی بہت لمبا تھا۔ بیابانی راستہ اور دشمن کی فوج کی کثرت تعداد! تمام مشکلات سامنے تھیں۔ اس لیے رسول ﷺ نے مسلمانوں سے اس غزوے کے متعلق بہت تفصیل کے ساتھ بتا دیا تھا تاکہ اس کے متعلق پوری طرح سے تیاری کر لیں۔ آپ ﷺ نے اس سمت کی بھی نشان دہی کر دی جہاں سے آپ کا جانے کا ارادہ تھا۔ مسلمان بھی آپ ﷺ کے ساتھ بہت تھے۔ اتنے کہ کسی رجسٹر میں سب مسلمانوں کا نام لکھنا بہت مشکل تھا۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ کوئی بھی شخص اگر اس غزوے میں شریک نہ ہونا چاہتا تو وہ یہ خیال کر سکتا تھا کہ اس کی غیر حاضری کا کسی کو پتہ نہیں چلے گا۔ سوائے اس کے کہ اس کے متعلق وحی نازل ہو۔ رسول ﷺ جب اس غزوے کے لیے تشریف لے جا رہے تھے تو پھل پکنے کا زمانہ تھا اور سایہ میں بیٹھ کر لوگ آرام کر رہے تھے۔ رسول ﷺ بھی تیاریوں میں مصروف تھے اور آپ کے ساتھ مسلمان بھی! لیکن روزانہ سوچا کرتا تھا کہ کل سے میں بھی تیاری کروں گا اور اس طرح ہر روز اسے ٹالتا رہا۔ مجھے اس کا یقین تھا کہ میں تیاری کر لوں گا، مجھے آسانیاں میسر ہیں۔ یوں ہی وقت گزرتا رہا اور آخر لوگوں نے اپنی تیاریاں مکمل بھی کر لیں اور رسول ﷺ مسلمانوں کو ساتھ لے کر روانہ بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو گئے۔اس وقت تک میں نے کوئی تیاری نہیں کی تھی۔اس وقت بھی میں نے اپنے دل کو یہی کہہ کر سمجھا لیا تھا کہ کل یا پرسوں تک تیاری کرلوں گا اور پھر لشکر سے جاملوں گا۔کوچ کے بعد دوسرے دن میں نے تیاری کے لیے سوچا لیکن اس دن بھی کوئی تیاری نہیں کی۔یوں ہی وقت گزر گیا اور اسلامی لشکر بہت آگے بڑھ گیا۔غزوے میں شرکت میرے لیے بہت دور کی بات ہو گئی اور میں یہی ارادہ کرتا رہا کہ یہاں سے چل کر انہیں پالوں گا۔کاش! میں نے ایسا کرلیا ہوتا۔لیکن یہ میرے نصیب میں نہیں تھا۔رسول ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد جب میں باہر نکلتا تو مجھے بڑا رنج ہوتا کیونکہ یا تو وہ لوگ نظر آتے جن کے چہروں سے نفاق ٹپکتا تھا یا پھر وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے معذور اور ضعیف قرار دے دیا تھا۔رسول ﷺ نے میرے بارے میں کسی سے کچھ نہیں پوچھا تھا لیکن جب آپ ﷺ تبوک پہنچ گئے تو وہیں ایک مجلس میں آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کعب نے کیا کیا؟ بنوسلمہ کے ایک صاحب نے کہا کہ یارسول ﷺ اس کے غرور نے اسے آنے نہیں دیا۔(وہ حسن وجمال اور لباس میں اترا کر رہ گیا) اس پر سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے بری بات کہی۔یارسول ﷺ خدا کی قسم! ہمیں ان کے متعلق خیر کے سوا اور کچھ معلوم نہیں! رسول ﷺ نے کچھ نہیں فرمایا سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب مجھے معلوم ہوا کہ رسول ﷺ واپس تشریف لا رہے ہیں تو اب مجھ پر فکر سوار ہوئی اور میرا ذہن کوئی ایسا جھوٹا بہانہ تلاش کرنے لگا جس سے میں کل رسول ﷺ کی خفگی سے بچ سکوں۔اپنے گھر کے ہر عقل مند آدمی سے اس کے متعلق میں نے مشورہ لیا لیکن جب مجھے معلوم ہوا کہ رسول ﷺ مدینہ سے بالکل قریب آچکے ہیں تو غلط خیالات میرے ذہن سے نکل گئے اور مجھے یقین ہو گیا کہ اس معاملہ میں جھوٹ بول کر میں اپنے آپ کو کسی طرح محفوظ نہیں کرسکتا۔چنانچہ میں نے پختہ بات کہنے کا ارادہ کرلیا۔صبح کے وقت رسول ﷺ تشریف لائے جب آپ ﷺ کسی سفر سے تشریف لاتے تو یہ آپ ﷺ کی عادت تھی کہ پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے پھر لوگوں کے ساتھ مجلس میں بیٹھتے جب آپ ﷺ اس عمل سے فارغ ہو چکے تو آپ ﷺ کی خدمت میں لوگ آنے لگے۔جو غزوے میں شریک نہیں ہو سکے تھے اور قسم کھا کھا کر اپنے عذر بیان کرنے لگے۔ایسے لوگوں کی تعداد اسی کے قریب تھی۔رسول ﷺ نے ان کے ظاہر کو قبول فرمالیا، ان سے عہد لیا، ان کے لیے مغفرت کی دعا فرمائی اور ان کے باطن کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا اس کے بعد میں حاضر ہوا میں نے سلام کیا تو آپ ﷺ مسکرائے آپ ﷺ کی مسکراہٹ میں خفگی تھی۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''آؤ۔ میں چند قدم چل کر آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔آپ ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا: ''تم غزوہ میں شریک کیوں نہیں ہوئے؟ کیا تم نے کوئی سواری نہیں خریدی تھی؟'' میں نے عرض کیا: میرے پاس سواری موجود تھی۔خدا کی قسم! اگر میں آپ ﷺ کے سوا کسی دنیا دار شخص کے سامنے بیٹھا ہوا ہوتا تو کوئی نہ کوئی عذر گڑھ کر اس کی خفگی سے بچ سکتا تھا۔مجھے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خوب صورتی کے ساتھ گفتگو کا سلیقہ معلوم ہے لیکن خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہ اگر آج میں آپ ﷺ کے سامنے جھوٹا عذر بیان کر کے آپ ﷺ کو راضی کر لوں تو بہت جلد اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو مجھ سے ناراض کر دے گا۔ اس کی بجائے اگر میں آپ ﷺ سے سچی بات بیان کر دوں تو یقیناً آپ ﷺ کو میری طرف سے خفگی ہو گی لیکن اللہ تعالیٰ سے مجھے معافی کی پوری امید ہے۔ نہیں اللہ کی قسم! مجھے کوئی عذر نہیں تھا۔ خدا کی قسم! اس وقت سے پہلے کبھی میں اتنا فارغ البال نہیں تھا اور پھر بھی میں آپ ﷺ کے ساتھ شریک نہیں ہو سکا۔ رسول ﷺ نے فرمایا: ''انہوں نے سچی بات فرما دی۔ اچھا اب جاؤ! یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں خود کوئی فیصلہ کر دے۔'' میں اٹھ گیا اور میرے پیچھے بنو سلمہ کے کچھ لوگ بھی دوڑے ہوئے آئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ خدا کی قسم! ہمیں تمہارے متعلق یہ معلوم نہیں تھا کہ اس سے پہلے تم نے کوئی گناہ کیا ہے؟ اور تم نے بڑی کوتاہی کی۔ رسول ﷺ کے سامنے کوئی عذر نہیں بیان کیا جیسا دوسرے نہ شریک ہونے والوں نے بیان کر دیا تھا۔ تمہارے گناہ کے لیے رسول ﷺ کا استغفار ہی کافی ہو جاتا۔ خدا کی قسم! ان لوگوں نے مجھے اس پر اتنی ملامت کی کہ مجھے خیال آیا کہ واپس جا کر رسول ﷺ سے کوئی جھوٹا عذر کر آؤں۔ پھر میں نے ان سے پوچھا: کیا میرے علاوہ کسی اور نے بھی مجھ جیسا عذر بیان کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہاں! دو حضرات نے اسی طرح معذرت کی جس طرح تم نے کی ہے اور انہیں جواب بھی وہی ملا ہے جو تمہیں ملا ہے۔ میں نے پوچھا کہ ان کے نام کیا ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ مرارا بن ربیع امری اور ہلال بن امیہ واقفی۔ ان دو ایسے صحابہ کا نام انہوں نے لے دیا تھا جو صالح تھے اور بدر کی جنگ میں شریک ہوئے تھے۔ ان کا طرز عمل میرے لیے نمونہ بن گیا۔ چنانچہ جب انہوں نے ان بزرگوں کا نام لیا تو میں اپنے گھر چلا آیا اور رسول ﷺ نے لوگوں کو ہم سے بات چیت کرنے کی ممانعت کر دی۔ بہت سے لوگ جو غزوے میں شریک نہیں ہوئے تھے ان میں سے صرف ہم تین تھے۔ لوگ ہم سے الگ رہنے لگے اور سب لوگ بدل گئے۔ ایسا لگتا تھا کہ ہم سے ساری دنیا بدل گئی ہے۔ ہمارا اس سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے۔ پچاس دن تک ہم اس طرح رہے۔ میرے دو ساتھیوں نے تو اپنے گھروں سے نکلنا ہی چھوڑ دیا بس روتے رہتے تھے لیکن میرے اندر ہمت تھی کہ میں باہر نکلتا تھا۔ مسلمانوں کے ساتھ نماز میں شریک ہوتا تھا اور بازاروں میں گھوما کرتا تھا لیکن مجھ سے بولتا کوئی نہ تھا۔ میں رسول ﷺ کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کو سلام کرتا تھا۔ جب آپ ﷺ نماز کے بعد مجلس میں بیٹھتے میں اس کی جستجو میں لگا رہتا تھا کہ دیکھوں سلام کے جواب میں رسول ﷺ کے مبارک ہونٹ ہلے یا نہیں؟ پھر آپ ﷺ کے قریب ہی نماز پڑھنے لگ جاتا اور آپ کو کن انکھیوں سے دیکھتا رہتا۔ جب میں اپنی نماز میں مشغول ہو جاتا تو رسول ﷺ میری طرف دیکھتے لیکن جوں ہی میں آپ ﷺ کی طرف دیکھتا آپ ﷺ اپنا رخ پھیر لیتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آخر جب اس طرح لوگوں کی بے رخی بڑھتی ہی گئی تو میں ایک دن سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا۔ وہ میرے چچازاد بھائی تھے اور میرا ان سے بہت گہرا تعلق تھا۔ میں نے انہیں سلام کیا لیکن خدا کی قسم انہوں نے بھی میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا ابوقتادہ! تمہیں اللہ کی قسم! کیا تم نہیں جانتے کہ مجھے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے کتنی محبت ہے؟ انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے دوبارہ ان سے یہی سوال کیا خدا کی قسم دے کر لیکن اب بھی وہ خاموش تھے۔ پھر میں نے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر ان سے یہی سوال کیا اس مرتبہ انہوں نے صرف یہی کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو زیادہ علم ہے۔ اس پر میرے آنسو پھوٹ پڑے۔ میں واپس چلا آیا اور دیوار پر چڑھ کر نیچے باہر اتر آیا۔ انہوں نے بیان کیا: ایک دن میں مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا کہ شام کا ایک کاشت کار جو غلہ بیچنے مدینہ آیا تھا پوچھ رہا تھا کہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہاں رہتے ہیں؟ لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا تو وہ میرے پاس آیا اور ملک غسان کا ایک خط مجھے دیا۔ اس خط میں یہ تحریر تھا۔ امابعد! مجھے معلوم ہوا کہ تمہارے صاحب یعنی (رسول ﷺ) تمہارے ساتھ زیادتی کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں کوئی ذلیل نہیں پیدا کیا کہ تمہارا حق ضائع کیا جائے۔ تم ہمارے پاس آ جاؤ۔ ہم تمہارے ساتھ بہتر سلوک کریں گے۔ جب میں نے یہ خط پڑھا تو میں نے کہا: یہ ایک امتحان آ گیا ہے! میں نے اس خط کو تنور میں جلا دیا۔ ان پچاس دنوں میں سے جب چالیس دن گزر گئے تو رسول اللہ ﷺ کے ایلچی میرے پاس آئے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ اپنی بیوی کے قریب نہ جاؤ۔ میں نے پوچھا: میں اسے طلاق دے دوں! یا پھر مجھے کیا کرنا چاہیے؟ انہوں نے بتایا کہ نہیں صرف ان سے جدا رہو۔ ان کے قریب نہ جاؤ۔ میرے دونوں ساتھیوں کو جنہوں نے میری طرح معذرت کی تھی، انہیں بھی یہی حکم آپ ﷺ نے بھیجا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا: اب اپنے میکے چلی جاؤ اور اس وقت تک وہیں رہو جب تک اللہ تعالیٰ اس معاملے کا کوئی فیصلہ نہ کر دے۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہلال بن امیہ جن کا مقاطعہ ہوا تھا، کی بیوی رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول ﷺ سیدنا ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ بہت ہی بوڑھے اور کمزور ہیں۔ ان کے پاس کوئی خادم بھی نہیں ہے، کیا میں ان کی خدمت کر دیا کروں تو آپ ﷺ ناپسند فرمائیں گے؟ رسول ﷺ نے فرمایا: ''صرف وہ تم سے صحبت نہ کرے!'' انہوں نے عرض کی: خدا کی قسم وہ تو حرکت بھی نہیں کر سکتے! جب سے یہ خفگی ان پر ہوئی ہے وہ دن ہے اور آج کا دن ہے ان کے آنسو تھمنے میں نہیں آتے۔ میرے گھر کے بعض لوگوں نے کہا: جس طرح سیدنا ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کو ان کی خدمت کرتے رہنے کی اجازت رسول ﷺ نے دے دی ہے، آپ بھی اس طرح کی اجازت رسول ﷺ سے لے لیجئے۔ میں نے کہا: نہیں خدا کی قسم! میں اس کی اجازت نہیں لوں گا، میں جوان ہوں پتہ نہیں جب میں رسول ﷺ سے اجازت لینے جاؤں تو رسول ﷺ کیا فرمائیں؟ اس طرح دس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دن اور گزر گئے۔ جب سے رسول ﷺ نے ہم سے بات چیت کرنے کی ممانعت فرمائی تھی اس کے پچاس دن پورے ہو گئے۔ پچاسویں رات کی صبح کو جب میں فجر کی نماز پڑھ چکا اور اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس طرح جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے، میرا دم گھٹا جا رہا تھا اور زمین تمام وسعتوں کے باوجود میرے لیے تنگ ہوتی جا رہی تھی کہ میں نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی۔ جبل سلع پر چڑھ کر کوئی بلند آواز سے کہہ رہا تھا: اے کعب بن مالک! تمہیں بشارت ہو۔ انہوں نے بیان کیا: یہ سنتے ہی میں سجدے میں گر پڑا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ اب فراخی ہو جائے گی۔ فجر کی نماز کے بعد رسول ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری توبہ کی قبولیت کا اعلان کر دیا۔ لوگ میرے یہاں بشارت دینے کے لیے آنے لگے اور میرے دو ساتھیوں کو بھی جا کر بشارت دی۔ ایک صاحب سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اپنا گھوڑا دوڑائے آ رہے تھے۔ ادھر قبیلہ اسلم کے ایک صحابی نے پہاڑی پر چڑھ کر آواز دی۔ آواز گھوڑے سے زیادہ تیز تھی۔ جن صحابی نے سلع پہاڑی پر سے آواز دی تھی، جب وہ میرے پاس بشارت دینے آئے تو اپنے دونوں کپڑے اتار کر اس بشارت کی خوشی میں میں نے انہیں دے دیے۔ خدا کی قسم! اس وقت ان دو کپڑوں کے سوا دینے کے لائق اور میرے پاس کوئی چیز نہیں تھی۔ پھر میں نے سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے دو کپڑے مانگ کر پہنے اور رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جوق در جوق لوگ مجھ سے ملاقات کرتے جاتے تھے اور مجھے توبہ کی قبولیت پر بشارت دیتے جاتے تھے۔ کہتے تھے: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی قبولیت مبارک ہو۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: آخر میں مسجد میں داخل ہوا۔ رسول ﷺ تشریف رکھتے تھے۔ چاروں طرف صحابہ کا مجمع تھا۔ سیدنا طلحہ بن عبید رضی اللہ عنہ دوڑ کر میری طرف بڑھے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارک باد دی۔ خدا کی قسم! وہاں موجود مہاجرین میں سے کوئی بھی ان کے سوا میرے آنے پر کھڑا نہیں ہوا۔ طلحہ کا یہ احسان میں کبھی نہیں بھولوں گا۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب میں نے رسول ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس مبارک دن کے لیے تمہیں بشارت ہو جو تمہاری عمر کا سب سے مبارک دن ہے۔'' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یا رسول! یہ بشارت آپ ﷺ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے! فرمایا: نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ رسول ﷺ جب کسی بات پر خوش ہوتے تو چہرہ مبارک روشن ہو جاتا ایسا جیسے چاند کا ٹکڑا ہو آپ ﷺ کی مسرت ہم چہرہ مبارک سے سمجھ جاتے تھے۔ پھر جب میں آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا تو عرض کیا: یا رسول ﷺ! اپنی توبہ کی قبولیت کی خوشی میں میں اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کچھ مال اپنے پاس بھی رکھ لو! یہ زیادہ بہتر ہے۔'' میں نے عرض کیا: پھر خیبر کا حصہ اپنے پاس رکھ لوں گا۔ پھر میں نے عرض کیا: یا رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ نے مجھے سچ بولنے کی وجہ سے نجات دی۔ اب میں اپنی توبہ کی خوشی میں یہ عہد کرتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا سچ کے سوا اور کوئی بات زبان پہ نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لاؤں گا۔ پھر خدا کی قسم! جب سے میں نے رسول ﷺ کے سامنے یہ عہد کیا میں کسی ایسے مسلمان کو نہیں جانتا جسے اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کی وجہ سے اتنا نوازا ہو جتنی نوازشات اس کی مجھ پر سچ بولنے کی وجہ سے ہیں۔ جب سے میں نے رسول ﷺ کے سامنے یہ عہد کیا پھر آج تک کبھی جھوٹ کا ارادہ نہیں کیا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ باقی زندگی میں بھی مجھے اس سے محفوظ رکھے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر ہمارے بارے میں آیت نازل کی تھی۔ ''بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے نبی پر مہربانی کے ساتھ توجہ فرمائی۔ اس کے ارشاد ﴿كُونُوا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ تک'' خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسلام کی ہدایت کے بعد میری نظر میں رسول ﷺ کے سامنے اس سچ بولنے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا مجھ پر اور کوئی انعام نہیں ہوا کہ میں نے جھوٹ نہیں بولا اور اس طرح اپنے آپ کو ہلاک نہیں کیا جیسا کہ جھوٹ بولنے والے ہلاک ہو گئے تھے۔ نزول وحی کے زمانے میں جھوٹ بولنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے اتنی شدید وعید فرمائی جتنی شدید کسی دوسرے کے لیے نہیں فرمائی ہو گی۔ فرمایا ہے: ﴿سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ﴾ ارشاد ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴾ تک۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا چنانچہ ہم تین اور لوگوں کے معاملے میں جدا رہے۔ جنہوں نے رسول ﷺ کے سامنے قسم کھالی تھی اور آپ ﷺ نے ان کی بات مان بھی لی تھی۔ ان سے بیعت بھی لی تھی اور ان کے لیے مغفرت بھی طلب فرمائی تھی۔ ہمارا معاملہ رسول ﷺ نے چھوڑ دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے خود اس کا فیصلہ فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ﴿وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾ یہی مراد ہے کہ ہمارا مقدمہ ملتوی رکھا گیا اور ہم ڈھیل میں ڈال دیے گئے۔ یہ مراد نہیں ہے کہ جہاد سے پیچھے رہ گئے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کے پیچھے رہے جنہوں نے قسمیں کھا کر اپنے عذر بیان کئے اور رسول ﷺ نے ان کے عذر قبول کر لیے۔ (صحیح بخاری: 4418)

(3) ﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کی توبہ کو کثرت سے قبول فرماتا ہے۔

(4) ﴿الرَّحِيْمُ﴾ ''نہایت رحم والا ہے'' یعنی وہ اپنے بندوں کے طلب کرنے پر کثرت سے رحمت کرنے والا ہے۔

(فتح القدیر: 2/518)

(5) اللہ تعالیٰ عظیم رحمت والے ہیں جو اپنے بندوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں جس سے ان کے تمام امور انجام پاتے ہیں۔

سوال 2: جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے ان کا معاشرتی بائیکاٹ کیوں کیا گیا؟

جواب: اگرچہ یہ لوگ تبوک کے لئے نہ نکلنے کو اپنی غلطی سمجھتے تھے مگر ان کے اندر توبہ کا شدید احساس پہلے مرحلے میں نہیں ابھرا تھا اس لئے ان کا معاشرتی بائیکاٹ کیا گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال3: کس احساس کی وجہ سے پیچھے رہنے والوں کو سکون نصیب نہیں ہوتا تھا؟

جواب: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے دوری کے احساس نے پیچھے رہنے والوں کو اتنا پریشان کر دیا کہ نہ ان کے دل کے اندر سکون رہا نہ باہر انہیں کوئی سکون کی جگہ نظر آتی تھی۔

سوال4: توبہ کرنے والے پچاس دن میں توبہ کے مطلوبہ معیار تک کیسے پہنچ گئے؟

جواب: (1) توبہ کرنے والوں نے گھر اور کاروبار میں مشغولیت اختیار نہیں کی۔

(2) توبہ کرنے والوں نے بے وفائی کا راستہ اختیار نہیں کیا۔

(3) توبہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے دوری کے احساس نے پریشان کر دیا۔

(4) توبہ کرنے والوں کے لئے سکون کی کوئی جگہ نہ رہی نتیجہ یہ نکلا کہ ان کا دل پگھل گیا اور وہ توبہ کے مطلوبہ معیار کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔

سوال5: ان آیات کریمہ سے ہمیں کیا راہ نمائی ملتی ہے؟

جواب: (1)(i) ان آیات کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کی توبہ قبول کرنا جلیل ترین مقصد اور بلند ترین منزل ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے توبہ کو اپنے خاص بندوں کا مقام ومنزل قرار دیا ہے۔ جب بندے ایسے اعمال کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اور جن سے وہ راضی ہے، تو اللہ تعالیٰ ان کو توبہ کی منزل سے نوازتا ہے۔ (ii) اللہ تبارک وتعالیٰ کا لطف وکرم ان پر سایہ کناں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہلا دینے والے مصائب کے وقت ان کے ایمان میں ثابت قدمی اور استقامت عطا کرتا ہے۔ (iii) ان آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ نفس پر شاق گزرنے والی عبادت ایسی فضیلت کی حامل ہوتی ہے جو کسی اور عبادت میں نہیں ہوتی۔ عبادت میں مشقت جتنی زیادہ ہوگی اجر اتنا ہی بڑا ہوگا۔ (iv) بندے کی اپنے گناہ پر ندامت اور تاسف کے مطابق اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ جو کوئی گناہ کی پروا نہیں کرتا اور گناہ کے ارتکاب پر کوئی حرج محسوس نہیں کرتا، تو اس کی توبہ عیب دار اور کھوکھلی ہے اگرچہ وہ اس زعم میں مبتلا ہوتا ہے کہ اس کی توبہ مقبول ہے۔ (v) جب قلب مخلوق سے کٹ کر کامل طور پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ متعلق ہو جائے، تو یہ بھلائی اور شدت (تنگی) کے زوال کی علامت ہے۔ (vi) ان تینوں اصحاب پر یہ اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم تھا کہ اس نے ان کو کسی ایسے وصف سے موصوف نہیں کیا جو ان کے لیے عار کا باعث ہو، چنانچہ فرمایا: خلفوا اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اہل ایمان ان کو پیچھے چھوڑ گئے تھے یا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کو ان لوگوں سے پیچھے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چھوڑ دیا گیا، جن کو ان کی معذرت کے قبول یا رد کے سلسلے میں علیحدہ کر دیا گیا تھا اور یہ کہ ان کا پیچھے رہ جانا بھلائی سے روگردانی کی بنا پر نہ تھا، اسی لئے (تخلفوا) کا لفظ استعمال نہیں فرمایا۔ (تفسیر سعدی:1107/2)

(2) سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں ساتھیوں کے واقعہ سے بہت سے فوائد مستنبط ہوتے ہیں۔

(i) مومن بندوں پر لازم ہے کہ ہمیشہ سچ بولیں۔ منافقین نے غزوہ تبوک کے موقع پر جھوٹے عذر پیش کر کے دنیا میں اپنی جانیں چھڑا لیں لیکن آخرت کا عذاب اپنے سر لے لیا۔

(ii) امیر المومنین اگر مناسب جانے تو بعض افراد کے بارے میں مقاطعہ کا فیصلہ کر سکتا ہے۔

(iii) بعض مرتبہ ابتلاء پر ابتلاء ہو جاتا ہے۔ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی میں اور مقاطعہ کی مصیبت میں مبتلا تو تھے اوپر سے شاہ غسان کا یہ خط ملا کہ تم ہمارے پاس آ جاؤ ہم تمہاری قدر دانی کریں گے۔

(iv) سیدنا کعب رضی اللہ عنہ مقاطعہ کے باوجود مسجد میں حاضر ہوتے رہے نمازیں پڑھتے رہے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سلام بھی پیش کرتے رہے۔

(v) جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم آ جائے تو اس کے مقابلہ میں کسی عزیز قریب کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ جو سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی تھے اور انہیں سب سے زیادہ محبوب تھے جب انہیں سلام کیا تو جواب نہیں دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے سلام اور کلام کی ممانعت تھی۔

(vi) جب آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں تینوں حضرات کی توبہ قبول فرمانے کا ذکر تھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں ساتھیوں کو جلد سے جلد بشارت دینے کی کوشش کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دینی معاملات میں کسی کو کوئی کامیابی حاصل ہو جائے جس کا اسے علم نہ ہو تو اسے بشارت دینی چاہئے اور اس میں جلدی کرنی چاہئے۔

(vii) پھر جب سیدنا کعب رضی اللہ عنہ توبہ کا اعلان سننے کے بعد اپنے گھر سے نکلے تو صحابہ حضرات نے جوق در جوق ان سے ملاقاتیں کیں اور برابر انہیں مبارکبادیاں دیتے رہے یہ مبارک بادی توبہ قبول ہونے پر تھی۔ معلوم ہوا کہ دینی امور میں اگر کسی کو کامیابی ہو جائے تو اسے مبارک بادی دینا چاہئے۔ (viii) جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سیدنا کعب رضی اللہ عنہ پہنچے تو سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور دوڑ کر ان سے مصافحہ کیا اور مبارک بادی دی اس سے معلوم ہوا کہ زبانی مبارک باد کے ساتھ عملی طور پر بھی مبارک باد دینا مستحب ہے۔

(ix) آئندہ کے لیے گناہ نہ کرنے کا عہد کرنا اور جو کچھ گناہ کیا ہو اس پر سچے دل سے نادم ہونے سے توبہ قبول ہو جاتی ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(اورحقوق اللہ اورحقوق العباد کی تلافی کرنا بھی لازم ہوتا ہے) لیکن توبہ کو اقرب الی القبول بنانے کے لیے مزید کوئی عمل کرنا مستحب ہے۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے توبہ قبول ہوجانے کے بعد جو یہ عرض کیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے بطور صدقہ اپنا پورا مال خرچ کرنے کی نیت کی ہے یہ نیت اگر پہلے سے تھی تو صلوٰۃ التوبہ کی طرح ایک عمل ہے اور اگر بعد میں نیت کی تھی تو بطور ادائے شکر تھی۔

(x) سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میری توبہ کا یہ بھی جزو ہے کہ میں اپنا پورا مال بطور صدقہ خرچ کردوں اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب خرچ نہ کرو کچھ مال روک لو۔ اس پر انہوں نے کہا تو میں اپنا خیبر والا حصہ روک لیتا ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ پورا مال صدقہ کرکے پریشانی میں نہ پڑا جائے۔ البتہ اگر کسی نے پورا مال صدقہ کرنے کی نیت مان لی (جو زبان سے ہوتی ہے) تو اس کو پورا مال صدقہ کرنا واجب ہے لیکن اس سے بھی یوں کہا جائے گا کہ اپنے اور اپنے بال بچوں کے لیے بقدر ضرورت کچھ روک لے اور آئندہ جب مال تیری ملکیت میں آجائے تو جو مال روک لیا تھا اسی جنس کا مال صدقہ کردینا تاکہ نذر پر پوری طرح عمل ہوجائے۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں چونکہ نذر نہیں تھی محض نیت تھی اس لیے جتنا مال روک لیا تھا اس کے برابر میں صدقہ کرنے کا ذکر حدیث میں نہیں ہے۔

(xi) جو شخص جس قدر کسی گناہ سے بچنے کا اہتمام کرنے کا عہد کرلیتا ہے اسے عموماً ایسے مواقع پیش آتے رہتے ہیں جن میں اس گناہ کے کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور یہ ایک بڑا امتحان ہوتا ہے۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے چونکہ ہمیشہ سچ بولنے کا عہد کرلیا تھا اس لیے اس بارے میں ان کا بار بار امتحان ہوتا رہتا تھا۔ (انوار البیان: 661,660/2)

(3) امام احمد بن حنبل کی نسبت منقول ہے کہ قرآن مجید کی کوئی آیت انہیں اس قدر نہیں رلاتی تھی جس قدر یہ آیت اور سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت۔ اس سے معلوم ہوا کہ:

(i) خدمت حق میں تساہل ایک مومن کے لیے کیسا سخت جرم ہے۔

(ii) مسلمانوں کی اطاعت وامتثال کا کیا حال تھا کہ جونہی انقطاع علائق کا حکم ہوا، تمام شہر نے بہ یک دفعہ رخ پھیر لیا۔ چوری چھپے بھی کسی نے اس حکم کی خلاف ورزی نہیں کی۔ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا حال خود سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کی زبان سے سن چکے ہو جب انہوں نے کہا، تم تو اس سے بے خبر نہیں ہو سکتے کہ سچا مسلمان ہوں؟ تو سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے صرف یہی کہا کہ اللہ ورسولہ اعلم۔ (ترجمان القرآن: 118/2)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ'' (119)

سوال: سچ بولنے کے حکم کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا ... مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو مخاطب کر کے انہیں ایمان کے تقاضے تقویٰ کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کے احکامات کی اطاعت کرنا اور اس کے عذابوں کے خوف سے اس کے نواہی سے اجتناب کر کے تقویٰ اختیار کرنا۔

(2) ﴿وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ'' اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو تقویٰ کا لازمی تقاضا پورا کرنے کا حکم دیا ہے کہ ہمیشہ سچ بولو، اپنے اوپر سچ لازم کر لو، سچے بن جاؤ گے اور تباہیوں سے بچ جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری پریشانیاں دور کر دے گا اور تمہیں الجھنوں سے نکال دے گا۔ (مختصر ابن کثیر: 770/1)

(3) اللہ تعالیٰ نے جب یہ بیان فرمایا کہ اس نے تینوں کی اس مشکل اور تنگی کو کس طرح دور فرمایا ہے جب مسلمانوں نے پچاس دنوں تک ان سے قطعی طور پر ہر تعلق منقطع کر لیا تھا حتیٰ کہ ان کی اپنی جانیں بھی ان پر دوبھر ہو گئیں اور تمام تر وسعت کے باوجود زمین بھی انہیں تنگ محسوس ہونے لگی اور انہیں کچھ سجھائی نہ دیتا تھا کہ وہ کیا کریں لیکن انہوں نے ان تمام کٹھن حالات میں بھی صبر کا دامن نہ چھوڑا، اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سر اطاعت جھکائے رکھا اور ہر طرح صبر و ثبات کا مظاہرہ کیا اور اپنے پیچھے رہ جانے کے بارے میں انہوں نے جو سچ بولا تھا اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی تمام مشکلات آسان فرما دیں، یہ چونکہ بغیر کسی شرعی عذر کے جہاد سے پیچھے رہے تھے اس لیے پچاس دن کے مقاطعہ کی صورت میں انہیں یہ سزا دی گئی لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو شرف قبولیت سے نوازا اور ان کے سچ بولنے کا انجام بالآخر ان کے لیے بہتر ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ان کی توبہ کو قبول فرما لیا بلکہ مومنوں کو حکم دیتے ہوئے فرمایا: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔'' (المصباح المنیر: 174/3)

(4) قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے: نیت میں سچ، عمل میں سچ، رات اور دن سچ اور کھلے چھپے سچ بولو۔ (ابن ابی حاتم: 1907/6)

(5) یعنی ان لوگوں کے ساتھ رہو جو اپنے اقوال، افعال اور احوال میں سچے ہیں۔ جن کے اقوال سچے ہیں، جن کے اعمال و احوال صدق پر مبنی ہیں، جو کسل مندی اور فتور سے خالی اور برے مقاصد سے محفوظ ہیں، جو اخلاص اور نیک نیتی پر مشتمل ہیں۔ صدق نیکی کی طرف راہ نمائی کرتا ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ﴾ ''یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کی سچائی نفع دے گی۔'' (المائدہ:119)(تفسیر سعدی:2/1107,1108)

(6) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يَكُونَ صِدِّيقًا، وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ كَذَّابًا﴾ ''بے شک سچ آدمی کو نیکی کی طرف بلاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور ایک شخص سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ صدیق کا لقب اور مرتبہ حاصل کر لیتا ہے اور جھوٹ نافرمانی کی طرف راہ نمائی کرتا ہے اور نافرمانی جہنم کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی یقیناً جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔'' (بخاری:6094)

(7) اصلاح بین الناس یا بعض دیگر موقعوں پر جھوٹ بولنے کی اجازت دی گئی ہے، وہ مستثنیٰ ہے۔

(8) سیدنا عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن میری والدہ نے مجھے بلایا اس وقت رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے۔ میری والدہ نے کہا میں تجھے دے رہی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے کیا چیز دینے کا ارادہ کیا تھا؟'' انہوں نے کہا کہ میں نے کھجور دینے کا ارداہ کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تو اسے کچھ بھی نہ دیتی تو تیرے اعمال نامہ میں ایک جھوٹ لکھا جاتا۔'' (مشکوۃ:416)

(9) سیدنا عبداللہ بن کعب بن مالک سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر چلتے تھے (جب وہ نابینا ہو گئے تھے) سیدنا عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ غزوہ تبوک میں اپنی غیر حاضری کا قصہ بیان کر رہے تھے، کہا کہ خدا کی قسم سچ بولنے کا جتنا عمدہ پھل اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا کسی کو نہ دیا ہوگا۔ جب سے رسول اللہ ﷺ کے سامنے میں نے اس بارے میں سچی بات کہی تھی، اس وقت سے آج تک کبھی جھوٹ کا ارادہ بھی نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر یہ آیت نازل کی تھی کہ ''بے شک اللہ تعالیٰ نے نبی پر اور مہاجرین و انصار پر رحمت کے ساتھ توجہ فرمائی۔'' آخر آیت ﴿مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ تک۔ (بخاری:4678)

(10) سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرے چچا انس بن نضر رضی اللہ عنہ بدر کی لڑائی میں حاضر نہ ہو سکے اس لیے انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں پہلی لڑائی ہی سے غائب رہا جو آپ ﷺ نے مشرکین کے خلاف لڑی لیکن اب اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکین کے خلاف کسی لڑائی میں حاضری کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ دیکھ لے گا کہ میں کیا کرتا ہوں پھر جب احد کی لڑائی کا موقع آیا اور مسلمان بھاگ نکلے تو سیدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ! جو کچھ مسلمانوں نے کیا میں اس سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معذرت کرتا ہوں اور جو کچھ ان مشرکین نے کیا ہے میں اس سے بے زار ہوں۔ پھر وہ آگے (مشرکین کی طرف) بڑھے تو سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے سامنا ہوا۔ ان سے سیدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ! میں تو جنت میں جانا چاہتا ہوں اور نضر (ان کے باپ) کے رب کی قسم! میں جنت کی خوشبو احد پہاڑ کے قریب پاتا ہوں۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! جو انہوں نے کر دکھایا اس کی مجھ میں ہمت نہ تھی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس کے بعد جب سیدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ کو ہم نے پایا تو تلوار نیزے اور تیر کے تقریباً اسی زخم ان کے جسم پر تھے، وہ شہید ہو چکے تھے۔ مشرکوں نے ان کے اعضاء کاٹ دیے تھے اور کوئی شخص انہیں پہچان نہ سکا تھا۔ صرف ان کی بہن انگلیوں سے انہیں پہچان سکی تھیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم سمجھتے ہیں (یا آپ نے نریٰ کے بجائے نظن کہا) مطلب ایک ہی ہے کہ یہ آیت ان کے اور ان جیسے مومنین کے بارے میں نازل ہوئی تھی کہ ''مومنوں میں کچھ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے اس وعدے کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا'' آخر آیت تک۔ (بخاری:2805)

﴿مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ

''اہل مدینہ اور اردگرد کے دیہاتیوں کو زیبا نہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول سے پیچھے رہتے

وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا

اور نہ یہ کہ وہ اپنی جانوں کو اس کی جان سے عزیز رکھتے یہ اس وجہ سے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نہ کوئی پیاس اور نہ کوئی تھکاوٹ اور نہ

مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا

کوئی بھوک انہیں پہنچتی ہے اور نہ وہ کوئی قدم رکھتے ہیں جو کافروں کو غصہ دلائے اور نہ وہ کسی دشمن سے کوئی کامیابی حاصل کرتے ہیں

اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

مگر اس کے بدلے میں ان کے لئے ایک عمل صالح لکھ دیا جاتا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا'' (120)

سوال: غزوہ تبوک میں شریک نہ ہونے والوں کی جو مذمت کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿مَا كَانَ ... اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو غزوہ تبوک میں خواہ مخواہ رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہے اور جہاد میں شریک نہ ہوئے۔ انہوں نے اپنی جانوں کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ عزیز رکھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ﴾ ''اہل مدینہ کو زیبا نہ تھا'' مدینہ کے رہنے والے مہاجرین اور انصار۔

(3)﴿وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ﴾ ''اور اردگرد کے دیہاتیوں کو'' مدینہ کے اردگرد رہنے والے بدو جیسے مزینہ، جہینہ، غفار، اشجع اور اسلم وغیرہ۔

(4)﴿اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ﴾ ''کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول سے پیچھے رہتے'' جو لوگ جنگ میں شامل نہیں ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہے، ان کو یہ بات زیب نہیں دیتی، نہ ان کے حالات کے مناسب ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہتے۔ ان پر نبی ﷺ کی اتباع اور جہاد واجب ہے۔

(5)﴿وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ﴾ ''اور نہ یہ کہ وہ اپنی جانوں کو اس کی جان سے عزیز رکھتے'' یعنی ان کے لائق نہیں تھا کہ وہ اپنے نفوس کی راحت اور آرام کو رسول اللہ ﷺ کی تھکاوٹ اور مشقت پر ترجیح دیتے۔

(6) وہ اپنے نفس کی تو حفاظت کریں لیکن نبی ﷺ کے نفس زکیہ وکریمہ کی حفاظت سے روگردانی کریں۔

(7) اس کے برعکس ان کا رویہ ہونا چاہیے کہ نبی اکرم ﷺ اہل ایمان کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز ہوں۔

(8) ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کو اپنی ذات پر مقدم رکھے اور آپ ﷺ پر اپنی جان قربان کر دے۔ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم، آپ ﷺ سے محبت اور آپ ﷺ پر کامل ایمان کی علامت یہ ہے کہ اہل ایمان آپ کو چھوڑ کر پیچھے نہ رہیں۔ (تفسیر سعدی: 1109/2)

(9) اس کے بعد اللہ رب العزت نے اس ثواب کی امید کا ذکر فرمایا جو جہاد پر نکلنے کے لیے آمادہ کرتی ہے۔

(10)﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ﴾ ''یہ اس وجہ سے کہ بلاشبہ'' یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے۔

(11)﴿لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ﴾ ''انہیں نہ کوئی پیاس اور نہ کوئی تھکاوٹ پہنچتی ہے'' یعنی تھکاوٹ اور مشقت۔

(12)﴿وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اور نہ کوئی بھوک اللہ تعالیٰ کی راہ میں'' یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں شدید بھوک۔

(13)﴿وَلَا يَطَئُوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ﴾ ''اور نہ وہ کوئی قدم رکھتے ہیں جو کافروں کو غصہ دلائے'' یعنی دشمن کے گھروں میں گھس جانے اور ان کے علاقوں پر قبضہ کر لینے کی وجہ سے جو کافروں کو غصہ دلائے۔

(14)﴿وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا﴾ ''اور نہ وہ کسی دشمن سے کوئی کامیابی حاصل کرتے ہیں'' یعنی دشمن سے جو چیز بھی وہ چھینتے ہیں مثلاً قیدی، مقتول یا مال غنیمت یا فتح ونصرت۔

(15)﴿اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ﴾ ''مگر اس کے بدلے میں ان کے لئے ایک عمل صالح لکھ دیا جاتا ہے'' یعنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کے لیے ان میں سے ہر عمل کے بدلے عمل صالح لکھا جاتا۔

(16) یہ وہ اعمال ہیں جن پر مجاہدوں نے اجر پایا اور رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہنے والے یہ کھو بیٹھے۔

(17) جو لوگ غزوہ میں شریک نہ ہوئے ان کے لائق نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہتے اور یہ اجر عظیم گنوا دیتے۔ بھوک کا اجر، پیاس کا اجر، تھکاوٹ کا اجر، مشقت کا اجر، دشمنوں کے گھروں میں گھسنے کا اجر، ان کے علاقوں پر قبضہ کرنے کا اجر، کسی منزل پر ٹھہرنے کی وجہ سے دشمن پر جو رعب پڑتا تھا اس کا اجر، فتح و نصرت کا اجر، قیدی بنانے کا اجر، دشمن کو قتل کرنے کا اجر۔ یہ سارے اجر پیچھے رہ جانے والوں نے کھو دیے۔

(18) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا'' اللہ تعالیٰ اخلاص والوں کے اعمال ضائع نہیں کرتا۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا﴾ ''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں، یقیناً ہم ایسے لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اچھے کام کریں۔'' (الکہف:30)

(19) اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کبھی ضائع نہیں کرتے جو احسن طریقے سے اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کرتے ہیں اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرتے ہیں۔

(20) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک سے واپس ہوئے اور مدینہ منورہ سے قریب ہوئے تو فرمایا: ''مدینہ میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو پورے سفر میں تمہاری ساتھی تھے تم جو بھی راستہ چلے اور جس میدان کو بھی تم نے قطع کیا وہ لوگ تمہارے ساتھ ہی رہے۔ (یعنی اجر و ثواب میں وہ بھی تمہارے برابر کے شریک ہیں)'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! وہ مدینہ میں ہوتے ہوئے بھی ہمارے ساتھی تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، وہ مدینہ میں ہوتے ہوئے بھی تمہارے ساتھی تھے وہ عذر کی وجہ سے رک گئے تھے۔'' (بخاری:637/2)

﴿وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ

''اور نہ وہ کوئی چھوٹا خرچ کرتے ہیں اور نہ کوئی بڑا، اور نہ کوئی وادی وہ طے کرتے ہیں مگر وہ ان کے لیے لکھ دیا جاتا ہے

لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزا دے جو وہ عمل کرتے تھے'' (121)

سوال: جہاد میں خرچ کرنے والوں کے ثواب کی وضاحت ﴿وَلَا ... يَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: (1) مجاہد اللہ تعالیٰ کے راستے میں تھوڑا خرچ کریں یا زیادہ اور دشمن کی طرف بڑھنے کے لیے کوئی قدم اٹھائیں ان کے لیے لکھ لیا جاتا ہے۔

(2) ﴿وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً﴾ ''اور نہیں خرچ کرتے وہ کوئی خرچ'' یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں۔

(3) ﴿صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً﴾ ''کوئی چھوٹا اور نہ کوئی بڑا'' یعنی کم یا زیادہ مثلاً کم خرچ جیسے ایک کھجور اور زیادہ خرچ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جیسا جنہوں نے جیش عسرہ کے لیے ساز و سامان مہیا کیا تھا۔

(4) ﴿وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ﴾ ''اور نہ کوئی وادی وہ طے کرتے ہیں'' یعنی مجاہد دشمن کی طرف جانے کے لیے کوئی میدان طے کرتا ہے اتنا ہی اس کے لیے اجر لکھا جاتا ہے۔ جتنا مجاہد گھر سے دور ہوتا جاتا ہے اتنا اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا جاتا ہے۔

(5) صرف جنگ کرنا اور ہتھیار چلانا ہی جہاد نہیں ہے اس راہ میں جو تکلیفیں آنے جانے میں پیش آئیں بھوک، پیاس، دکھن، قدم اٹھانا، خرچ کرنا، وادیوں کو قطع کرنا ان سب میں ثواب ہے۔ (انوار البیان: 666/2)

(6) اس آیت کی رو سے امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان کو بھرپور اجر نصیب ہوا جیسا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک ہزار دینار لے کر آئے، (حسن بن واقع جو راوی حدیث ہیں کہتے ہیں: دوسری جگہ میری کتاب میں یوں ہے کہ وہ اپنی آستین میں لے کر آئے)، جس وقت انہوں نے جیش عسرہ کو تیار کیا، اور اسے آپ کی گود میں ڈال دیا، میں نبی اکرم ﷺ کو اسے اپنی گود میں الٹتے پلٹتے دیکھا اور یہ کہتے سنا: ''آج کے بعد سے عثمان کو کوئی بھی برا عمل نقصان نہیں پہنچائے گا'' ایسا آپ ﷺ نے دو بار فرمایا۔ (ترمذی: 3701)

(7) ﴿لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزا دے جو وہ عمل کرتے تھے'' اس میں یہ سارے اعمال بھی شامل ہیں جب ان میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص ہو۔

(8) ان آیات میں جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب ہے اور جہاد میں پہنچنے والی تکالیف پر ثواب کی امید دلائی گئی ہے نیز یہ کہ جہاد ان کے لئے ترقی درجات کا باعث ہے۔ نیز ان آیات کریمہ سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ بندہ مومن کے عمل پر مترتب ہونے والے آثار میں بہت بڑا اجر ہے۔ (تفسیر سعدی: 1109/2)

(9) سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک آدمی نکیل پڑی اونٹنی لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا: یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن اس کے عوض تجھے سات سو نکیل پڑی اونٹنیاں ملیں گی۔'' (تفسیر مظہری: 291/5)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے اور نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے گا خواہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں وہ جہاد کرے یا اسی جگہ پر رہے جہاں پیدا ہوا تھا۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا ہم لوگوں کو اس کی بشارت نہ دے دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیے ہیں، ان کے دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین میں ہے۔ اس لیے جب اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہو تو فردوس مانگو کیونکہ وہ جنت کا سب سے درمیانی درجہ ہے اور جنت کے سب سے بلند درجے پر ہے۔'' یحییٰ بن صالح نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں، یوں کہا: ''اس کے اوپر پروردگار کا عرش ہے اور وہیں سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔'' محمد بن فلیح نے اپنے والد سے وفوقہ عرش الرحمن ہی کی روایت کی ہے۔ (بخاری:2790)

(11) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک صاحب زرہ پہنے حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں پہلے جنگ میں شریک ہو جاؤں یا پہلے اسلام لاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پہلے اسلام لاؤ پھر جنگ میں شریک ہونا۔'' چنانچہ وہ پہلے اسلام لائے اور اس کے بعد جنگ میں شہید ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عمل کم کیا لیکن اجر بہت پایا۔'' (بخاری:2808)

(12) سیدنا شداد بن ہاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص جنگل کا رہنے والا رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور ایمان لایا اور آپ ﷺ کے ساتھ ہوا پھر کہنے لگا میں آپ کے ساتھ ہجرت کروں گا نبی ﷺ نے اس کے لیے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو وصیت کی۔ جب غزوۂ غنم ہوا (یعنی جس لڑائی میں مسلمانوں کو بکریاں ہاتھ آئیں) تو نبی ﷺ نے ان بکریوں کو تقسیم کیا اور اس کا بھی حصہ لگایا۔ آپ ﷺ کے اصحاب نے اس کا حصہ اس کو دیا۔ وہ ان کے سواری کے جانور چرایا کرتا تھا۔ جب اس کا حصہ دینے کو آئے تو اس نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ تیرا حصہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے تجھ کو دیا ہے۔ اس نے لے لیا اور اس کو لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تیرا حصہ میں نے دیا ہے۔'' اس نے کہا کہ میں اس لیے آپ ﷺ کے ساتھ نہیں ہوا تھا بلکہ میں نے آپ ﷺ کی پیروی اس لیے کی ہے کہ میری اس جگہ پر اور حلق کو بتلایا تیر مارا جائے (یعنی لڑائی میں) اور پھر میں مروں اور جنت میں جاؤں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تو اللہ تعالیٰ کو سچا کرے گا اللہ تعالیٰ بھی تجھے سچا کرے گا (یعنی پورا کرے گا) پھر لوگ تھوڑی دیر تک ٹھہرے۔'' اس کے بعد دشمن سے لڑنے کے لیے اٹھے (اور لڑائی شروع ہوئی) اور (کچھ دیر کے بعد) لوگ اس کو اٹھا کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے۔اس کو تیر لگا تھا اسی جگہ جہاں اس نے بتلایا تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا:''کیا یہ وہی شخص ہے؟''لوگوں نے کہا:ہاں۔آپ ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ کو اس نے سچ کیا (یعنی اللہ تعالیٰ نے جو صفات مجاہدین کی بیان فرمائی ہیں ان سب کو اس نے سچ کیا) تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو سچا کیا (یعنی اس کی مراد پوری ہوئی یہ شہید ہوا)'' پھر آپ ﷺ نے اپنے جبے کا کفن اس کو دیا اور اس کے آگے رکھا اور اس پر نماز پڑھی تو جتنا آپ ﷺ کی نماز میں سے لوگوں کو سنائی دیا تھا وہ یہ تھا آپ ﷺ فرماتے تھے:''یا اللہ یہ تیرا بندہ ہے تیری راہ میں ہجرت کر کے نکلا اور شہید ہو گیا۔ میں اس بات کا گواہ ہوں۔''(نسائی:1955)

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ

''اور یہ ممکن نہیں ہے کہ سارے کے سارے اہل ایمان ہی نکل جائیں،سو ان کے ہر گروہ میں سے کچھ لوگ کیوں نہیں نکلے

ع 15 4 4 لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾

تا کہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور تا کہ وہ اپنی قوم کو ڈرائیں جب وہ ان کی طرف واپس جائیں تا کہ وہ بچ جائیں''(122)

سوال:دین کا علم سیکھنے کی ضرورت واہمیت کی وضاحت ﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ...يَحْذَرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)یہ آیت طلب علم کے واجب ہونے کی بنیاد ہے۔

(2)یہ طلب علم اور تفقہ فی الدین کے لیے نکلنے کی مشروعیت کا مستقل حکم ہے۔(تفسیر قرطبی:2/171,172)

(3)﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً﴾''اور یہ ممکن نہیں ہے کہ سارے کے سارے اہل ایمان ہی نکل جائیں''یعنی یہ تو نہیں ہو سکتا کہ سارے مومن دشمن کے خلاف جنگ کے لیے نکل جائیں اس طرح تو سارے مصالح فوت ہو جائیں گے۔

(4)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو تنہا چھوڑ کر تمام مسلمانوں کو جہاد کے لیے نکل جانا لائق نہیں۔البتہ ہر قبیلے میں سے کچھ لوگ آپ ﷺ سے اجازت لے جائیں۔پھر جب یہ لوگ واپس آ جائیں تو ان کے بعد جو قرآن اترا ہے اسے وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے ساتھ گھروں میں تھے انہیں سکھا دیں اور کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر یہ آیات اتاری ہیں جو ہم نے یاد کر لی ہیں اور آپ ﷺ سے سیکھ لی ہیں۔پھر دوسرے چلے جائیں۔غرض یہ کہ کچھ لوگ جائیں اور کچھ علم دین سیکھنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہیں اور جب مجاہد آئیں تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہیں سکھا دیں۔یہی سلسلہ قائم رہنا چاہئے تا کہ نہ جاننے والوں کو بھی دینی مسائل کا علم ہو جائے۔(مختصر ابن کثیر:772/1)

(5)﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ﴾ ''سو ان کے ہر گروہ میں سے کچھ لوگ کیوں نہیں نکلے'' یعنی شہروں، قبیلوں اور خاندانوں میں سے ﴿طَآئِفَةٌ﴾ ایک حصہ جس سے ان کا مقصد اور کفایت حاصل ہو جاتی تو بہتر تھا۔(تفسیر سعدی:1110/2)

(6) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک اور روایت بھی ہے کہ عرب کے ہر قبیلے سے ایک جماعت آتی اور دینی مسائل سیکھ کر اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا شوق دلاتی۔انہیں نماز اور زکوۃ کے مسائل سکھاتی اور ان سے کہہ دیتی کہ جو مسلمان ہو جائے وہ ہمارا ہے۔ورنہ ہمیں اس سے کوئی تعلق نہیں اس سلسلے میں وہ کافر ماں باپ کو بھی چھوڑ بیٹھے تھے۔یہ لوگ آپ ﷺ سے دینی مسائل سیکھتے اور اپنی قوم کو جا کر بے دار کرتے۔انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈراتے اور مسلمانوں کو خوش خبریاں سناتے۔(مختصر ابن کثیر:772/1)

(7) مدینہ اور دیگر مسلمان بستیوں کو خالی کر کے سبھی لوگ نہ چلے جائیں، بلکہ ہر بڑی جماعت سے ایک گروہ جہاد کے لیے نکلے، جن سے جہاد کی ضرورت پوری ہو، اور کچھ لوگ اپنے شہر اور بستی میں بھی رہیں تا کہ مجاہدین کے گھر والوں کی دیکھ بھال کریں، ان کی ضرورتیں پوری کریں، اور شہر کی بھی نگرانی کرتے رہیں، اور جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کے لیے جائیں وہ جہاد کی کاروائیوں کے ساتھ ساتھ ان کی صحبت سے علمی فائدہ اٹھائیں، قرآن وسنت کا علم حاصل کرتے رہیں، اور جب اپنی اپنی بستیوں اور شہروں میں واپس پہنچیں تو جو کچھ اس سفر میں رسول اللہ ﷺ سے سیکھا ہے، باقی ماندہ لوگوں کو سکھائیں۔(تیسیر الرحمٰن:598,597/1)

(8) پوری قوم بیک وقت علم دین حاصل کرنے کے لیے نہ نکلے، ہر جماعت اور ہر قبیلہ کے چند افراد کو علم دین حاصل کرنا ضروری ہے اور علماء کا فرض ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے برے نتائج سے ڈرائیں۔(دعوۃ القرآن:653/2)

(9) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے نکلے تو وہ لوٹنے تک اللہ کی راہ میں (شمار) ہو گا۔''(ترمذی:2647)

(10) سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس ہدایت اور علم کی مثال، جس کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے، مثل تیز بارش کے ہے جو زمین پر برسے، تو جو زمین صاف ہوتی ہے وہ پانی کو جذب کر لیتی ہے پھر اس سے بہت سارا چارا اور گھاس اگتی ہے اور جو زمین سخت ہوتی ہے وہ پانی روک لیتی ہے۔پھر اللہ تعالیٰ اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ (اس کو) پیتے ہیں اور (اپنے جانوروں کو) پلاتے ہیں اور زراعت (کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیراب) کرتے ہیں اور کچھ بارش (زمین کے) دوسرے حصہ کو پہنچی کہ جو بالکل چٹیل میدان ہے نہ پانی کو روکتا ہے اور نہ سبزہ اگاتا ہے۔ پس یہی مثال ہے اس شخص کی جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کی سمجھ حاصل کی اور جس چیز کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے، اس کو فائدہ دے اور وہ (اس کو) پڑھے اور پڑھائے اور مثال اس شخص کی جس نے اس کی طرف سر (تک) نہ اٹھایا اور اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت کو، جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں قبول نہ کیا۔ (بے آب بنجر زمین اور چٹیل میدان کی ہے)۔" (بخاری:79)

(11) ﴿لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ﴾ "تاکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں" یعنی دین کے احکامات اور شریعت کے اسرار سیکھتے۔ (ایسر التفاسیر:586) اس سے مراد پیچھے بیٹھ رہنے والے ہیں۔

(12) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو دعا دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے بارگاہ الٰہی میں یوں عرض کیا: ﴿اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ﴾ "اے اللہ! اسے دین کی سمجھ نصیب فرما۔"

(13) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ﴿تفقهوا قبل ان تسودوا﴾ یعنی اس سے پہلے کہ تمہیں سرداری سپرد کی جائے تم دین کی سمجھ حاصل کرو (یعنی نوعمری ہی سے فقہ میں لگنا چاہیے) (بخاری:17/1)

(14) کثیر بن قیس کہتے ہیں کہ میں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے ساتھ دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں ان کے پاس ایک شخص آیا اور ان سے کہنے لگا: اے ابوالدرداء! میں آپ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے شہر سے اس حدیث کے لیے آیا ہوں جس کے متعلق مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ اسے نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں میں آپ کے پاس کسی اور غرض سے نہیں آیا ہوں، اس پر ابوالدرداء نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "جو شخص طلب علم کے لیے راستہ طے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اسے جنت کی راہ چلاتا ہے اور فرشتے طالب علم کی بخشش کی دعا کرتے ہیں یہاں تک کہ مچھلیاں پانی میں دعائیں کرتی ہیں، اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہی ہے جیسے چودھویں رات کی تمام ستاروں پر، اور علماء انبیاء کے وارث ہیں، اور نبیوں نے اپنا وارث درہم و دینار کا نہیں بنایا بلکہ علم کا وارث بنایا تو جس نے علم حاصل کیا اس نے ایک وافر حصہ لیا۔" (ترمذی:3641)

(15) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم لوگوں کو اس طرح پاؤ گے جیسے (سونے چاندی کی) کانیں ہوتی ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے اندر مختلف قسم کی قوت اور استعداد رکھی ہے) جاہلیت کے زمانہ میں جو لوگ (مکارم الاخلاق اور محاسن الاعمال کے اعتبار سے) بہتر تھے اسلام میں بھی وہ بہتر ہوں گے جب کہ وہ فقیہ ہو جائیں (یعنی دین کی سمجھ حاصل کر لیں)۔" (مسلم:307)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(16) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جو میری بات کو سنے اور یاد رکھے اور اسے دوسروں تک پہنچائے کیونکہ بہت سے حامل فقہ ایسے ہوتے ہیں جو خود فقیہ نہیں ہوتے اور بہت سے حامل فقہ ایسے ہوتے ہیں جو اس شخص کو پہنچا دیتے ہیں جو ان سے زیادہ فقیہ ہو۔'' (مشکوٰۃ المصابیح:35)

(17) سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ خطبہ میں فرما رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرے اسے دین کی سمجھ عنایت فرما دیتا ہے اور میں تو محض تقسیم کرنے والا ہوں، دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اور یہ امت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر قائم رہے گی اور جو شخص ان کی مخالفت کرے گا انھیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم (قیامت) آ جائے (اور یہ عالم فنا ہو جائے)۔'' (بخاری:71)

(18) ﴿وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ ''اور تا کہ وہ اپنی قوم کو ڈرائیں جب وہ ان کی طرف واپس جائیں تا کہ وہ بچ جائیں'' تا کہ وہ علم شریعت حاصل کرتے، اس کے معانی کی معرفت حاصل کرتے اور پھر دوسروں کو تعلیم دیتے اور جب واپس لوٹتے تو اپنی قوم کو ڈراتے۔ اس سے علم کی فضیلت مستفاد ہوتی ہے خاص طور پر دین میں سمجھ کی فضیلت، نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ﴿تفقه فی الدین﴾ بہت اہم معاملہ ہے۔ اس آیت کریمہ میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ جو کوئی کسی قسم کا علم حاصل کرتا ہے تو اس پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس علم کو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں پھیلائے۔ اس بارے میں ان کے ساتھ خیر خواہی کرے، کیونکہ عالم سے علم کا پھیلنا اس کی برکت اور اس کا اجر ہے جو بڑھتا رہتا ہے۔ رہا عالم کا اپنے آپ پر اقتصار کرنا، حکمت و دانائی اور بہترین نصیحت کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف دعوت نہ دینا، جہال کو ان امور کی تعلیم دینا ترک کر دینا جو وہ نہیں جانتے تو اس کے علم سے مسلمانوں کو کون سا فائدہ حاصل ہوا اور اس کے علم کا کیا نتیجہ نکلا؟ بس اس کی انتہا یہ ہے کہ اس عالم کے مر جانے کے ساتھ اس کا علم بھی موت کی آغوش میں چلا جائے گا۔ یہ اس شخص کی حرماں نصیبی کی انتہا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علم و فہم سے نوازا۔ نیز اس آیت کریمہ میں ایک اہم فائدہ کی طرف راہ نمائی اور نہایت لطیف اشارہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے مصالح عامہ میں سے ہر مصلحت کے لیے کچھ لوگوں کو تیار کریں جو ان مصالح کا انتظام کریں اور ان مصالح کے حصول کے لیے ہمہ وقت جدوجہد کریں اور وہ دیگر امور کی طرف التفات نہ کریں، تا کہ ان مصالح کا اچھی طرح انتظام ہو، تا کہ مسلمانوں کے مفادات کی تکمیل ہو اور تمام مسلمانوں کا مقصد ایک ہو اور وہ ہے ان کے دین و دنیا کے مصالح کا قیام۔ اگرچہ راستے مختلف ہوں، مشرب متعدد ہوں، کام ایک دوسرے سے جدا ہوں، مگر مقصد ایک ہو۔ تمام امور میں یہ عام حکمت نافعہ ہے۔ (تفسیر سعدی:1110/2)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(19) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جہاد سے واپس پلٹنے والے غازیوں کو ذمہ داری سونپی ہے کہ وہ اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرائیں، جہاد سے پیچھے رہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی جو ناراضگی اور غصہ ہے اس سے مسلمانوں کو آگاہ کریں۔ منافقین جہاد سے پیچھے رہتے تھے، ان کے طرز عمل کو اختیار کرنے سے لوگوں کو بچائیں، دن رات دعوت دین میں مصروف رہیں۔ لوگوں کو جہاد کے لئے ابھاریں، جہاد کے محاذوں پر جس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کا دین سیکھا ہے، اللہ تعالیٰ کی مدد کو اپنی آنکھوں سے اترتے دیکھا ہے وہ بیان کریں تا کہ پوری قوم غلبہ دین کے لیے اٹھ کھڑی ہو اور آخرت کے عذاب سے ڈر کر جہاد کی راہوں کو اختیار کرے۔ (دعوۃ القرآن: 653/2)

(20) یعنی علم اور عمل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں۔ (ایسر التفاسیر: 586)

(21) ﴿لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ ''تا کہ وہ بچ جائیں'' پھر وہ اپنے اعمال کی اصلاح کریں۔ (تفسیر قاسمی: 359/8)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ۭ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کے ساتھ لڑو کافروں میں سے جو تمہارے قریب ہیں اور لازم ہے کہ وہ تم میں کچھ سختی پائیں

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾

اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ یقیناً متقی لوگوں کے ساتھ ہے'' (123)

سوال: قریب رہنے والے کافروں سے جہاد کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ ... الْمُتَّقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' یعنی اے لوگو! جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر اور اس کے وعدوں اور اس کی وعیدوں پر ایمان لائے۔ (ایسر التفاسیر: 588,587)

(2) ﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ﴾ ''ان لوگوں کے ساتھ لڑو کافروں میں سے جو تمہارے قریب ہیں'' اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ پہلے ان کافروں سے جہاد کریں جو ان کے قریب ہیں پھر جو ان سے قریب ہیں غرضیکہ کہ اسلامی مرکز کے قریب والے کافروں سے جہاد کرتے ہوئے آگے بڑھیں۔ (مختصر ابن کثیر: 772/1)

(3) قریب کے کافروں سے مراد منافق اور کافر ہمسائے ہیں۔

(4) ﴿وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً﴾ ''اور لازم ہے کہ وہ تم میں کچھ سختی پائیں'' جنگی معاملات کی تدبیر میں اہل ایمان کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

راہ نمائی کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس امر کی راہ نمائی فرمائی ہے کہ ان کفار سے ابتدا کی جائے جو سب سے قریب ہیں۔ان سے سخت رویہ رکھا جائے اور جنگ میں ان کا نہایت سختی، بہادری اور ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ کیا جائے۔(تفسیر سعدی:2/1111)

(5)﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾''اور جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہے''اللہ تعالیٰ اپنی نصرت سے متقیوں کے ساتھ ہے۔

(6)یعنی تمہیں یہ علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد تقویٰ کے مطابق نازل ہوتی ہے،اس لئے تقویٰ کا التزام کرو،اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے دشمن کے خلاف تمہیں نصرت سے نوازے گا۔(تفسیر سعدی:2/1111)

(7)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں کی طرف دیکھتا ہے اور نہ ہی تمہاری صورتوں کو دیکھتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں سے اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کیا۔''(مسلم:6542)(8)متقی اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾''اور اللہ تعالیٰ متقیوں کا دوست ہے۔''(الجاثیہ:19)

(9)قبولیت اہل تقویٰ ہی کو حاصل ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ﴾''بے شک اللہ تعالیٰ تو صرف متقیوں ہی سے قبول کرتا ہے۔''(المائدہ:27)

﴿وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ

''اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تم میں سے کس کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا؟ چنانچہ جو لوگ

اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾

ایمان لائے،سو ان کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا ہے اور وہ اس سے بہت خوش ہوتے ہیں''(124)

سوال:نزول قرآن کے وقت منافقوں اور مومنوں کا جو حال ہوتا ہے،اس کی وضاحت ﴿وَاِذَا ... يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ﴾''اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے''منافقوں اور مومنوں کا قرآن حکیم کے نزول پر جو حال ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے جس میں اوامر و نواہی نازل کیے گئے ہوں یا محمد ﷺ کے بارے میں خبر دی گئی ہو یا جہاد کی ترغیب دی گئی ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ﴾ ''تو ان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں'' منافقین کہتے ہیں۔

(3)﴿اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا﴾ ''کہ تم میں سے کس کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا؟'' جب کوئی آیت اترتی ہے تو منافق آپس میں کہتے ہیں کہ اس سے کس کا ایمان بڑھا ہے؟ (مختصر ابن کثیر:773/1)

(4) یعنی تم میں سے کس کو ایمان میں اس سورت نے زیادہ کیا، یعنی اس بات کی تصدیق میں کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یقیناً محمد ﷺ اپنی نبوت میں سچے ہیں۔ (تفسیر منیر:86/6)

(5) پھر اللہ تعالیٰ مومنوں کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا﴾ ''چنانچہ جو لوگ ایمان لائے، سو ان کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا ہے'' اس سورت کے علم، اس کے فہم، اس پر اعتقاد، اس پر عمل، بھلائی کے کام میں رغبت اور برائی کے کام سے رکنے کے ذریعے سے ان لوگوں کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے جو اہل ایمان ہیں۔ (تفسیر سعدی:1112/2)

(6) رب العزت کا فرمان ہے:﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾ ''بلاشبہ مومن وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں وہ ان کو ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر اعتماد کرتے ہیں۔'' (الانفال:2)

(7) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایمان جب قلب میں آتا ہے تو ایک سفید نورانی نقطہ جیسا ہوتا ہے، پھر جوں جوں ایمان میں ترقی ہوتی ہے یوں یہ سفیدی بڑھتی جاتی ہے، یہاں تک کہ سارا قلب نورانی ہو جاتا ہے، اسی طرح کفر و نفاق شروع میں ایک سیاہ داغ کی طرح قلب پر لگتا ہے، پھر جوں جوں معاصی کا ارتکاب اور کفر کی شدت بڑھتی جاتی ہے نقطہ بڑھتا رہتا ہے، یہاں تک کہ پورا قلب سیاہ ہو جاتا ہے۔ (تفسیر مظہری)

(8) اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کو کہا کرتے تھے کہ کچھ دیر مل کر بیٹھو، دین اور آخرت کی باتوں کا مذاکرہ کرو تا کہ ہمارا ایمان بڑھے۔ (معارف القرآن:494/4)

(9)﴿وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ ''اور وہ اس سے بہت خوش ہوتے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو جو اپنی آیات سے نوازا ہے اور ان کا فہم حاصل کرنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق بخشی ہے اس پر وہ ایک دوسرے کو خوش خبری دیتے ہیں۔ یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ اہل ایمان کو آیات الٰہی پر انشراح صدر، اطمینان قلب اور سرعت اطاعت حاصل ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ یہ آیات ان کو اس امر کی ترغیب دیتی ہیں۔(تفسیر سعدی:1112/2)

﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ

''لیکن وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے تو اس نے ان کو گندگی میں اور گندگی کے ساتھ زیادہ کر دیا اور وہ اس حال

وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ﴾

میں مرے کہ وہ کافر تھے''(125)

سوال: قرآن مجید سن کر منافقوں کے شک میں اضافہ ہوتا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ... كٰفِرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ ''لیکن وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے'' یعنی جن کے دلوں میں شک، کفر اور نفاق ہے، جن کا اعتقاد کمزور ہے۔(تفسیر منیر:88/6)

(2)﴿فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ﴾ ''تو اس نے ان کو گندگی میں اور گندگی کے ساتھ زیادہ کر دیا'' یعنی قرآن مجید کی آیات سن کر منافقون کے دلوں اور نفوس کی گندگی میں اضافہ ہوتا ہے یعنی شک اور نفاق میں اضافہ ہوتا ہے۔

(3) ان کے کفر اور نفاق پر کفر کا اضافہ ہوتا ہے۔

(4) ان کے مرض کے ساتھ مرض اور ان کے شک کے ساتھ مزید شک کا اضافہ ہوتا گیا، کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کیا۔ ان کے خلاف عناد رکھا اور ان سے روگردانی کی تھی۔ بنا بریں ان کا مرض بڑھ گیا تو اس مرض نے ان کو ہلاکت کے گڑھے میں پھینک دیا۔(تفسیر سعدی:1112/2)

(5) رب العزت نے اس کتاب کے دو گروہوں پر ہونے والے اثرات کے بارے میں واضح فرمایا:﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا﴾ ''اور ہم اس قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور جو ظالموں کو خسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا۔''(بنی اسرائیل:82)

(6)﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ۭ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ جو لوگ ایمان لاتے ہیں یہ (قرآن) ان کے لئے ہدایت اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شفا ہے، اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے یہ ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور وہ ان کے حق میں اندھا پن ہے، یہی لوگ ہیں جنہیں دور کی جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔'' (فصلت:44)

(7)﴿وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ''اور وہ اس حال میں مرے کہ وہ کافر تھے'' یہ ان کے لیے سزا ہے، کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا، اس کے رسول کی نافرمانی کی، اس لئے اس کی پاداش میں اس دن تک کے لیے ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا، جس روز وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے۔ (تفسیر سعدی:2/1112)

(8) ان آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ ایمان گھٹتا بڑھتا ہے۔ مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے ایمان کو ٹٹولتا اور اس کی حفاظت کرتا رہے، اس کی تجدید اور نشوونما کرتا رہے، تاکہ اس کا ایمان ترقی کی طرف گامزن رہے۔ (تفسیر سعدی:2/1113)

﴿اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ

''اور کیا وہ دیکھتے نہیں کہ یقیناً ایک بار یا دو بار وہ ہر سال آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں؟ پھر بھی وہ نہ توبہ کرتے ہیں

وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ﴾

اور نہ ہی وہ نصیحت حاصل کرتے ہیں'' (126)

سوال: منافقوں کا آزمائشیں آنے پر کیا طرز عمل ہوتا ہے، اس کی وضاحت ﴿اَوَلَا ... يَذَّكَّرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ﴾ ''اور کیا وہ دیکھتے نہیں کہ یقیناً ایک بار یا دو بار وہ ہر سال آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں؟'' یعنی کیا ان منافقوں کو معلوم نہیں کہ انہیں سال میں ایک یا دو بار آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے، ان کو امراض، بھوک یا قحط لاحق ہوتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کے احکامات کے ذریعے سے انہیں آزمایا جاتا ہے۔ پھر بھی یہ نہ تو سابقہ گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور نہ مستقبل کے لیے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

(2) قریش پر اللہ تعالیٰ نے قحط سالی کا عذاب مسلط کیا۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے پہلے بھی یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ جب قریش نے آپ ﷺ کی مخالفت کی تو آپ ﷺ نے انہیں بددعا دی: ''اللہ تعالیٰ کو سات سال تک قحط میں مبتلا رکھ، جس طرح تو نے سیدنا یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں سات سال تک مستقل قحط کو قائم رکھا تھا۔'' چنانچہ ان پر ایسا قحط پڑا کہ لوگوں نے بھوک کے مارے مردار اور چمڑے کھائے، یہاں تک کہ جب لوگ آسمان کی طرف دیکھتے تھے تو وہ ان کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دھوئیں کی طرح نظر آتا تھا، یہ حالت دیکھ کر ابوسفیان آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اے محمد! تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہو، حالانکہ خود تمہاری قوم تباہ ہو رہی ہے۔ اس کے لیے خدا سے دعا کرو، آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور بارش ہوئی جس نے قحط کی مصیبت کو دور کر دیا، اس کے بعد پھر قریش نے حسب دستور آپ ﷺ کی مخالفت شروع کی تو قیام مکہ ہی کے زمانے میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی زبان سے یہ پیشین گوئی قریش کو سنائی کہ آئندہ اس کا انتقام ایک اور سخت گرفت سے لیا جائے گا، وہ گرفت بدر کی لڑائی تھی چنانچہ سورۃ دخان کی ان آیتوں میں اسی واقعہ کا ذکر ہے: ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ (۱۰) يَّغْشَى النَّاسَ ۭ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۱۱) رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ (۱۲) اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ (۱۳) ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ (۱۴) اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَاۗىِٕدُوْنَ (۱۵) يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ (۱۶)﴾ ''چنانچہ آپ انتظار کریں اس دن کا جب آسمان واضح دھواں لے آئے گا۔ وہ لوگوں پر چھا جائے گا، یہ ہے دردناک عذاب۔ اے ہمارے رب! ہم پر سے عذاب ہٹا دے، یقیناً ہم ایمان لانے والے ہیں۔ ان کے لیے نصیحت کہاں؟ حالانکہ بلاشبہ ان کے پاس وضاحت سے بیان کرنے والا رسول آ چکا ہے۔ پھر بھی انہوں نے اس سے منہ موڑا اور کہا: ''سکھایا ہوا دیوانہ ہے'' یقیناً ہم کچھ وقت کے لیے عذاب ہٹانے والے ہیں، بے شک تم دوبارہ وہی کرنے والے ہو۔ جس دن ہم بڑی پکڑ پکڑیں گے، یقیناً ہم انتقام لینے والے ہیں۔'' (الدخان:10-16)(سیرۃ النبی:3/352,353)

(3) اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائشیں دل کی حساسیت کو بڑھانے کے لیے آتی ہیں۔ آزمائشیں اس لیے آتی ہیں تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کی باتوں کو گہرائی کے ساتھ سمجھنے کے قابل ہو جائے۔ ہر سال آنے والی آزمائشیں انسان کو اپنی بے بسی کی یاد دلاتی ہیں۔ ہر سال آنے والی آزمائشیں انسان کو آخرت کے معاملے میں دنیا کی بے ثباتی اور بے وقعتی کو یاد دلاتی ہیں۔

(4) ﴿ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ﴾ ''پھر بھی وہ نہ توبہ کرتے ہیں'' پھر بھی وہ ان برائیوں سے توبہ نہیں کرتے۔

(5) ﴿وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ﴾ ''اور نہ ہی وہ نصیحت حاصل کرتے ہیں'' یعنی انہیں سمجھ نہیں آتی کہ کون سی چیز انہیں فائدہ دیتی ہے کہ اسے اختیار کریں اور کیا چیز نقصان دیتی ہے کہ اسے ترک کر دیں۔

(6) توبہ تذکر کے نتیجے کا نام ہے۔ (i) تذکر کا مطلب ہے سبق لینا ایک چیز کو دوسری چیز سے مربوط کر کے دیکھنا۔

(ii) ایک واقعے کو دوسرے واقعے سے جوڑ کر دیکھنا۔ (iii) ظاہری واقعات میں پوشیدہ واقعات کو دیکھنا۔

(iv) وہ واقعات جو ابھی پیش نہیں آئے ان کو پیش آنے والی چیزوں کے آئینے میں پڑھ کر دیکھنا تذکر کہلاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ؕ

''اور جب کوئی سورت اتاری جاتی ہے تو ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں کہ کیا تمہیں کوئی ایک دیکھ رہا ہے؟ پھر وہ واپس پلٹ جاتے

صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ﴾

ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو پھیر دیا ہے اس لیے کہ یقیناوہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں۔'' (127)

سوال: منافق حق پر نہیں جمتے، اس کی وضاحت ﴿وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ ... لَّا يَفْقَهُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ﴾ ''اور جب کوئی سورت اتاری جاتی ہے تو ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں کہ کیا تمہیں کوئی ایک دیکھ رہا ہے؟'' سورت کے نازل ہونے کا مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ لوگ ایمان لائیں اور اس پر عمل کریں لیکن منافقوں کا سورت نازل ہونے پر یہ حال ہوتا ہے کہ وہ عمل نہ کرنے کا ارادہ لے کر ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں اور ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ کہیں کوئی ہمیں دیکھتا تو نہیں۔

(2) ﴿ثُمَّ انْصَرَفُوْا﴾ ''پھر وہ واپس پلٹ جاتے ہیں'' پھر وہ منہ موڑ لیتے ہیں یعنی حق پر جمتے نہیں۔ نہ حق قبول کرتے ہیں، نہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ (49) كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ (50) فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ (51)﴾ ''تو انہیں کیا ہے کہ وہ نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں؟ گویا کہ وہ بدکنے والے جنگلی گدھے ہیں۔ جو شیر سے بھاگے ہیں۔'' (المدثر:49-51)

(3) ﴿فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ (36) عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ (37)﴾ ''پھر کافروں کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ کی طرف دوڑے چلے آنے والے ہیں؟ دائیں بائیں سے گروہ در گروہ۔'' (المعارج:36,37)

(4) ﴿صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے ان کے دل پھیر دیے ہیں'' اللہ تعالیٰ جزا عمل کی جنس سے ہی دیتے ہیں تو جیسے وہ عمل سے منہ پھیر لیتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی انہیں ہدایت اور ایمان سے روک دیتے ہیں۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ ''پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (الصف:5)

(5) ﴿بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ﴾ ''اس لیے کہ یقیناوہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں'' یعنی وہ ایسی سمجھ نہیں رکھتے جو ان کو فائدہ دے، کیونکہ اگر وہ سمجھ رکھتے ہوتے، تو جب کوئی سورت نازل ہوتی، وہ اس پر ایمان لا کر اس کے احکام کی تعمیل کرتے۔ اس کا مقصد جہاد وغیرہ شرائع ایمان سے ان کی شدت نفور کو بیان کرنا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں فرماتا ہے:﴿فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ﴾ ''چنانچہ جب کہ ایک محکم سورت اتار دی جاتی ہے اور اس میں جنگ کا ذکر کیا جاتا ہے آپ دیکھتے ہیں ان لوگوں کو جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ آپ کی طرف دیکھتے ہیں ایسے شخص کی طرح دیکھنا جس پر موت سے غشی ڈال دی گئی ہو۔'' (محمد:20)(تفسیر سعدی:1113/2)

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ

''بلاشبہ تمہارے پاس یقیناً تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آیا ہے اس پر گراں ہے جو تم مشقت میں پڑو، تم پر بہت حرص رکھنے والا ہے،

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾

مومنوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت مہربان ہے'' (128)

سوال: رسول اللہ ﷺ کی بعثت اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہے، اس کی وضاحت ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ ... رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ﴾ ''بلاشبہ تمہارے پاس یقیناً ایک عظیم رسول آیا ہے'' بلاشبہ تمہارے پاس کریم اور عظیم رسول آئے ہیں۔ نبی ﷺ کی بعثت مومنوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔

(2)﴿مِّنْ اَنْفُسِكُمْ﴾ ''تم ہی میں سے'' اللہ تبارک وتعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ اس نے انسانوں کی ہدایت کے لیے انسانوں میں سے رسول بھیجا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول ان ہی میں سے بھیجا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے یقیناً وہ کھلی گمراہی میں تھے۔'' (الجمعہ:2)

(3)﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر یقیناً احسان فرمایا کہ جب ان ہی میں سے ایک رسول ان میں مبعوث فرمایا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔'' (آل عمران:164)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾ ''اس پر گراں ہے جو تم مشقت میں پڑو'' یعنی نبی ﷺ پر تمہاری تکلیف اور مشقت گراں گزرتی ہے۔ تمہاری تکلیف انہیں تکلیف میں مبتلا کرتی ہے۔

(5) تمہارا آگ میں جانا ان پر گراں گزرتا ہے۔ (تفسیر قرطبی:178/4)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا: ''میری اور لوگوں کی مثال ایک ایسے شخص کی ہے جس نے آگ جلائی، جب اس کے چاروں طرف روشنی ہو گئی تو پروانے اور کیڑے مکوڑے جو آگ پر گرتے ہیں اس میں گرنے لگے اور آگ جلانے والا انہیں اس میں سے نکالنے لگا لیکن وہ اس کے قابو میں نہیں آئے اور آگ میں گرتے ہی رہے۔ اسی طرح میں تمہاری کمر کو پکڑ پکڑ کر آگ سے تمہیں نکالتا ہوں اور تم ہو کہ اسی میں گر جاتے ہو۔'' (بخاری:6483) یعنی جو لوگ گناہ نہیں چھوڑتے وہ اپنے اعمال کو دوزخ میں ڈالنے کا سبب بنتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جو گناہوں پر وعیدیں بتائی ہیں اور عذاب کی خبریں دی ہیں ان پر دھیان نہیں دیتے۔

(7)﴿حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ﴾ ''تم پر بہت حرص رکھنے والا ہے'' نبی ﷺ لوگوں کے لیے نیکی پسند کرتے تھے اور انہیں خیر پہنچانے کے لیے پوری کوشش کرتے تھے۔ نبی ﷺ برائی کو سخت ناپسند کرتے ہیں اور برائی سے نفرت دلاتے ہیں۔

(8) وہ تمہاری ہدایت کے حریص ہیں اور ہر اس چیز کے جس میں تمہارے لیے خیر اور سعادت ہو۔ (ایسر التفاسیر:589)

(9) وہ تمہارے جنت میں داخلے کے حریص ہیں اور اس بات کے کہ تم ایمان لے آؤ اور دوزخ کی آگ سے بچ جاؤ۔

(10) وہ تمہاری ہدایت، کمال اور سعادت کے حریص ہیں۔ (ایسر التفاسیر:590) (11) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص گھر کی ایسی چھت پر سوئے جس پر پتھر نہ ہو یعنی کوئی چہار دیواری نہ ہو تو اس سے (حفاظت کا) ذمہ اٹھ گیا۔ (ابوداؤد:5041)

(12) اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''جو شخص (ہاتھ دھوئے بغیر) اس حالت میں سو گیا کہ اس کے ہاتھ میں چکنائی لگی ہوئی تھی پھر اس کو کوئی تکلیف پہنچ گئی (مثلاً کسی جانور نے ڈس لیا) تو وہ اپنی ہی جان کو ملامت کرے۔'' (مشکوۃ:366)

(13) جوتے پہننے کے بارے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''زیادہ تر جوتے پہنا رہا کرو کیونکہ آدمی جب تک جوتے پہنے رہتا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص سوار ہو جیسے جانور پر سوار ہونے والا زمین کے کیڑوں مکوڑوں اور گندی چیزوں اور کانٹوں اور اینٹ پتھر کے ٹکڑوں سے محفوظ رہتا ہے ایسے ہی ان چیزوں سے جوتے پہننے والے کی بھی حفاظت رہتی ہے۔'' (مسلم:20967)

(14) نیز آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''جب چلتے چلتے تمہاری چپل کا تسمہ ٹوٹ جائے تو ایک چپل میں نہ چلے جب تک کہ دوسری چپل کو درست نہ کرے پھر دونوں پہن کر چلے۔'' اور یہ بھی فرمایا: ''ایک موزہ پہن کر نہ چلے کیونکہ ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صورتوں میں ایک قدم اونچا اور ایک قدم نیچا ہو کر توازن صحیح نہیں رہتا۔'' (مسلم:2097، بخاری:800)

(15) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ کیا آپ پر احد کے دن سے بھی زیادہ کوئی سخت دن گزرا ہے؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تمہاری قوم (قریش) کی طرف سے کتنی مصیبتیں اٹھائی ہیں لیکن اس سارے دور میں عقبہ کا دن مجھ پر سب سے زیادہ سخت تھا یہ وہ موقع تھا جب میں نے (طائف کے سردار) کنانہ ابن عبد یالیل بن عبد کلال کے ہاں اپنے آپ کو پیش کیا تھا۔ لیکن اس نے (اسلام قبول نہیں کیا اور) میری دعوت کو رد کر دیا۔ میں وہاں سے انتہائی رنجیدہ ہو کر واپس ہوا۔ ابھی مجھے افاقہ نہ ہوا تھا کہ قرن الثعالب پہنچا۔ تب مجھ کو کچھ ہوش آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بدلی کا ایک ٹکڑا سایہ کیے ہوئے ہے اور میں نے دیکھا کہ جبرائیل علیہ السلام اس میں موجود ہیں، انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے بارے میں آپ ﷺ کی قوم کی باتیں سن چکا اور جو انہوں نے رد کیا ہے وہ بھی سن چکا۔ آپ ﷺ کے پاس اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے، آپ ﷺ ان کے بارے میں جو چاہیں اس کا اسے حکم دے دیں۔ اس کے بعد مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی، انہوں نے مجھے سلام کیا اور کہا کہ اے محمد ﷺ! پھر انہوں نے بھی وہی بات کہی، آپ ﷺ جو چاہیں (اس کا مجھے حکم فرمائیں) اگر آپ ﷺ چاہیں تو میں دونوں طرف کے پہاڑ ان پر لا کر ملا دوں (جن سے وہ چکنا چور ہو جائیں)۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مجھے تو اس کی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے ایسی اولاد پیدا کرے گا جو اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گی۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گی۔'' (بخاری:3231، مسلم:4653)

(16) ﴿بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''مومنوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت مہربان ہے'' یعنی اہل ایمان کے لیے ان کے ماں باپ سے بڑھ کر رحمت کرنے والے ہیں۔ مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے، مہربان ہیں۔ اسی لیے آپ ﷺ کا حق تمام مخلوق سے زیادہ ہے۔ آپ ﷺ پر ایمان لانا، آپ ﷺ کی عزت کرنا، آپ ﷺ کی تعظیم کرنا تمام امت پر فرض ہے۔

(17) قریش کے سردار عتبہ نے ایک بار رسول ﷺ سے مل کر یہ عرض کیا تھا: کیا تم مال و دولت چاہتے ہو؟ میرا ذمہ ہے کہ سب سے زیادہ مال و زر تیرے پاس جمع کر دوں گا۔ کیا تم ریاست کے خواہاں ہو؟ ہم سب تجھے اپنا رئیس تسلیم کر لیتے ہیں۔ کیا تم تخت قائم کرنا چاہتے ہو؟ میں سارے عرب سے تیری فرماں روائی کی تصدیق کرا دوں گا۔ رسول ﷺ نے فرمایا: ''نہ تو مجھے مال و زر چاہیے نہ ریاست و حکومت کی خواہش ہے، میں تو رب العالمین کا پیغام لے کر آیا ہوں اور اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیغام کو ہر ایک کے کانوں تک پہنچا دینا یہ میرا مقصد اعلیٰ ہے۔''

(18) ایک بار ابو جہل نے رسول اللہ ﷺ کو مضروب کیا۔ حمزہ عم رسول ﷺ نے جب یہ واقعہ سنا تو انہوں نے ابو جہل کو جا پیٹا اور پھر رسول ﷺ کو آ کر بتایا۔ محمد ﷺ تم کو خوش ہونا چاہیے کہ میں نے ابو جہل سے تمہارا انتقام لے لیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مجھے انتقام وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں تم مسلمان ہو جاؤ تو مجھے بہت خوشی ہو جائے گی۔'' سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ بات جم گئی اور وہ مسلمان ہو گئے۔

(19) رسول ﷺ کی عادت تھی کہ سوار ہو کر کسی کو پیدل چلنے کی اجازت نہیں دیتے یا تو ساتھ سوار کر لیتے یا واپس لوٹا دیتے تھے۔ جب کسی بچے کے رونے کی آواز سنتے تو نماز ہلکی فرما دیتے کہ ماں بچے کو جلدی سنبھال لے۔ ساری ساری رات اپنی امت کے لیے دعا کیا کرتے۔

(20) سیدنا ابو رفاعہ تمیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایسے وقت میں حاضر ہوا جب آپ ﷺ لوگوں کو خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! میں ایک مسافر آدمی ہوں، دین سیکھنے کے لیے آیا ہوں، کیونکہ میں دین کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا۔ چنانچہ دوران خطبہ ہی رسول اللہ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے، میری بات سن کر آپ ﷺ نے اپنا خطبہ وہیں چھوڑا اور منبر سے نیچے اتر کر میرے پاس تشریف لے آئے۔ بعد ازاں ایک کرسی لائی گئی اور رسول اللہ ﷺ اس پر بیٹھ کر مجھے دین کے احکام سکھانے لگے اور اس کے بعد آپ اپنے خطبے کی طرف آئے اور اس کا آخری حصہ مکمل کیا۔ (مسلم:2025)

(21) سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چند ہم عمر نوجوان نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے پاس بیس دن ٹھہرے۔ آپ ﷺ نے گمان کیا کہ شاید ہم اپنے گھر والوں کے پاس جانا چاہتے ہیں تو آپ ﷺ نے ہم سے ان لوگوں کے متعلق پوچھا جنھیں ہم اپنے گھروں میں چھوڑ آئے تھے۔ ہم لوگوں نے آپ ﷺ سے بیان کر دیا، آپ ﷺ رفیق و رحیم تھے، سو فرمایا: ''اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ، انھیں (اسلام کی) تعلیم دو اور حکم دو (کہ وہ اسلام پر عمل کریں)، نیز نماز پڑھو، جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اور جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے، پھر جو تم میں سب سے بڑا ہو وہ تمہاری امامت کرائے۔'' (بخاری:6008)

(22) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہوں اور میری نیت یہ ہوتی ہے کہ میں اسے لمبا کروں گا، لیکن جب کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز مختصر کر دیتا ہوں، کیونکہ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی ماں کو (جو نماز میں شریک ہوگی) تکلیف میں ڈالنا برا سمجھتا ہوں۔" (بخاری:707، مسلم:1056)

﴿فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ

"پھر اگر وہ منہ موڑیں تو آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی مجھے کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا

وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾

ع 16 7 5

اور وہی عرش عظیم کا رب ہے" (129)

سوال 1: اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿فَإِنْ تَوَلَّوْا ... رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَإِنْ تَوَلَّوْا﴾ "پھر اگر وہ منہ موڑیں" اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو توکل کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر وہ آپ ﷺ کی بات نہ مانیں، ایمان اور عمل کو ترک کر دیں۔

(2) ﴿فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ﴾ "تو آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی مجھے کافی ہے" تو کہہ دیں میرے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ (ایسر التفاسیر:590)

(3) ﴿لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ﴾ "اس کے سوا کوئی معبود نہیں" یعنی اس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں۔ لا الہ الا اللہ توحید ہے۔ (ابن ابی حاتم:6/1919) (4) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا حق دار نہیں۔

(5) ﴿عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ﴾ "میں نے اسی پر بھروسہ کیا" یعنی میں اعتماد کرتا ہوں اور اپنے سارے معاملے اسی کے سپرد کرتا ہوں۔ (قرطبی:4/178) (6) یعنی امور نافعہ کے حصول اور ضرر رساں امور کو دور ہٹانے کے لیے، میں اسی پر اعتماد اور بھروسہ کرتا ہوں۔ (تفسیر سعدی:2/1114)

(7) ﴿وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾ "اور وہی عرش عظیم کا رب ہے" اللہ تعالیٰ عرش عظیم کا رب ہے جو ساری مخلوقات پر سایہ کیے ہوئے ہے۔ عرش اللہ تعالیٰ کی عظیم مخلوق ہے۔

(8) اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق اور مالک ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کا حق نہیں رکھتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اٰيَاتُهَا 109 - 10 سُوْرَةُ يُوْنُسَ مَكِّيَّةٌ - 51 رُكُوْعَاتُهَا 11

سوال 1: سورۃ یونس کہاں نازل ہوئی؟ اس کی کتنی آیات اور کتنے رکوع ہیں؟

جواب: (1) سورۃ یونس مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی 109 آیات اور گیارہ رکوع ہیں۔

(2) مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے دسویں سورت ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے 51 ویں سورت ہے۔

سوال 2: سورۃ یونس کا موضوع کیا ہے؟

جواب: سورۃ یونس کا موضوع اللہ تعالیٰ کے لیے توحید کا اثبات، شرک کا رد، نبوت، بعث اور معاد کا اثبات اور ایمان کی دعوت ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ﴾

''الر۔ یہ کمال حکمت والی کتاب کی آیات ہیں'' (1)

سوال 1: ﴿الٓرٰ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿الٓرٰ﴾ یہ حروف مقطعات ہیں جن کے معنی کے بارے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

سوال 2: کتاب حکمت والی ہے، اس کی وضاحت ﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ﴾ ''یہ کمال حکمت والی کتاب کی آیات ہیں'' یہ محکم اور روشن قرآن کی آیتیں ہیں یعنی احکام قرآن سراسر حکمت و روشنی ہیں اور سابقہ کتابوں کی طرح قرآن بھی ایک الہامی کتاب ہے۔

(2) یہاں ﴿تِلْكَ﴾ حاضر کے لیے ہے اس سے غائب مراد ہے۔ یعنی یہ قرآن کی نشانیاں ہیں۔ (بخاری، کتاب التفسیر)

(3) ﴿الْحَكِيْمِ﴾ حکمت پر مشتمل کتاب ہے۔ جس کی آیات ایمانی حقائق پر مشتمل ہیں جن کو دل کی خوشی سے قبول کرنا اور ان پر عمل کرنا ساری امت پر فرض ہے۔

(4) قرآن کریم کی صفت ''حکیم'' اس اعتبار سے لائی گئی ہے کہ یہ وہ کتاب محکم ہے جس میں حلال وحرام اور حدود واحکام تفصیل کے ساتھ بیان کر دیے گئے ہیں یا یہ کہ ﴿حکیم﴾ بمعنی حاکم ہے۔ اس لیے کہ قرآن لوگوں کے درمیان فیصلہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے یا ﴿حکیم﴾ بمعنی ﴿محکوم فیہ﴾ ہے۔اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں پورے عدل وانصاف کے ساتھ تمام امور میں فیصلے صادر فرمائے ہیں۔(تیسیر الرحمن:601/1)

﴿اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ﴾

''کیا لوگوں کے لیے ایک عجیب بات ہوگئی ہے کہ ہم نے ان ہی میں سے ایک آدمی کو وحی کی کہ آپ لوگوں کو ڈرادو اور بشارت دے دو ان لوگوں کو جو ایمان لائے کہ یقیناً ان کے لیے ان کے رب کے پاس سچا مرتبہ ہے۔کافروں نے کہا بے شک یہ ضرور کھلا جادوگر ہے''(2)

سوال: رسول انسان ہی ہوسکتا ہے،اس کی وضاحت ﴿اَكَانَ ... مُّبِيْنٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ﴾ ''کیا لوگوں کے لیے ایک عجیب بات ہوگئی ہے کہ ہم نے ان ہی میں سے ایک آدمی کو وحی کی کہ آپ لوگوں کو ڈرادو'' اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تردید کی ہے جنھیں انسان کے رسول ہونے پر تعجب تھا۔

(2)ابن جریر نے ضحاک کے ذریعہ سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا تو تمام عرب نے یا عرب میں سے کچھ لوگوں نے اس بات کا انکار کیا اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے یہ خلاف ہے کہ کوئی انسان اس کا رسول ہو۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا﴾ یعنی کیا ان لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص کے پاس وحی بھیج دی اور یہ آیت نازل فرمائی ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا﴾ الخ۔چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے کئی دلیلیں پیش کیں تو کہنے لگے کہ اگر انسان ہی کو رسول بنا کر بھیجنا تھا تو معاذ اللہ محمد ﷺ کے علاوہ دوسرا اس کا زیادہ مستحق تھا۔ان کا خیال تھا کہ مکہ والوں میں سے ولید بن مغیرہ اور طائف والوں میں سے مسعود بن عمرو ثقفی ہوتا۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:﴿اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ﴾ الخ۔(تفسیر ابن عباس:22/2)(3)﴿اَكَانَ لِلنَّاسِ﴾ ''کیا لوگوں کے لیے'' یعنی اہل مکہ کے لیے۔

(4)﴿عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ﴾ ''ایک عجیب بات ہوگئی ہے کہ ہم نے وحی کی'' تعجب ہے کہ ہم نے وحی بھیجی۔

(5)﴿اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ﴾ ''ان ہی میں سے ایک آدمی کو'' ان میں سے ایک آدمی پر یعنی محمد ﷺ پر۔

(6)﴿اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ﴾ ''کہ آپ لوگوں کو ڈرادو'' یعنی وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا خوف دلائے اور اس کے عذاب سے ڈرائے اور اللہ تعالیٰ کی آیات سے انہیں نصیحت کرے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7)﴿وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا﴾ ''اور بشارت دے دو ان لوگوں کو جو ایمان لائے'' ان لوگوں کو خوش خبری دے دیں جو سچے دل سے ایمان لائے ہیں۔

(8)﴿اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ ''کہ یقیناً ان کے لیے ان کے رب کے پاس سچا مرتبہ ہے'' یعنی ایمان والوں کی سچائی کی وجہ سے ان کے رب کے پاس بہترین صلہ ہے یعنی وہ مرتبہ ہے جس کے ملنے میں کوئی شک نہیں۔

(9)یعنی ان کے لیے اپنے رب کے پاس وافر جزا اور جمع کیا ہوا ثواب ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے صدق پر مبنی اعمال صالحہ پیش کئے تھے۔(تفسیر سعدی:1115/2)

(10)پہلی قوموں نے بھی انسانوں کو رسول بنا کر بھیجے جانے پر تعجب کا اظہار کیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلی قوموں کا یہ قول ذکر فرمایا ہے:﴿اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا﴾ ''کیا انسان ہماری راہ نمائی کریں گے؟'' (التغابن:6)﴿اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟'' (بنی اسرائیل:94)

(11)اسی طرح سیدنا نوح علیہ السلام اور سیدنا ہود علیہ السلام نے اپنی قوموں سے فرمایا تھا:﴿اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ﴾ ''اور کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نصیحت تم میں سے ایک آدمی پر آئی ہے کہ وہ تمہیں خبردار کردے۔'' (الاعراف:63)

(12)انسان کو اللہ تعالیٰ کے دین پر چلنے کے لیے دائمی اور ابدی معیار کی ضرورت ہے تاکہ انسان اس معیار سے اپنے عمل کے صحیح یا غلط ہونے کا اندازہ لگا سکے۔انسانوں کے لیے انسانی معیار ان کے فہم کے زیادہ قریب ہے اس لیے انسان ہی رسول ہو سکتا ہے۔

(13)(i)انسان کو رسول بنائے جانے پر لوگ اس لیے تعجب کرتے رہے کیونکہ ان لوگوں کے نزدیک انسانیت کے مقام کی کوئی قدر نہ تھی۔(ii)لوگ اس لیے تعجب سے سوال کرتے رہے ہیں کہ انسان ہو کر کوئی رب سے کیسے رابطہ قائم کر سکتا ہے؟ (iii)لوگ اس لیے تعجب کرتے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک انسان کے ذمے سارے انسانوں کی ہدایت کی ذمہ داری کیسے لگا سکتا ہے۔(iv)انسانوں کی توجہ اس جانب نہیں گئی کہ رسالت کا مقام انسان کا اعزاز ہے اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس اعزاز کے قابل بنایا ہے۔

(14)رب العزت نے فرمایا:﴿قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا﴾ ''کافروں نے کہا بے شک یہ'' کافروں نے کہا کہ یہ قرآن جسے محمد ﷺ لے کر آئے ہیں۔(تفسیر منیر:102/6)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(15)﴿لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''ضرور کھلا جادوگر ہے'' ان کے زعم کے مطابق اس کا جادوگر ہونا کسی پر مخفی نہیں اور یہ ان کی سفاہت اور عناد کی دلیل ہے۔

(16) کافروں نے قرآن کی دعوت کو ٹھکرا دیا مگر اللہ تعالیٰ اپنا نور مکمل کر کے رہتا ہے۔(تفسیر سعدی:1115/2)

(17) یعنی ہم نے انہی میں سے ایک رسول بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا لیکن کافروں نے اسے جادوگر بنا دیا حالانکہ کافر بالکل جھوٹے ہیں، بھلا اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا جادو سے کیا تعلق؟ وہ تو وہی سناتے ہیں جو انہیں سنایا جاتا ہے۔(مختصر ابن کثیر:777/1)

(18) جو بھی تعصب کے بغیر قرآن سنتا تھا وہ اقرار کرتا تھا کہ قرآن جادو نہیں ہے۔ایک دفعہ یمن کے قبیلہ ازد کے ایک بااثر فرد ضماد ازدی مکہ تشریف لائے تو سرداران قریش نے انہیں متنبہ کیا کہ یہاں ایک شخص محمد (ﷺ) ہے جس کے کلام میں جادو ہے کہیں اس کے ہتھے نہ چڑھ جانا۔ضماد ازدی خود جھاڑ پھونک کرتے تھے۔اس لیے ان کا خیال تھا کہ اس شخص کی بات تو سنی چاہیے۔میں بھی آخر ایک اچھا بھلا عقل مند آدمی ہوں۔اگر اس کی بات اچھی ہوئی تو قبول کرلوں گا ورنہ چھوڑ دوں گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اگر اس کو آسیب ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کو میرے ہاتھوں شفا دے۔اس خیال سے میں ان کے پاس چلا گیا اور آپ سے اپنا کلام سنانے کی درخواست کی۔آپ ﷺ نے اسے خطبہ مسنونہ ''الحمد لله.... عبده ورسوله'' تک سنایا یہ خطبہ اگرچہ کوئی مستقل قرآنی آیت نہیں تاہم قرآنی کلمات کا ہی مجموعہ ہے۔جب ضماد نے یہ کلمات سنے تو جھوم اٹھا اور کہنے لگا: پھر دہرایئے۔آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ جب یہ دہرائے تو کہنے لگا: میں نے کاہنوں کا کلام بھی سنا ہے اور جادوگروں کا بھی، شاعروں کے اشعار بھی سنے ہیں مگر ان کلمات جیسا پہلے کبھی کوئی کلام نہیں سنا۔بے شک یہ کلمات تو سمندر کی تہہ تک پہنچ گئے ہیں پھر اس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر بیعت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اور اپنی قوم کی طرف سے؟'' ضماد کہنے لگے: ہاں میں اپنی قوم کی طرف سے بھی بیعت کرتا ہوں۔(مسلم کتاب الجمعہ:409)

﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى

''یقیناً اللہ تعالیٰ ہی تمہارا رب ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر بلند ہوا،

الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ

وہی ہر کام کی تدبیر کرتا ہے، کوئی سفارش کرنے والا نہیں مگر اس کی اجازت کے بعد، وہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے سو تم اس کی عبادت کرو

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾

تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟''(3)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: اللہ تعالیٰ ہی کائنات کا خالق اور رب ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ ... الْاَمْرَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہی تمہارا رب ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارا رب، تمہارا معبود اللہ تعالیٰ ہے۔

(2) یعنی تمہارا حقیقی معبود جس کے بارے میں تم پر واجب ہے کہ اسی ایک کی عبادت کرو اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ (ایسر التفاسیر: 592)

(3) ﴿الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ﴾ ''جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا'' جس نے زمین و آسمان کو چھ دنوں میں پیدا کیا حالانکہ وہ پلک جھپکنے سے کم مدت میں پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ تدریجی طور پر تخلیق میں حکمت ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ وہ اپنے افعال میں انتہائی نرم اور مہربان ہے۔ اس میں مخلوق کے لیے سبق ہے کہ وہ اپنے کام تدریجی طور پر انجام دیں۔

(4) دنوں کی تعداد سے اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور تدبیر سے آگہی ہوتی ہے جو انسان کو مقصد تخلیق تک لے جاتی ہے۔

(5) ان چھ دنوں کے بارے میں ایک قول تو یہ ہے کہ وہ ہمارے دنیا کے ان دنوں کی طرح ہی تھے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک دن ہماری دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر تھا۔ (المصباح المنیر: 188,187/3)

(6) اللہ تعالیٰ کی تخلیق واجب کرتی ہے کہ لوگ صرف اسی ایک کی عبادت کریں۔

(7) یہ اس کی حکمت ہے کہ اس نے کائنات کو حق کے ساتھ اور حق کے لیے پیدا کیا، تاکہ اس کے اسماء وصفات کے ذریعے سے اس کی معرفت حاصل ہو نیز یہ کہ وہ اکیلا عبادت کا مستحق ہے۔ (تفسیر سعدی: 1114/2)

(8) ﴿ثُمَّ﴾ ''پھر'' یعنی زمین اور آسمان کو تخلیق کرنے کے بعد۔

(9) ﴿اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ ''وہ عرش پر بلند ہوا'' اللہ تعالیٰ کا عرش پر استوا ایسا ہے جو اس کی عظمت کے لائق ہے۔ اس کے بارے میں یہ سوال نہیں کرنا چاہئے کہ کیسے؟ (ایسر التفاسیر: 592)

(10) یعنی اس عرش پر مستوی ہوا جو تمام مخلوق سے بڑا ہے۔

(11) ﴿يُدَبِّرُ الْاَمْرَ﴾ ''وہی ہر کام کی تدبیر کرتا ہے'' یعنی وہ عالم علوی اور عالم سفلی کے تمام معاملات کی تدبیر کرتا ہے۔ موت دینا، زندہ کرنا، رزق نازل کرنا، لوگوں کے درمیان گردش ایام، ضرر رسیدہ لوگوں سے تکلیف دور کرنا اور سوال کرنے والوں کی ضرورت پوری کرنا۔ پس مختلف انواع کی تمام تدابیر اسی کی طرف سے نازل ہوتی ہیں اور اسی کی طرف بلند ہوتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔تمام کائنات اس کے غلبہ کے سامنے مطیع اور اس کی عظمت اور طاقت کے سامنے سرافگندہ ہے۔(تفسیر سعدی:1116/2)

(12)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:مخلوق کی تدبیر میں کوئی ایک بھی اس کا شریک نہیں۔(تفسیر قرطبی:182/4)

(13)اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کا منتظم ہے۔اس نے اپنی حکمت کے مطابق ساری مخلوق کے لیے تقدیر لکھی اور اپنی حکمت سے ہی وہ مخلوق کے لیے فیصلے کرتا ہے۔وہ تمام جہانوں کے معاملات کی تدبیر کرتا ہے،وہ زندگی دیتا ہے،رزق دیتا ہے، لوگوں کے درمیان دنوں کو پھراتا رہتا ہے۔

(14)رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾''زمین میں چلنے والا کوئی جان دار نہیں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔''(ہود:6)

(15)وہ نہ مخلوق کے سوالات سے گھبراتا ہے نہ مانگنے والوں کی فریادوں سے اکتاتا ہے،نہ بڑے کاموں میں اس کی مصروفیت چھوٹے کاموں سے اسے غافل کرتی ہے۔

(16)اللہ تعالیٰ اس کائنات کے تمام امور کی تدبیر اور انتظام کرتا ہے۔

(i)وہ کاموں کے آغاز اور اختتام کو متعین کرتا ہے۔(ii)وہ اسباب اور نتائج کا تعین کرتا ہے۔

(iii)وہ حالات اور ان کے تقاضوں کا تعین کرتا ہے۔

(iv)وہ قدرت کے قانون بناتا ہے۔

(v)وہ کاموں کے نتائج کو کنٹرول کرتا ہے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی کسی کی سفارش نہیں کرسکتا،اس کی وضاحت ﴿مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿مَا مِنْ شَفِيْعٍ﴾''کوئی سفارش کرنے والا نہیں''یعنی قیامت کے دن کوئی ایک بھی سفارش نہیں کرسکے گا خواہ مخلوق کی افضل ترین ہستی ہی کیوں نہ ہو۔

(2)﴿اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ﴾''مگر اس کی اجازت کے بعد''جب تک اللہ تعالیٰ خود شفاعت کی اجازت نہیں دے گا اس وقت تک کوئی سفارش کے لیے آگے نہیں بڑھے گا۔

(3)کائنات کا نظام یہ بتاتا ہے کہ اس کا خالق و مالک اتنا کامل اور اتنا عظیم ہے کہ اس کے یہاں کسی سفارشی کی سفارش نہیں چل سکے گی مگر جس کو اجازت ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)جب تک اللہ تعالیٰ اجازت نہیں دے گا کوئی اس کے حضور سفارش نہیں کر سکے گا۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾''کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کی جناب میں سفارش کرے۔''(البقرہ:255)

(5)﴿یَوْمَىٕذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِیَ لَهٗ قَوْلًا﴾''اُس دن سفارش فائدہ نہ دے گی مگر جس کو رحمٰن اجازت دے گا اور اس سے بات کرنا پسند فرمائے گا۔''(طٰہٰ:109)

(6)اللہ تعالیٰ صرف ان کے لیے سفارش کی اجازت دے گا جن کو وہ خود پسند کرے گا اور وہ اہل توحید ہی کو پسند کرے گا۔

(7)﴿وَ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ﴾''اور اُس کے پاس کوئی شفاعت کام نہیں آئے گی مگر جس کے لیے وہ اجازت دے۔''(سبا:23)

(8)سفارش کا حق دینا اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور تدبیر کا مسئلہ ہے۔ہم نہیں جانتے کہ مومنوں میں سے کس کو اور اعمال صالح میں سے کس کی برکت سے سفارش ہو سکے گی۔اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے لہٰذا وہ جس کے لیے چاہے گا اور جس سے چاہے گا شفاعت کا کام لے گا۔

سوال3:اپنے رب کی عبادت کرو،اس دعوت کی وضاحت ﴿ذٰلِكُمُ ... تَذَكَّرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)کائنات کے نظام اور خالق کے تعارف سے یہ دعوت دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو رب تسلیم کرلو،اس کی عبادت کرو، اسی کی غلامی اختیار کرو اور اپنی پوری زندگی میں اللہ تعالیٰ کی شریعت نافذ کرو۔رب العزت نے فرمایا:﴿ذٰلِكُمُ﴾''وہی'' یہی وہ ذات ہے۔

(2)﴿اللّٰهُ رَبُّكُمْ﴾''اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے''اللہ تعالیٰ ہی تمہارا حقیقی رب ہے اسی کی عبادت کرو۔(ایسر التفاسیر:592)

(3)وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو اوصاف الوہیت وربوبیت اور صفات افعال وکمال کی جامع ہے۔

(4)﴿فَاعْبُدُوْهُ﴾''سو تم اس کی عبادت کرو''یعنی عبودیت کی وہ تمام اقسام جن کو بجالانے پر تم قادر ہو،صرف اس اکیلے کے لیے مخصوص کرو۔(تفسیر سعدی:2/1117,1116)

(5)اسی کی عبادت کرو یعنی اسی کو ایک مانو اور اسی کے لیے عبادت کو خالص کرو۔(تفسیر قرطبی:4/183)

(6)﴿اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾''کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے''یعنی کیا تم اللہ تعالیٰ کی ذات کے دلائل سے یہ نصیحت حاصل نہیں کرتے کہ وہی حمد وثناء کا اور عبادت کا مستحق ہے۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾''آپ پوچھیں سات آسمانوں کا رب اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرش عظیم کا رب کون ہے؟ وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، کہہ دو تو کیا تم ڈرتے نہیں؟'' (المؤمنون:87,86)

﴿اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ

''اسی کی طرف تم سب کو لوٹنا ہے، اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے، یقیناً وہی پیدائش کا آغاز کرتا ہے پھر وہ اسے دوبارہ پیدا کرے گا تا کہ وہ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ

ان لوگوں کو انصاف کے ساتھ جزا دے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے کھولتے ہوئے پانی

وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ﴾

سے پینا ہے اور دردناک عذاب ہے، اس کے بدلے میں جو وہ کفر کیا کرتے تھے'' (4)

سوال 1: سب نے جزا و سزا کے لیے اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانا ہے، اس کی وضاحت ﴿اِلَيْهِ ... يَكْفُرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا﴾ ''اسی کی طرف تم سب کو لوٹنا ہے'' اس سے مراد ہے سب کو لوٹ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ وہ ایک مقررہ وقت پر تم سب کو جمع کرے گا۔

(2) قیامت کے دن تمام انسان لوٹ کر اللہ تعالیٰ کے پاس جائیں گے۔ وہ اپنی ہر ہر مخلوق کو دوبارہ اسی طرح زندہ کرے گا جس طرح اس نے پہلی بار پیدا فرمایا تھا۔ پھر وہ مومنوں کو ان کے نیک اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا اور کافروں کو ان کے کفر کی وجہ سے عذاب دے گا۔

(3) ﴿وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا﴾ ''اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے'' اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے وہ ضرور اپنے وعدے کو پورا کرے گا اس لیے نیک اعمال میں جلدی کرو جیسا کہ سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چھ چیزوں کے ظہور سے پہلے نیک عمل کرنے میں سبقت کرو۔ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے، دھوئیں، دجال، زمین کے چوپائے، خاص طور پر تم میں سے کسی ایک کو پیش آنے والے معاملے (بیماری، عاجز کر دینے والا بڑھاپا یا کوئی رکاوٹ) اور ہر کسی کو پیش آنے والا معاملہ (مثلاً: اجتماعی گمراہی، فتنے کے زمانے میں قتل عام، قیامت سے پہلے)۔'' (مسلم:7397)

(4) ﴿اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ﴾ ''یقیناً وہی پیدائش کا آغاز کرتا ہے پھر وہ اسے دوبارہ پیدا کرے گا'' یعنی اس نے نطفے سے تخلیق کا آغاز کیا پھر موت کے بعد اس کا اعادہ کرے گا۔ (تفسیر قاسمی:8/9)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) جو تخلیق کی ابتدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے وہ اس کے اعادے پر بھی قادر ہے۔ لہٰذا وہ شخص جو ابتدائے تخلیق کو تسلیم کرتا ہے پھر وہ اعادہ تخلیق کا انکار کر دیتا ہے، عقل سے عاری ہے جو دو مماثل اشیاء میں سے ایک کا انکار کرتا ہے حالانکہ وہ اس تخلیق کا اقرار کر چکا ہے جو زیادہ مشکل ہے۔ یہ زندگی بعد موت کی نہایت واضح عقلی دلیل ہے۔ (تفسیر سعدی: 1117/2)

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ ''اور وہ اس پر آسان ترین ہے۔'' (الروم: 27) اور فرمایا: ﴿كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ﴾ ''جیسے اس نے تمہاری ابتدا کی، اسی طرح تم دوبارہ لوٹو گے۔'' (الاعراف: 29)

(7) ﴿لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''تاکہ وہ ان لوگوں کو جزا دے جو ایمان لائے'' یعنی اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو اس لیے جمع کرے گا تاکہ ان لوگوں کو جزا دے جو دل کی سچائی کے ساتھ ان تمام چیزوں پر ایمان لائے جن پر ایمان لانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

(8) ﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں'' اور جنہوں نے اپنے دل، زبان اور دیگر اعضاء کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض اور مستحبات پر عمل کیا۔

(9) اللہ تعالیٰ کی جزا ایسی ہے جس کو کوئی نفس نہیں جانتا۔ جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا ہے۔ (تفسیر منیر: 112/6)

(10) ﴿بِالْقِسْطِ﴾ ''انصاف کے ساتھ'' یعنی عدل کے ساتھ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی جزا انہیں دے گا۔

(11) ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا'' یعنی جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کے رسول کی تعلیمات کا انکار کیا اور ان کو جھٹلایا۔

(12) ﴿لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ﴾ ''ان کے لیے کھولتے ہوئے پانی سے پینا ہے'' ان کے پینے کے لیے سخت گرم پانی ہوگا جو چہروں کو جھلسا دے گا اور انتڑیاں کاٹ دے گا۔

(13) ﴿وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''اور دردناک عذاب ہے'' انہیں اس عذاب کی تمام قسموں میں مبتلا کیا جائے گا۔

(14) ﴿بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ﴾ ''اس کے بدلے میں جو وہ کفر کیا کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ نے عذاب کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ ان کے کفر اور ظلم کی وجہ سے انہیں عذاب دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں، بندے اپنے اوپر خود ظلم کرتے ہیں۔ کفر کرنے والوں نے کمال تک پہنچانے والے راستے کو چھوڑا، اس لیے ان کا انجام انتہائی برا ہے۔ انہیں شدید عذاب دیا جائے گا اور کہا جائے گا: ﴿هٰذَا فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ (۵۷) وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ (۵۸)﴾ ''یہ ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بدلہ، سوا سے وہ چکھیں، کھولتا ہوا پانی اور پیپ۔ اور اس شکل کی دوسری اور کئی قسمیں ہیں" (ص:58,57)

(15) دنیا میں ضروری نہیں کہ انسان کو اس کی نیکی کی جزاء اور سرکشی کی سزا ملے۔ انصاف کرنے والے رب نے انسان کے لیے انصاف کو آخرت تک ملتوی کر دیا ہے انسان کو پہلی زندگی عمل کرنے کے لیے دی گئی ہے اور دوسری زندگی عمل کا انجام پانے کے لیے دی جائے گی۔ انسان کو نیکی کی جزا اور بدی کی سزا آخرت میں ضرور دی جائے گی۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ﴾ "اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے پھر کسی جان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر رائی کے دانے برابر بھی ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں۔" (الانبیاء:47)

سوال 2: انسان اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ جانے پر کیسے مطمئن ہو سکتا ہے؟

جواب: انسان اس دنیا میں کمال تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ یہاں خوشیوں کے ساتھ غم ہیں، یہاں سہولتوں کے ساتھ مشکلات ہیں۔ اس دنیا میں اگر کوئی کمال حاصل کر بھی لیا جائے تو یہ چھوٹنے والی ہے۔ جب کہ آخرت میں انسان کمال حاصل کر سکتا ہے۔ کمال کے حصول کے لیے، سربلندی کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف کامیاب ہو کر لوٹنا ضروری ہے۔ اس حقیقت کو سمجھ لینے سے انسان اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ جانے پر مطمئن ہو سکتا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾

"وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایا ہے اور اس کی منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ، وہ ان لوگوں کے لیے نشانیاں کھول کر بیان کرتا ہے جو علم رکھتے ہیں" (5)

سوال 1: دنیا کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت اور غلبے کا شاہکار ہے، اس کی وضاحت ﴿هُوَ الَّذِيْ... وَالْحِسَابَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) دنیا کی ایک ایک چیز اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت اور عظیم غلبے کا شاہکار ہے۔ یہاں رب العزت نے اپنی ان نشانیوں کو بیان فرمایا ہے جنہیں اس نے پیدا فرمایا اور اپنی کمال قدرت اور عظیم سلطنت کے لیے نشان بنا دیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً﴾''وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی بنایا''یعنی اللہ تعالیٰ نے سورج کو بنایا تا کہ وہ زمین کو چمکائے۔(ایسر التفاسیر:592)

(3)اللہ تعالیٰ نے سورج کو ہماری زمین سے درست فاصلے پر قائم رکھا ہے۔اس طرح وہ ہمارے لیے روشنی اور حرارت کا انمول خزانہ ہے اور اگر یہ فاصلہ کم ہو جائے تو سورج آگ کا جہنم بن جائے۔

(4)﴿وَّالْقَمَرَ نُوْرًا﴾''اور چاند کو نور''اللہ تعالیٰ نے چاند کو زمین سے درست فاصلے پر ایسے مدار میں رکھا ہے کہ وہ ریاضیاتی حساب کے مطابق ٹھیک گردش کرتا ہے اس طرح سے بے نور چاند کو اللہ تعالیٰ ہمارے لیے ٹھنڈی روشنی فراہم کرنے کا ذریعہ بناتا ہے۔

(5)سورج کی روشنی میں حرارت ہے اس لیے وہ ضیاء ہے۔اور چاند کی روشنی میں ٹھنڈک ہے اس لیے وہ نور ہے۔

(6)علمائے تفسیر نے لکھا ہے کہ ضیاء بڑی اور قوی روشنی کو کہتے ہیں اور نور قوی اور ضعیف ہر روشنی کے لیے استعمال ہوتا ہے لہٰذا آفتاب کے لیے ضیاء استعمال میں لایا گیا۔(انوار البیان:2/681)

(7)﴿وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ﴾''اور اس کی منزلیں مقرر کیں''یعنی سورج اور چاند کی منزلیں مقرر کر دی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے چاند کی منزلیں مقرر کر دی ہیں۔چاند مسلسل گردش میں ہے۔ایک دن چاند جس مدار میں ہوتا ہے اگلے دن اس میں نہیں ہوتا اس طرح وہ گھٹتا اور بڑھتا رہتا ہے اور یوں ماہ وسال کا حساب ممکن ہو پاتا ہے۔

(8)﴿لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ﴾''تا کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو''یعنی آپ سالوں،مہینوں، دنوں اور لمحات کے بارے میں جان لو کیونکہ تمہاری زندگی اس کی ضرورت مند ہے۔(ایسر التفاسیر:592)

(9)رب العزت نے فرمایا:﴿یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾''وہ آپ سے نئے چاندوں کے بارے میں پوچھتے ہیں،آپ کہہ دیں وہ لوگوں کے لیے اور حج کے لئے وقت معلوم کرنے کے ذریعے ہیں۔''(البقرۃ:189)

(10)﴿وَجَعَلْنَا الَّیْلَ وَالنَّهَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَآ اٰیَةَ الَّیْلِ وَجَعَلْنَآ اٰیَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ ؕ وَكُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلًا﴾''اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا پھر ہم نے رات کی نشانی کو بے نور کر دیا اور دن کی نشانی کو روشن بنایا ہے تا کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کر سکو اور تا کہ تم برسوں کی تعداد اور حساب معلوم کر سکو اور ہر چیز کو ہم نے خوب کھول کر بیان کیا ہے،خوب کھول کر بیان کرنا۔''(بنی اسرائیل:12)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(11) سورج اور چاند کی گردش کے بہت سے فوائد ہیں جن سے انسان اپنی زندگی میں فائدہ اٹھاتا ہے۔ (تیسیر القرآن:2/280,281)

سوال 2: کائنات میں گہری مقصدیت ہے، اس کی وضاحت ﴿مَا خَلَقَ ... يَّعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ'' فلکیاتی نشانیاں ثابت کرتی ہیں کہ اس کائنات میں گہری مقصدیت ہے اس کا آخری انجام بھی ہے یہ سب کچھ بے مقصد نہیں ہو سکتا۔

(2) یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو اپنی حکمت بالغہ سے بنایا ہے۔ (تفسیر قاسمی:9/9)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا﴾ ''اور ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور دونوں کے درمیان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا۔'' (ص:27) اور فرمایا: ﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴾ ''تو پھر کیا تم نے یہ گمان کیا کہ بلاشبہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے اور بلاشبہ تمہیں ہماری طرف واپس نہیں لوٹایا جائے گا؟'' (المؤمنون:115)

(4) یعنی وہ رب قدرت والا ہے جو تخلیق اور تدبیر پر قدرت رکھتا ہے، وہی حقیقی معبود ہے جس کے بارے میں واجب ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو یہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا تاکیدی بیان ہے۔ (ایسر التفاسیر:593,592)

(5) اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو حق بنیاد پر پیدا کیا ہے (i) ہر چیز کا مقصد حق ہے۔ (ii) حق مضبوط ہے۔ (iii) حق مستقل ہے۔

(6) ﴿يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ﴾ ''وہ نشانیاں کھول کر بیان کرتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنی نشانیوں کو وضاحت سے بیان کرتا ہے۔

(7) ﴿لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ ''ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں'' جب کہ وہ اس سے نفع اٹھاتے ہیں جب کہ جاہل اس تفصیل اور بیان سے نفع نہیں اٹھاتے۔ (ایسر التفاسیر:593,592)

(8) یعنی علم والے ہی تدبر کرتے ہیں اور وہ اس پر غور و فکر کر کے اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ (تفسیر منیر:6/117)

(9) اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی ربوبیت کو متحقق کرنے کے بعد اپنے اسماء و صفات کے کمال پر عقلی اور آفاقی دلائل بیان کرتا ہے جو تمام آفاق، یعنی سورج، چاند، زمین و آسمان اور کائنات میں پھیلی ہوئی تمام مخلوقات پر محیط ہیں اور آگاہ فرماتا ہے کہ یہ نشانیاں ان لوگوں کے لیے ہیں۔

(10) ﴿لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ ''ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں'' اور ان کے لیے ہیں جو تقویٰ کا التزام کرتے ہیں، کیونکہ علم دلالت کی معرفت اور انتہائی مناسب طریقے سے دلائل کے استنباط کی کیفیت کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔ تقویٰ قلب میں بھلائی کی طرف رغبت اور برائی سے خوف کو جنم دیتا ہے۔ یہ دونوں دلائل و براہین اور علم و یقین سے پیدا ہوتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔اس تمام بحث کا حاصل یہ ہے کہ ان مخلوقات کی،اس وصف کے ساتھ مجرد تخلیق اس کی کامل قدرت،اس کے علم،اس کی حیات اوراس کی قیومیت پر دلالت کرتی ہے۔اس کائنات میں جاری احکام،اس کا اتقان اوراس کا حسن وابداع اللہ تعالیٰ کی حکمت،اس کے حسن تخلیق اور وسعت علم پر دلالت کرتے ہیں۔اس کائنات میں پھیلے ہوئے منافع ومصالح۔ مثلاً سورج کی روشنی اور چاند کے نور سے جو ضروری فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت،اپنے بندوں پر اس کی عنایت،اس کی لامحدود نوازش اوراس کے احسان پر دلالت کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:1118/2)

﴿اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

''یقیناً رات اوردن کے اختلاف میں اورآسمانوں اورزمین میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا ہے اس میں ان لوگوں کے لیے

يَّتَّقُوْنَ﴾

نشانیاں ہیں جو ڈرتے ہیں''(6)

سوال 1: دن رات کے آنے جانے میں اورآسمان وزمین کی تمام مخلوق میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں،اس کی وضاحت ﴿اِنَّ ... لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ﴾ ''یقیناً رات اوردن کے اختلاف میں'' رات دن کا اختلاف اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیل ہے۔رات اوردن کے اختلاف سے مراد ان کا آگے پیچھے آنا اوران کے درمیان بڑے اور چھوٹے ہونے کا اختلاف ہے۔دن چلا جاتا ہے تو رات آجاتی ہے اور رات جاتی ہے تو دن آجاتا ہے کبھی ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں ہوتی۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا﴾ ''وہ رات کو دن پر اوڑھاتا ہے وہ تیزی سے اس کے پیچھے چلا آتا ہے۔''(الاعراف:54) یقیناً کامل نظام اللہ تعالیٰ کی کامل قدرت کی دلیل ہے۔

(2)اس سے مراد رات اوردن کی لمبائی،چھوٹائی اور روشنی اوراندھیرا ہے۔(ایسرالتفاسیر:593)

(3)یعنی ان دونوں کا تعاقب کرنا اوران کا ایک دوسرے کا پیچھا کرنا ہے۔(تفسیر قاسمی:9/9)

(4)یعنی ان کا آنا اور جانا اور کم اور زیادہ ہونا۔(تفسیر منیر:115/6)

(5)اللہ تعالیٰ کے اس نظام میں بڑی گہرائی ہے۔اس نے رات کو لباس اور سکون اوردن کو معاش کا ذریعہ بنایا۔

(6)﴿وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اورآسمانوں اورزمین میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا ہے'' یعنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آسمانوں، ہواؤں، پرندوں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے زمین میں پیدا کیا انسان، جانور، خشکی، تری، نہریں، درخت، پہاڑ وغیرہ۔ (ایسر التفاسیر:593) (7) یعنی فرشتے، سورج، چاند اور تارے وغیرہ۔ (تفسیر منیر:115/6)

(8) ﴿لَاٰيٰتٍ﴾ ''یقیناً نشانیاں'' آسمان وزمین کی تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی عظمت وعزت پر گواہ ہے اور اس کی عظیم قدرت کی زبردست نشانی ہے۔ (مختصر ابن کثیر:779)

(9) زمین وآسمان کی نشانیاں ہمیں بتاتی ہیں کہ کائنات زبردست توازن میں جکڑی ہوئی ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کائنات کا مالک انسان کو پکڑنے کی قوت رکھتا ہے۔ یہ نشانیاں بتاتی ہیں کہ جیسے یہ زندگی ممکن ہے دوسری زندگی بھی ممکن ہے۔

(10) یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت، اس کے وجود، اس کی وحدت اور اس کے علم اور اس کی قدرت کے کمال پر دلالت کرتی ہیں۔ (تفسیر منیر:115/6)

(11) ﴿لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ﴾ ''ان لوگوں کے لیے جو ڈرتے ہیں'' یعنی یہ نشانیاں ان لوگوں کے لیے ہیں جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اس کی نافرمانی سے اجتناب کرتے ہیں۔

(12) جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کی نافرمانی سے اجتناب کرتے ہیں۔

(13) یعنی یہ واضح علامات ہیں جو پیدا کرنے والے معبود کے حق پر دلالت کرتی ہیں اور اس کے جلال، کمال اور اس کی عظیم قدرت اور اس کی بادشاہت کی قوت پر، لہٰذا وہ اس کی انتہائی محبت اور انتہائی تعظیم اور خوف وخشیت سے اس کی عبادت کرتے ہیں، اسے یاد کرتے ہیں، بھولتے نہیں اور فرماں برداری کرتے ہیں، نافرمانی نہیں کرتے۔ (ایسر التفاسیر:593)

(14) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''کہہ دو کہ دیکھو آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ ہے؟ اور نشانیاں اور ڈرانے والی چیزیں ان کے کام نہیں آتیں جو لوگ ایمان نہیں لاتے۔'' (یونس:101)

(15) نشانیاں انہیں لوگوں کو فائدہ دیتی ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے انسان میں گہری تبدیلی آتی ہے۔ (i) اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے انسان سنجیدہ ہو جاتا ہے اور وہ معاملہ کے ہر پہلو پر دھیان دیتا ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے دلوں میں یقین اور ایمان پھوٹتا ہے جس کی بدولت دل حساس ہو جاتے ہیں جو اثر قبول کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت پر غور وفکر کر کے حق کو قبول کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: کائنات کی نشانیاں اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے ارادہ نافذہ پر دلالت کرتی ہیں۔ ان نشانیوں کے ذریعے کس حقیقت کی طرف اشارہ ہے؟

جواب: (1) زمین و آسمان کی تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی عزت اور عظمت پر گواہ ہے اور اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں جو بتاتی ہیں کہ اس کائنات کا خالق ایک ہے اور ہر چیز نے اپنے انجام تک پہنچنا ہے تو انسان کو بھی اپنے انجام تک پہنچنا چاہیے۔

(2) یہ کہ ہر چیز اپنے عروج تک پہنچتی ہے انسان کو بھی اپنے عروج تک پہنچنا چاہیے اور جو عروج انسانیت حاصل نہیں کرسکی اس کو حاصل کرنے کے لیے آخرت کا برپا ہونا ضروری ہے۔

(3) اس کائنات کی خصوصیات اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے ارادہ نافذہ پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ سب کچھ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا معبود، محبوب محمود، جلال و اکرام اور عظیم اوصاف کا مالک ہے، رغبت و رہبت کے ساتھ اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ تمام امور میں مخلوقات و مربوبات، جو بذات خود اللہ تعالیٰ کی محتاج ہیں، کی بجائے اپنی دعا میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارا جائے۔ ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں غور و فکر کرنے اور ان کو عبرت کی نگاہ سے دیکھنے کی ترغیب ہے۔ اس لئے کہ اس سے بصیرت بڑھتی ہے، ایمان و عقل میں اضافہ ہوتا ہے اور ملکہ راسخ ہوتا ہے اور ان میں غور و فکر نہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کے احکام سے بے پروائی، ایمان میں زیادتی کا راستہ بند اور قلب و ذہن میں جمود طاری ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1118/2)

﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ لَا يَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوۡا بِالۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَاطۡمَاَنُّوۡا بِهَا

''یقیناً جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے اور وہ دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے اور اس پر ہی مطمئن ہو گئے

وَالَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوۡنَ﴾

اور وہ لوگ جو ہماری آیات سے غافل ہیں'' (7)

سوال: قیامت کے منکر دنیا کی زندگی پر راضی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی آیات سے غافل ہیں، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ ... غٰفِلُوۡنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے ان بدبخت اور بدنصیب لوگوں کا حال بیان فرمایا ہے جنہوں نے روز قیامت اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا انکار کیا، بس دنیا کی زندگی سے خوش ہیں اور انہیں اسی پر پورا پورا اطمینان ہے نہ انہوں نے اس زندگی سے حقیقی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فائدہ اٹھانا چاہا اور نہ اٹھایا۔ دنیا کی زندگی میں الجھ کر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ نشانیوں سے آنکھیں بند کر لیں اور ان کی طرف توجہ نہ کی۔

(2) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا﴾ ''یقیناً جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے'' یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی توقع نہیں رکھتے۔ وہ نہ اس سے خوف رکھتے ہیں، نہ طمع رکھتے ہیں۔ (فتح القدیر:533/2)

(3) یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی خواہش نہیں رکھتے ہیں جو سب سے بڑی خواہش اور سب سے بڑی آرزو ہے، بلکہ وہ اس سے اعراض اور روگردانی کرتے ہیں اور بسا اوقات اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:1119/2)

(4) ﴿وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''اور وہ دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے'' یعنی آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی پر مطمئن ہو گئے اور وہ آخرت کے گھر کے بارے میں غور و فکر نہیں کرتے۔ (ایسر التفاسیر:593)

(5) یہ وہ لوگ ہیں جو آخرت کے بجائے دنیا کے لیے کام کرتے ہیں۔

(6) ﴿وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا﴾ ''اور اس پر ہی مطمئن ہو گئے'' یعنی دنیا کی طرف مائل ہو گئے اور اسی کو اپنی منزل اور اسی کو اپنا مقصد زندگی بنا لیا۔ دنیا کے حصول کے لیے کوشاں رہے، اس کی لذات و شہوات پر ٹوٹ پڑے۔ دنیا انہیں جس طریقے سے بھی حاصل ہوئی، انہوں نے اسے حاصل کر لیا۔ دنیا کی چمک انہیں جہاں کہیں بھی دکھائی دی یہ اس کی طرف لپکے۔ انہوں نے اپنے ارادوں اور نیتوں کو دنیا ہی میں مصروف رکھا، ان کے افکار و اعمال دنیا ہی کے محور پر گھومتے رہے۔ گویا کہ وہ دنیا میں ہمیشہ رہنے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں اور گویا کہ دنیا ایک گزرگاہ نہیں جہاں سے مسافر زادِ راہ اکٹھا کر کے ہمیشہ رہنے والی منزل کی طرف رواں دواں رہتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:1119/2)

(7) (i) جو لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ حقیر دنیا ان کی منزل نہیں ہو سکتی ان کی ساری سرگرمیاں دنیا تک محدود ہو جاتی ہیں تو وہ انسانیت کے اعلیٰ مقام کے لیے نہیں اٹھتیں اور وہ دنیا کی گندگیوں کی طرف جھک کر جم جاتی ہیں۔ (ii) جو لوگ کائنات میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے غافل ہو جاتے ہیں ان کے دل نہیں جاگتے، ان کا شعور بے دار نہیں ہوتا، وہ دنیا کی پستیوں اور حقارت پر راضی ہو جاتے ہیں۔ (iii) جو لوگ آخرت کی ملاقات کو بھول جاتے ہیں وہ دنیا کی زندگی پر راضی اور مطمئن ہو جاتے ہیں۔

(8) ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ﴾ ''اور وہ لوگ جو ہماری آیات سے غافل ہیں'' وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل کی طرف نظر نہیں کرتے، نہ اس پر غور و فکر کرتے ہیں کیونکہ وہ اس کے متضاد میں منہمک ہیں۔ (تفسیر منیر:120/6)

(9) وہ قرآنی آیات سے اور کائناتی نشانیوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾

''یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ آگ ہے اس کے بدلے میں جو وہ کمایا کرتے تھے''(8)

سوال1: اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی امید نہ رکھنے والوں کا ٹھکانہ جہنم ہے، اس کی وضاحت ﴿اُولٰٓئِكَ ... يَكْسِبُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اُولٰٓئِكَ﴾ ''یہی لوگ ہیں'' یعنی جن کے یہ اوصاف ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی امید نہیں رکھتے، جو دنیا کی زندگی پر مطمئن ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی آیات سے غافل ہیں۔

(2)﴿مَاْوٰهُمُ النَّارُ﴾ ''جن کا ٹھکانہ آگ ہے'' یعنی ان کا ٹھکانہ اور مقام آگ ہے جہاں سے وہ کبھی نکل نہیں پائیں گے۔

(3)﴿بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ ''اس کے بدلے میں جو وہ کمایا کرتے تھے'' یعنی جہنم کا عذاب ان کے گناہوں، کفر، ظلم، شر، فساد اور شرک کی پاداش میں ہے۔

سوال2: جہنم جانے کی تیاری کیسے کی جاتی ہے؟

جواب: جہنم جانے کی تیاری کے لیے چار کام کیے جاتے ہیں: (1) اللہ تعالیٰ کو بھلانا۔

(2) دنیا کی زندگی پر راضی اور مطمئن ہونا۔ (3) اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے غفلت برتنا۔

(4) اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی امید نہ رکھنا۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ

''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں ان کا رب انہیں ان کے ایمان کی وجہ سے ہدایت دے گا، نعمت کے

الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾

باغوں میں ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی''(9)

سوال: اہل ایمان اور نیک عمل کرنے والے سعادت مندوں کے انجام کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ ... النَّعِيْمِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) اس آیت میں سعادت مندوں کا انجام بیان کیا گیا ہے، رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں'' یعنی جن لوگوں نے ایمان لا کر اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی رضا اور نبی ﷺ کی سنت کی اتباع کے ساتھ نیک اعمال انجام دیے۔

(2) اعمال صالح دل، زبان اور جوارح کے اعمال پر مشتمل ہیں۔

(3) ﴿يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ﴾ ''ان کا رب انہیں ان کے ایمان کی وجہ سے ہدایت دے گا'' اللہ تعالیٰ نے ایمان لا کر نیک عمل کرنے والوں کے بارے میں واضح فرمایا ہے کہ وہ ان کے ایمان کی وجہ سے انہیں سب سے بڑا بدلہ یعنی ہدایت عطا فرماتا ہے۔

(4) ہدایت سے مراد نفع مند علم اور اس پر عمل کرنے کی توفیق ہے۔ اللہ تعالیٰ ایمان اور نیک کام کرنے والوں کو ایسے اعمال کی توفیق دیتا ہے جو ہدایت کی وجہ سے ممکن ہوتے ہیں۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ انہیں علم عطا فرماتا ہے، آیات پر تفکر کے لیے ان کی راہ نمائی کرتا ہے اور دنیا میں سیدھے راستے پر چلاتا ہے اور انہیں اس راستے پر چلاتا ہے جو آخرت میں جنت لے کر جاتا ہے۔ (5) ایمان اور عمل صالح انسان کو جنت تک لے جانے والا راستہ ہے۔ (تفسیر منیر: 124/6)

(6) ایمان انسان کی راہ نمائی کرتا ہے۔ اس سے انسان کو علم کا سرا ہاتھ آ جاتا ہے اور انسان اس قابل ہو جاتا ہے کہ اپنی فکر کے بھٹکنے سے پہلے بچ جائے۔ وہ انسان کو صاحب بصیرت بناتا ہے اور غلط راستوں سے بچاتا ہے۔ وہ انسان کو صحیح راستے پر چلاتا ہے۔ وہ انسان کو جنت تک پہنچا دیتا ہے۔ وہ انسان کو اپنے انجام کے بارے میں فکر مند کر دیتا ہے۔ وہ انسان کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنے اعمال کو صحیح اور غلط کی روشنی میں دیکھے، صحیح پر چلے اور غلط کو چھوڑ دے، اس طرح ایمان انسان کو قوت تمیز دیتا ہے۔ ایمان بندے اور رب کے درمیان رابطہ ہے۔ یہ بندے اور رب کے درمیان ایک معاہدہ ہے۔

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ ''جس دن آپ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہوگا۔ آج ایسے باغات کی تمہیں خوش خبری ہو جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، اس میں ہمیشہ کے رہائشی ہو، یہی بڑی کامیابی ہے۔'' (الحدید: 12)

(8) ﴿تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ﴾ ''ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی'' یعنی ہمیشہ بہنے والی نہریں۔ ﴿فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ﴾ ''نعمت کے باغوں میں'' جنت ہر طرح سے کامل نعمتوں پر مشتمل ہوگی۔ قلب کو فرحت و سرور، تر و تازگی، اللہ رحمن کا دیدار، اس کے کلام کا سماع، اس کی رضا اور قرب کے حصول کی خوشی، دوستوں اور بھائیوں سے ملاقاتوں، ان کے ساتھ اکٹھے ہونے، طرب انگیز آوازوں، مسحور کن نغمات اور خوش کن مناظر کی نعمتیں حاصل ہوں گی۔ بدن کو مختلف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انواع کے ماکولات ومشروبات اور بیویاں وغیرہ عطا ہوں گی جو انسان کے علم سے باہر ہیں جن کے بارے میں انسان تصور تک نہیں کرسکتا اور نہ کوئی اس کا وصف بیان کرسکتا ہے۔(تفسیر سعدی:1120/2)

(9)رب العزت نے جنت کے بارے میں فرمایا:﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''چنانچہ کوئی شخص نہیں جانتا ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا چھپا کر رکھا گیا اس عمل کے بدلے میں جو وہ کرتے تھے۔''(السجدۃ:17)

(10)جنت کی راحت وسرور کی حقیقت کا ہم اس دنیا میں تصور بھی نہیں کرسکتے۔ایک حدیث میں پیغمبر اسلام ﷺ نے جنت کی حقیقت یہ بتلائی ہے:''نہ تو کسی آنکھ نے دیکھی، نہ کسی کان نے سنی، نہ کسی فرد بشر کے خیال میں گزری!''(مسلم:2157)سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جنت کی نعمتیں دنیا سے کوئی مشابہت نہیں رکھتیں۔بجز اس کے نام میں مشارکت ہے۔(ابن کثیر)(ترجمان القرآن:177/2)

﴿دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ

''ان کی دعا اس میں یہ ہوگی''پاک ہے تو اے اللہ''!اور ان کی آپس کی دعا اس میں سلام ہوگی اور ان کی دعا کا اختتام یہ ہوگا کہ

لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے''(10)

سوال:﴿دَعْوٰىهُمْ ... رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ﴾''ان کی دعا اس میں یہ ہوگی''پاک ہے تو اے اللہ!''خوش نصیب جنتیوں کی عبادت میں سے پہلی چیز کا بیان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور پاکی بیان کریں گے۔

(2)﴿وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ﴾''اور ان کی آپس کی دعا اس میں سلام ہوگی''اہل جنت کی دعائے ملاقات سلام ہوگی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ﴾''اہل جنت جس دن اللہ تعالیٰ سے ملیں گے ان کی دعائے ملاقات سلام ہوگی۔''(الاحزاب:44)

(3)اہل جنت ایک دوسرے کی زیارت کے وقت سلام کریں گے یعنی ان کی گفتگو لغو باتوں سے پاک ہوگی۔رب العزت نے فرمایا:﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ﴿٢٥﴾ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا﴾''نہ اس میں وہ بے ہودہ گفتگو سنیں گے اور نہ کوئی گناہ میں ڈالنے والی بات۔مگر یہ کہنا کہ سلام ہے، سلام ہے۔''(الواقعۃ:26,25)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿سَلٰمٌ ۢ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ﴾ ''رب رحیم کی طرف سے سلام کہا جائے گا۔'' (یٰس:58)

(5)﴿وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اوران کی دعا کا اختتام یہ ہوگا کہ سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے'' اہل جنت آخر میں اس کے لیے حمد وثناء بیان کریں گے۔ کیونکہ ان کی ساری تکلیفیں دور ہو چکی ہوں گی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۭ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُۨ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ﴾ ''اور وہ کہیں گے سب تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا، بلاشبہ ہمارا رب یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت قدردان ہے۔ جس نے ہمیں اپنے فضل سے ابدی قیام کی جگہ پر اتار دیا، اس میں نہ ہمیں کوئی مشقت پہنچتی ہے اور نہ ہی اس میں ہمیں کبھی تھکاوٹ پہنچتی ہے۔'' (فاطر:35,34)

(6)ان کے لیے سب سے بڑی لذت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کی حیثیت ان کے لیے ایسے ہی ہوگی جیسے کسی جان دار کے لیے سانس کی۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاۗءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ﴾ ''اور وہ کہیں گے: ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ سچا کیا اور ہمیں زمین کا وارث بنا دیا کہ ہم جنت میں سے جہاں چاہیں گے جگہ بنالیں'' سو کیا ہی بہترین اجر ہے عمل کرنے والوں کے لیے۔'' (الزمر:74)

(7)سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جنتی جنت میں کھائیں گے اور پئیں گے، لیکن تھوکیں گے، نہ پیشاب کریں گے، نہ پاخانہ کریں گے اور نہ ناک صاف کریں گے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ جو کھانا وہ کھائیں گے وہ کہاں جائے گا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: ''بس ڈکار آئے گا اور پسینا آئے گا، جس کی خوشبو مشک کی طرح آئے گی (اور ان کا کھانا تحلیل ہو جائے گا)، انہیں تسبیح اور تحمید اس طرح سکھائی جائے گی، جس طرح تمہیں سانس لینا سکھایا جاتا ہے۔'' (صحیح مسلم:7152)

(8)یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابدالآباد تک اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہی محمود ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے وہی معبود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی پیدائش کے آغاز کا ذکر کیا، اسی طرح تخلیق کا عمل مسلسل جاری رکھنے کے موقع پر، اسی طرح اپنی کتاب مقدس کے آغاز اور جہاں اس کے نزول کا ذکر ہے وہاں بھی حمد کا ذکر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰي عَبْدِهِ الْكِتٰبَ﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بندے پر کتاب نازل کی۔'' (الکہف:1)﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔'' (الانعام:1) اس طرح اور بھی بہت سے احوال میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتِ گرامی کی حمد بیان کی ہے، ان کا ذکر موجبِ طوالت ہوگا۔ بہرحال ابتداء میں بھی، آخر میں بھی، دنیا میں بھی، آخرت میں بھی اور ہر ہر حال میں وہی حمد وثناء کا مستحق ہے۔ حدیث میں ہے کہ یقیناً اہل جنت کو تسبیح وتحمید کا الہام ہوگا جس طرح انہیں ان کا سانس الہام کیا جاتا ہے۔ (مسلم:2835) اور یہ اس لیے کہ وہ دیکھیں گے کہ ان پر ہر لحہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اضافہ ہو رہا ہے اور انہیں بار بار ایسی نعمتوں سے سرفراز کیا جا رہا ہے جن کی نہ کوئی انتہاء ہے اور نہ وہ کبھی ختم ہی ہوں گی۔ وہی سچا معبود اور حقیقی رب ہے۔ (المصباح المنیر :3/193,194)

﴿وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ فَنَذَرُ

''اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو بہت جلدی بھلائی دینے کی طرح ان کو برائی جلدی دے تو یقیناً ان کی مدت ان کی طرف پوری کر دی جائے

الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾

تو جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے ان لوگوں کو ہم ان کی سرکشی میں چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ حیران پھرتے ہیں'' (11)

سوال: اللہ تعالیٰ بدعا کو دعا کی طرح جلد قبول نہیں فرماتا، اس کی حکمت ﴿وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ ... يَعْمَهُوْنَ﴾ کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ساتھ اپنے حلم اور لطف وکرم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ جب تنگی یا غصہ کی حالت میں اپنے لیے یا اپنے مال واولاد کے لیے بددعا کرتے ہیں تو وہ ان کی اس بددعا کو قبول نہیں فرماتا کیونکہ وہ خوب جانتا ہے کہ ان کا ارادہ اس شر کا نہیں ہے، لہٰذا وہ ازراہِ لطف وکرم غصہ اور ناراضگی میں کی گئی بددعا کو اس طرح قبول نہیں فرماتا جس طرح اپنے لیے یا اپنے مال واولاد کے لیے ان کی خیر وبھلائی اور برکت کی دعا کو جلد قبول فرما لیتا ہے۔ اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ﴾ ''اور لوگوں کو بہت جلدی بھلائی دینے کی طرح ان کو برائی جلدی دے تو یقیناً ان کی مدت ان کی طرف پوری کر دی جائے'' یعنی اگر وہ ان کی بددعا کو اسی طرح قبول کر لیتا جس طرح انہوں نے کی ہوتی ہے تو وہ انہیں ہلاک کر دیتا۔ (المصباح المنیر :3/194)

(2) ﴿وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو بہت جلدی بھلائی دینے کی طرح ان کو برائی جلدی دے'' کے متعلق مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ اس سے مراد اپنی اولاد اور اپنے مال کے متعلق یہ کہنا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اے اللہ! اس میں برکت نہ فرما اور اس کو اپنی رحمت سے دور کر دے تو (بعض اوقات ان کی یہ بددعا نہیں لگتی) کیوں کہ ان کی تقدیر کا فیصلہ پہلے ہی ہو چکا ہوتا ہے اور (بعض اوقات) جس پر بددعا کی جاتی ہے، وہ ہلاک و برباد ہو جاتے ہیں۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(3) اس لیے کثرت سے بددعا نہیں کرنی چاہیے۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے آپ کو بددعا نہ دو، اپنی اولاد کو بددعا نہ دو، اپنے خادموں کو بددعا نہ دو اور اپنے مالوں کو بددعا نہ دو، ایسا نہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا و قبولیت کی گھڑی ہو (ادھر تم کوئی بددعا کرو اللہ تعالیٰ اسے) تمہارے لیے قبول کر لے۔'' (سنن ابوداؤد: 1532)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہمیشہ بندے کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک وہ گناہ یا ناتا توڑنے کی دعا نہ کرے اور جلدی نہ کرے۔'' لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! جلدی کے کیا معنی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یوں کہے میں نے دعا کی میں نہیں سمجھتا کہ وہ قبول ہو پھر نا امید ہو جائے اور دعا چھوڑ دے۔'' (مسلم: 6936)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا﴾ ''اور انسان شر کے لیے بھی ویسے ہی دُعا کرتا ہے جیسے اس کی بھلائی کی دُعا ہوتی ہے اور انسان ہمیشہ سے بڑا ہی جلد باز ہے۔'' (بنی اسرائیل: 11)

(6) لوگ عذاب کا مطالبہ کرنے میں جلدی کرتے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاۗءَهُمُ الْعَذَابُ ۭ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''اور وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اور اگر ایک مدت مقررہ نہ ہوتی تو ان پر عذاب ضرور آ جاتا اور یقیناً وہ ان پر اچانک آئے گا حالانکہ وہ شعور بھی نہ رکھتے ہوں گے۔'' (العنکبوت: 53)

(7) ﴿وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ﴾ ''اور انہوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! حساب کے دن سے پہلے ہی ہمارا حصہ ہمیں جلدی دے دے۔'' (ص: 16)

(8) ابوجہل نے کعبۃ اللہ کے پردے پکڑ کر اپنے لیے عذاب کا مطالبہ کیا تھا جس کا تذکرہ رب العزت نے سورۃ الانفال کی آیت نمبر 32 میں کیا: ﴿وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاۗءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ ''اور جب انہوں نے کہا: ''اے اللہ! اگر یہ واقعی تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔''

(9) جو لوگ آخرت کی ملاقات کا یقین اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ کے اندیشے نہیں رکھتے انہیں عذاب کا یقین نہیں آتا اس لیے وہ عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں کیونکہ عذاب آنے کا انہیں یقین نہیں ہوتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(10)﴿فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا﴾ ''تو جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے ان لوگوں کو ہم چھوڑ دیتے ہیں''یعنی جو لوگ آخرت کی امید نہیں رکھتے وہ اس کے لیے تیاری نہیں کرتے اور رب العزت انہیں چھوڑ دیتے ہیں۔

(11) جو لوگ آخرت کی امید نہیں رکھتے وہ یہ علم بھی نہیں رکھتے اور نہ وہ رکھنا چاہتے ہیں کہ کون سی چیز انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دلا دے گی۔

(12)﴿فِيْ طُغْيَانِهِمْ﴾ ''ان کی سرکشی میں'' اللہ تعالیٰ انہیں کیسے چھوڑ دیتا ہے، اس کی وضاحت ہے کہ وہ انہیں ان کے حال پر، ان کی سرکشی میں، ان کے باطل پر چھوڑ دیتا ہے۔ سرکشی کی وجہ سے ہی وہ حق سے نکل جاتے ہیں۔

(13)(i) جو لوگ دنیا میں جیتے ہوئے یہ نہیں سوچتے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کا سامنا کرنا ہے، وہ سرکش ہو جاتے ہیں۔

(ii) جو لوگ آخرت کی جواب دہی اور پکڑ کا یقین نہیں رکھتے وہ سرکش ہو جاتے ہیں۔(iii) جو لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ آزاد ہیں جو چاہیں کر گزریں کوئی پکڑنے والا نہیں وہ سرکش ہو جاتے ہیں اور فساد پھیلاتے ہیں۔

(14)﴿يَعْمَهُوْنَ﴾ ''کہ وہ حیران پھرتے ہیں'' سرکشی کی حالت کی مزید وضاحت ہے کہ کس طرح وہ حیران اور سرگرداں پھرتے ہیں کہ انہیں کوئی مضبوط دلیل نہیں ملتی، وہ کوئی راستہ نہیں پاتے۔

(15) گمراہی سے نکلنے کے لیے دلیل ہی وہ روشنی ہے جس سے شعور کی تاریکیاں دور ہوتی ہیں اور حق صاف صاف دکھائی دیتا ہے۔ دلیل اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے کتاب وسنت کے علم سے ملتی ہے۔ جب علم نہیں ہوتا، نہ اس علم کی تلاش میں نکلتے ہیں، نہ اس کو اپنی ضرورت خیال کرتے ہیں تو ان کے ظلم اور اللہ تعالیٰ کی آیات سے بے رخی اور اس سے انکار کے جرم میں اللہ تعالیٰ انہیں ان کی سرکشی میں سرگرداں چھوڑ دیتے ہیں۔

(16) سرکشی سے بچنے کا ایک ہی حقیقی محرک ہے، وہ یہ کہ انسان یہ سمجھ لے کہ ہر طاقت ور سے اوپر ایک اور طاقت ور ہے جس کے آگے ہر انسان بے بس ہے اور یہ کہ وہ انسان کو پکڑ لے گا اور یہ کہ انسان مجبور ہو جائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو تسلیم کر لے۔

﴿وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ

''اور انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں اپنے پہلو پر یا بیٹھے ہوئے یا کھڑے ہوئے پکارتا ہے پھر جب ہم اس کی وہ تکلیف

ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا

اس سے دور کر دیتے ہیں تو وہ چل دیتا ہے گویا کہ اس نے ہمیں اس تکلیف میں پکارا ہی نہ تھا جو اسے پہنچی ہو۔ ایسے ہی حد سے گزر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يَعْمَلُوْنَ﴾

جانے والوں کے لیے خوش نما بنا دیا گیا جو وہ عمل کیا کرتے تھے"(12)

سوال: انسان تکلیف میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور خوش حالی میں اس سے منہ موڑ لیتا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاِذَا ... يَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت کے بارے میں واضح فرمایا ہے کہ تکلیف، مصیبت، بیماری، بے قراری اور پریشانی میں اسے رب یاد آتا ہے اور وہ کثرت سے دعائیں کرنے لگتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس مصیبت کو دور فرما دیتے ہیں اور اسے خوش حالی نصیب کرتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے منہ موڑ لیتا ہے۔

(2) ﴿وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآىِٕمًا﴾ "اور انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں اپنے پہلو پر یا بیٹھے ہوئے یا کھڑے ہوئے پکارتا ہے" جب انسان پر مصیبت آتی ہے تو لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے کہ مصیبت ٹل جائے۔ وہ اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے رو رو کر فریادیں کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف کو دور کر دے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ﴾ "اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں تو وہ منہ موڑ جاتا ہے اور اپنا پہلو پھیر لیتا ہے اور جب اُسے تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی دُعائیں کرنے والا بن جاتا ہے۔" (فصلت:51)

(3) (i) مصیبت میں انسان اپنے آپ کو بے بس محسوس کرتا ہے۔ انسان اپنی عاجزی کا اللہ تعالیٰ کے آگے اعتراف کر لیتا ہے اور بے اختیار اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے۔ (ii) انسان مصیبت میں تنگ دل ہو جاتا ہے اس لیے جلد آسانیاں چاہتا ہے اور دعائیں مانگتا ہے۔ (iii) مصیبت میں انسان کی امیدیں رب سے وابستہ ہو جاتی ہیں اس لیے وہ راتوں کو بھی اٹھ کر رب کو پکارتا ہے۔

(4) ﴿فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ﴾ "پھر جب ہم اس کی وہ تکلیف اس سے دور کر دیتے ہیں تو وہ چل دیتا ہے گویا کہ اس نے ہمیں اس تکلیف میں پکارا ہی نہ تھا جو اسے پہنچی ہو" شوکانی لکھتے ہیں کہ یہ حالت کافروں کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے، بہت سے مسلمانوں کا حال بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آن پڑتی ہے تو خوب دعائیں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کرتے ہیں، اور جب وہ مصیبت ٹل جاتی ہے تو دعا اور گریہ زاری سے غافل ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کے احسان کا شکر ادا کرنا بھول جاتے ہیں۔ (تیسیر الرحمن:605/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)اس سے بڑھ کر انسان کا ظلم کیا ہوگا کہ وہ مصیبت میں رب کو پکارے اور جب عافیت ملے تو اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا نہ کرے۔(6)اللہ تعالیٰ نے ایسا رویہ اختیار کرنے والوں کی مذمت فرمائی ہے:﴿كَذٰلِكَ زُيِّنَ﴾''ایسے ہی خوش نما بنا دیا گیا''یہ شیطان کی تزئین ہے۔وہ ایسی چیزوں کو خوب صورت بنا کر انسان کے سامنے پیش کرتا ہے جن کو انسان کی عقل بھی برا جانتی ہے۔اس مقصد کے لیے وہ دل میں وسوسے ڈالتا ہے اور جو انسان اس کے وسوسوں کے مطابق سوچنے لگ جاتا ہے وہ شیطان کے راستے پر چل نکلتا ہے۔

(7)﴿لِلْمُسْرِفِيْنَ﴾''حد سے گزر جانے والوں کے لیے''اسراف حد سے گزرنے کو کہتے ہیں۔

(8)یہ دعا سے اعراض،شکر سے غفلت اور خواہشات میں مشغول ہونا ہے۔(فتح القدیر:537/2)

(9)﴿مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾''جو وہ عمل کیا کرتے تھے''یعنی ذکر سے اعراض،خواہشات کی اتباع اور مصیبت میں غیروں سے وہ التجائیں کرنا جو اللہ تعالیٰ سے کی جاتی ہیں۔(تفسیر قاسمی:13/9)

(10)ایسے ہی لوگوں کے بارے میں رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۣ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ﴾''اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو پکارتا ہے جس کی طرف وہ رجوع کرنے والا ہوتا ہے،پھر جب وہ اسے اپنی جناب سے کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو وہ اس مصیبت کو بھول جاتا ہے جس کی طرف وہ پہلے پکار رہا تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کے لیے شریک بناتا ہے تاکہ اس کے راستے سے گمراہ کر دے۔آپ کہہ دیں کہ اپنی ناشکری سے تھوڑا فائدہ اٹھالو،یقیناً تم دوزخ والوں میں سے ہو۔''(الزمر:8)

(11)جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے وہ ایسا رویہ اختیار نہیں کرتے بلکہ مصیبت میں صبر اور عافیت میں شکر ادا کرتے ہیں۔سیدنا ابو یحییٰ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔اس کے ہر کام میں اس کے لئے بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔اگر اسے خوش حالی نصیب ہو،(اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے،تو(یہ شکر کرنا بھی)اس کے لئے بہتر ہے(یعنی اس میں اجر ہے)اور اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے،تو یہ(صبر کرنا بھی)اس کے لئے بہتر ہے(کہ صبر بھی بجائے خود نیک عمل اور باعث اجر ہے)۔''(مسلم:7500)

﴿وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بہت سے زمانوں کے لوگوں کو تم سے پہلے بھی ہلاک کر دیا جب کہ انہوں نے ظلم کیا اور ان کے پیغمبران

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ﴾

کے پاس واضح دلائل لائے تھے اور وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لاتے، ایسے ہی ہم مجرم لوگوں کو سزا دیتے ہیں'' (13)

سوال: گزشتہ قوموں کی ہلاکت باعث عبرت ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ ... الْمُجْرِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بہت سے زمانوں کے لوگوں کو تم سے پہلے بھی ہلاک کر دیا جب کہ انہوں نے ظلم کیا'' اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ اور ان جیسوں پر واضح فرمایا ہے کہ اس سے پہلے گزشتہ قوموں کو اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر، شرک اور ظلم کی وجہ سے ہلاک کر دیا۔ اس ہلاکت میں عبرت ہے۔

(2) جب کسی شخص یا گروہ کے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام یعنی حق کی دعوت پہنچے اور وہ صرف اس وجہ سے اس کا انکار کر دے کہ اس کے معیار پر وہ دعوت پوری نہیں اترتی تو ایسے لوگ ظالم بن کر اللہ تعالیٰ کے قانون کی گرفت میں آجاتے ہیں۔

(3) ﴿وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ ''اور ان کے پیغمبران کے پاس واضح دلائل لائے تھے'' انبیاء معجزات اور واضح اور روشن دلائل ان کے پاس لے کر آئے۔

(4) ﴿وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا﴾ ''اور وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لاتے'' انہوں نے حق کو تسلیم نہیں کیا یعنی اللہ تعالیٰ کی آیات اور معجزات پر ایمان نہ لائے۔

(5) معجزات کا مطالبہ بھی لوگوں کی جانب سے ہی کیا جاتا ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی جانب سے کوئی معجزہ کیوں نہیں اُتارا گیا؟'' (الرعد:7)

(6) ﴿كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ ''ایسے ہی ہم مجرم لوگوں کو سزا دیتے ہیں'' یعنی جب حق ان کے سامنے آیا اور وہ ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کر کے انہیں تہہ و بالا کر دیا۔

(7) اللہ تعالیٰ کا عذاب کسی مجرم قوم سے ہٹایا نہیں جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ مجرموں کو ایسے ہی سزا دیا کرتا ہے۔ یہ اس کی سنت ہے۔

﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ﴾

''پھر ہم نے تمہیں ان کے بعد زمین میں جانشین بنا دیا تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟'' (14)

سوال 1: اب تم جانشین ہو، تمہارے بھی عمل دیکھے جائیں گے، اس کی وضاحت ﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ ... تَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو مخاطب کیا ہے جن کی طرف محمد ﷺ کو بھیجا گیا تھا یہ کہہ کر ﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ﴾ ''پھر ہم نے تمہیں ان کے بعد زمین میں جانشین بنا دیا'' یعنی ان پچھلی قوموں کی ہلاکت کے بعد ہم نے تمہیں ان کا جانشین بنایا، تمہارے پاس رسول بھیجا۔

(2) ﴿لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟'' یعنی رسول تمہارے پاس اس لیے بھیجا ہے تاکہ یہ دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟

(3) اگر تم نے گزشتہ قوموں سے عبرت حاصل کی اور نصیحت پکڑی، اللہ تعالیٰ کی آیات کی اتباع اور اس کے انبیاء و رسل کی تصدیق کی، تو تم دنیا و آخرت میں نجات پاؤ گے اور اگر تم نے بھی وہی کام کئے جو تم سے پہلے ظالم قوموں نے کئے تھے، تو تم پر بھی وہی عذاب بھیج دیا جائے گا جو ان پر بھیجا گیا تھا۔ اور جس نے تنبیہ کر دی اس نے کوئی عذر باقی نہیں چھوڑا۔ (تفسیر سعدی: 1123,1122/2)

(4) ''انسان جانشین ہے'' یہ تصور انسان کے ذہن میں اس شعور کو اجاگر کرتا ہے کہ زمین میں پہلے کچھ اور لوگ اختیارات رکھتے تھے انہیں زوال نصیب ہوا اور اس طرح یہ اقتدار ہم تک پہنچا ہے جو ہاتھ سے جانے والا ہے۔ یہ آزمائش ہے جس کا حساب ہونے والا ہے یوں انسان کے دل و دماغ پر اس کا بڑا گہرا اثر ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے خوف کا احساس ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے معاشرے کو امن، خوش حالی، اور انصاف نصیب ہوتا ہے۔

(5) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دنیا ہری بھری اور میٹھی ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں جانشین بنا کر دیکھنے والا ہے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ اس دنیا سے اور عورتوں کے فتنے سے بچتے رہو، اسرائیلیوں میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں کی وجہ سے ہی پیدا ہوا تھا۔'' (ابن ماجہ: 4000)

سوال 2: ﴿لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو'' کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: ﴿لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو'' انسان رب کے دیکھنے پر چوکنا ہو جاتا ہے، بھلائی کی طرف شدت سے مائل ہو جاتا ہے اور آخرت کی جواب دہی کی فکر میں لگ جاتا ہے۔

﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ

''اور جب ان پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا

قرآن لاؤ یا اس کو بدل دو، آپ کہہ دیں میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ میں اپنی جانب سے اسے بدل دوں، میں اس کی پیروی کرتا

مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿

ہوں جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے، بلاشبہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں" (15)

سوال 1: سرداران قریش کی ہٹ دھرمی کی وضاحت ﴿وَاِذَا ... اَوْ بَدِّلْهُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے قریش کے سرداروں، مشرکوں اور انکار کرنے والوں کا ذکر فرمایا ہے کہ جب بھی انہیں رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں تو وہ ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی اور قرآن لے آؤ یا اسے بدل دو۔

(2) ﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ﴾ "اور جب ان پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں" یعنی جب ان پر اللہ عزوجل کی آیات پڑھی جاتی ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 596)

(3) یعنی قرآن مجید کی ایسی واضح آیات جس میں کوئی شبہ نہیں۔ وہ آیات جو توحید کو ثابت اور شرک کو باطل کرنے والی ہیں، وہ جو بینات ہیں یعنی واضح دلائل پر مشتمل ہیں۔ (فتح القدیر: 537/2)

(4) ﴿قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا﴾ "تو جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں" وہ لوگ جو بعث اور آخرت کے گھر پر ایمان نہیں رکھتے، حساب کا خوف اور ثواب کی امید نہیں رکھتے۔ (قرطبی: 189/4)

(5) جس چیز نے ان کو اس تعنت (کٹ حجتی) پر آمادہ کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے پر عدم ایمان اور اس کے ساتھ ملاقات ہونے پر عدم یقین ہے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ملاقات پر ایمان رکھتا ہے وہ لازمی طور پر اس کتاب کی اتباع کرتا ہے اور اس پر ایمان رکھتا ہے، کیونکہ وہ صحیح نیت والا ہے۔ (تفسیر سعدی)

(6) ﴿ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ﴾ "اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لاؤ یا اس کو بدل دو" ابن جریر فرماتے ہیں: ان میں سے ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ چاہتے تھے کہ قرآن مجید حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دے۔ (طبری)

(7) قریش مکہ نے دوسرا قرآن لانے کا مطالبہ اس لیے کیا تھا کہ قرآن حکیم میں خالص دین کا اعلان تھا اور انہوں نے خود ساختہ دین اختیار کر رکھا تھا۔ (i) قرآن حکیم جو عقیدہ پیش کر رہا تھا اس سے ان کے عقائد پر زد پڑتی تھی۔

(ii) قرآن حکیم کے عبادت کے تصور سے ان کی عبادتیں کھیل تماشے سے زیادہ معلوم نہیں ہوتی تھیں۔ (iii) قرآن حکیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

کے پیغمبر کے تصور سے ان کا تصور ٹکراتا تھا۔ وہ پیغمبر کے ساتھ تعلق کو اپنے لیے باعث فخر محسوس کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کو راہ نما ماننے کا مطالبہ کیا تھا۔ (iv) قرآن حکیم کے دین کے تصور سے ان کا نظریہ دین ٹکراتا تھا۔ وہ کعبہ کی خدمت کو دین داری سمجھتے تھے۔ جب کہ قرآن حکیم نے اللہ تعالیٰ کے خوف اور آخرت کی جواب دہی کے شعور کے ساتھ کیے جانے والے ان اعمال کو دین داری قرار دیا جن کا مطالبہ رب نے کیا اور جن کا طریقہ محمد ﷺ نے سکھایا۔

سوال 2: قرآن مجید کو بدلنے کا مطالبہ کرنے والوں کو جو جواب دینے کا حکم دیا گیا، اس کی وضاحت ﴿قُلْ ... عَظِيْمٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ﴾ ''آپ کہہ دیں میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ میں اپنی جانب سے اسے بدل دوں'' اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ ان سے کہہ دیں نہ تو یہ مجھے زیب دیتا ہے نہ میرے لائق ہے کہ میں قرآن کو اپنی طرف سے بدل دوں کیونکہ میں تو رسول ہوں اور رسول اپنی طرف سے کلام اللہ کو بدلنے کا اختیار نہیں رکھتا۔

(2) ﴿اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ﴾ ''میں اس کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے'' قرآن حکیم کو نہ بدل سکنے کے حوالے سے پہلی دلیل یہ دی ہے کہ میں تو اسی حکم کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ میرا کوئی اختیار نہیں۔

(3) ﴿اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾ ''بلاشبہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں'' قرآن مجید کو بدل نہ سکنے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جرأت نہیں کر سکتا کیونکہ میں اس کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

(4) یہ مخلوق میں بہترین ہستی کا قول ہے اور اللہ تعالیٰ کے اوامر اور وحی کے بارے میں یہ ادب ہے، تب یہ بے وقوف اور گمراہ لوگ، جنہوں نے جہالت اور گمراہی، ظلم اور عناد اور اللہ رب العالمین پر اعتراضات اور عجز کی طرف اس کی نسبت کو جمع کر رکھا ہے، کیوں کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے گریز کر سکتے ہیں، کیا وہ ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتے نہیں؟

(تفسیر سعدی: 1124/2)

(5) کلام اللہ مکمل ہے۔ رب العالمین نے انسان کی ضروریات اور مصلحتوں کے مطابق انسانوں کی ہدایت کے لیے اسے بھیجا ہے۔ رسول کا مقام یہ ہے کہ وہ وحی کی پیروی کرے اور اسے پہنچا دے اس لیے وہ اسے بدل نہیں سکتا۔ رسول اس بات سے ڈرتا ہے کہ نافرمانی کریں گے تو بڑے عذاب کے مستحق ہو جائیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾

''آپ کہہ دیں اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو نہ میں تمہارے سامنے اس کو پڑھتا اور نہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی خبر دیتا، سو یقیناً اس سے پہلے میں تمہارے درمیان ایک عمر بسر کر چکا ہوں تو کیا تم نہیں سمجھتے؟''(16)

سوال: قرآن مجید کی صداقت کا جو ثبوت دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ... تَعْقِلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ کہہ دیں۔

(2) ﴿لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ﴾ ''اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو نہ میں تمہارے سامنے اس کو پڑھتا اور نہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی خبر دیتا، سو یقیناً اس سے پہلے میں تمہارے درمیان ایک عمر بسر کر چکا ہوں'' اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے قرآن مجید کی صداقت کے ثبوت میں فرمایا کہ میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ قرآن لایا ہوں۔ یہ قرآن اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے میں نے اپنی طرف سے نہیں تراشا جس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ تم ایسا کلام بنا کر نہیں لا سکتے جب کہ اُمی ہو کر میں یہ کلام پیش کر رہا ہوں۔ تم خود نبوت سے پہلے میری صداقت اور امانت کے معترف تھے میں نے تم میں چالیس سال کی طویل عمر گزاری ہے اس عرصے میں تم نے مجھ میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں دیکھی اور مجھے صادق اور امین کے لقب سے یاد کیا۔ (مختصر ابن کثیر: 783/1)

(3) ﴿لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ﴾ ''اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو نہ میں تمہارے سامنے اس کو پڑھتا'' اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی وحی ہے اس کے نازل کرنے، پڑھوانے، پہنچانے کے تمام اختیارات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ اگر قرآن حکیم پڑھا جا رہا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اگر قرآن حکیم کی تبلیغ کی جا رہی ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

(4) اگر قرآن پڑھ کر سنایا جا رہا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کا ارادہ ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے کہ میں آپ پر اسے نہ پڑھوں اور اسے نہ پہنچاؤں تو میں اس کی تلاوت نہ کرتا۔ حکم سارے کا سارا اللہ تعالیٰ کا ہے۔ (فتح القدیر: 538/2)

(5) ﴿وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ﴾ ''اور نہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی خبر دیتا'' یعنی میں تمہیں اس کی تعلیم نہ دیتا۔ (ایسر التفاسیر: 596)

(6) ﴿فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا﴾ ''یقیناً میں تمہارے درمیان ایک عمر بسر کر چکا ہوں'' میں نے تمہارے اندر ایک طویل عمر یعنی 40 سال اس سے پہلے گزارے ہیں۔

(7) ﴿مِّنْ قَبْلِهٖ﴾ ''اس سے پہلے'' یعنی قرآن مجید کی تلاوت اور تمہارے اس کو جان لینے سے قبل اور میں نے کبھی اس

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کے بارے میں سوچا ہی نہ تھا اور یہ چیز کبھی میرے خواب وخیال میں بھی نہ تھی۔ (تفسیر سعدی:2/1124)

(8) رب العزت نے اس طویل عمر کے بارے میں واضح فرمایا: ﴿وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾ ''اور آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ ہی آپ اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے تب تو باطل پرست ضرور شک کرتے۔'' (العنکبوت:48)

(9) ﴿مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ﴾ ''آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے؟ اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے؟'' (الشوریٰ:52)

(10) ہرقل شاہِ روم نے جب نبی اکرم ﷺ کے بارے میں ابوسفیان سے کچھ سوال پوچھے تھے تو ان میں سے ایک سوال یہ بھی تھا: دعوائے نبوت سے قبل تم نے ان پر جھوٹ کا کبھی کوئی الزام لگایا تھا۔ ابوسفیان نے اس کا جواب یہ دیا تھا کہ جی نہیں حالانکہ ابوسفیان اس وقت کافروں کے سردار اور مشرکوں کے سربراہ تھے لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ کی صداقت کا اقرار کرنے پر مجبور تھے اور خوبی وہ ہے کہ جس کا دشمن بھی اعتراف کریں۔ ابوسفیان کے اس جواب پر تبصرہ کرتے ہوئے ہرقل نے کہا: مجھے معلوم ہے کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ لوگوں کے معاملے میں تو جھوٹ نہ بولیں مگر اللہ تعالیٰ کے بارے میں وہ جھوٹ بولنے لگ جائیں۔ (صحیح بخاری:7) (المصباح المنیر:2/198)

(11) ﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ ''تو کیا تم نہیں سمجھتے؟'' یعنی میں نے عمر بھر تمہارے سامنے اس کو تلاوت نہیں کیا اور مجھ سے کبھی کوئی ایسی چیز صادر نہیں ہوئی جو اس پر دلالت کرتی ہو، پھر اس کے بعد میں کیوں کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ سکتا ہوں۔ میں نے تمہارے اندر ایک لمبی عمر گزاری ہے، تم میری حقیقت حال سے خوب واقف ہو، میرے ماں باپ کو جانتے ہو، تم یہ بھی جانتے ہو کہ میں پڑھ سکتا ہوں نہ لکھ سکتا ہوں اور میں کسی سے درس لیتا ہوں نہ کسی سے تعلیم حاصل کرتا ہوں؟ پس میں تمہارے پاس ایک عظیم کتاب لے کر آیا ہوں جس نے بڑے بڑے علماء اور فصحاء کو عاجز اور لاچار کر دیا ہے کیا اس کے باوجود یہ ممکن ہے کہ میں نے اس کتاب کو اپنی طرف سے تصنیف کر لیا ہو یا اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ یہ حکمت والے اور ستائش کے لائق اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے؟ اگر تم اپنی عقل وفکر کو استعمال کرو میرے احوال اور اس کتاب میں تدبر کرو تو تمہیں قطعی یقین آجائے گا جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ یہ حق ہے جس کے بعد گمراہی کے سوا کچھ باقی نہیں۔ (تفسیر سعدی:2/1124)

﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ

''پھر اس سے زیادہ ظالم اور کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا یا اس کی آیات کو جھٹلایا؟ یقیناً مجرم لوگ فلاح نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿الْمُجْرِمُوْنَ﴾

پاتے"(17)

سوال: رسالت کا جھوٹا دعویٰ انتہائی سنگین جرم ہے،اس کی وضاحت ﴿فَمَنْ...الْمُجْرِمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾ "پھر اس سے زیادہ ظالم اور کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا" رسالت کا جھوٹا دعویٰ انتہائی سنگین جرم ہے یعنی اس سے بڑھ کر ظالم،سرکش اور مجرم نہیں ہوسکتا جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹا کلام منسوب کرے اور اپنی تراشیدہ باتوں کو اللہ تعالیٰ کی باتیں بتائے اور زبردستی رسول بن بیٹھے،یہ تو بڑا سنگین جرم ہے اس سے بڑھ کر کوئی اور جرم نہیں ہوسکتا۔(مختصر ابن کثیر:1/784)

(2)﴿اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ﴾ "یا اس کی آیات کو جھٹلایا" یعنی آیات آنے کے بعد اس سے بڑا کوئی ظالم نہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلا دے۔

(3)جو شخص اس حق کی تکذیب کرے جسے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر لے کر آئے ہیں اور اس حق کی تائید میں دلائل و براہین بھی موجود ہوں تو اس سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہوسکتا۔

(4)انسان کے دل میں جب یہ دھڑکا نہیں ہوتا کہ وہ اپنے اقوال اور افعال کے لیے اللہ تعالیٰ کے آگے جواب دہ ہے تو وہ سرسری طور پر حق کو نظر انداز کر دیتا ہے۔

(5)﴿اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ "یقیناً مجرم لوگ فلاح نہیں پاتے" میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی آیات لے کر آیا ہوں تم نے ان کو جھٹلایا،جس سے یہ بات متعین ہوگئی ہے کہ تم ظالم ہو تمہارا معاملہ عنقریب مضمحل ہو جائے گا اور جب تک تم اپنی اس ڈگر پر چلتے رہو گے ہرگز فلاح نہیں پاسکو گے۔(تفسیر سعدی:2/1125)

﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ

"اور وہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ہی انہیں نقصان دے سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور وہ کہتے

شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ

ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ لوگ ہمارے سفارشی ہیں۔آپ کہہ دیں کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اس بات کی خبر دیتے ہو جسے نہ وہ آسمانوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾

میں جانتا ہے اور نہ زمین میں؟ پاک ہے وہ اور بے حد بلند ہے اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں'' (18)

سوال: مشرک اپنے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی سمجھتے ہیں حالانکہ وہ نہ نفع پہنچانے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ نقصان کا، اس کی وضاحت ﴿وَيَعْبُدُوْنَ ... يُشْرِكُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ان مشرکوں کی تردید فرمائی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دیگر جھوٹے خداؤں کی بھی عبادت کرتے تھے اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان جھوٹے معبودوں کی سفارش کام آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ تو نفع پہنچانے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ ہی نقصان کا اور ان کے بارے میں جو لوگ اس قسم کے عقائد رکھتے ہیں ان میں سرے سے کوئی ایسی بات ہی نہیں اور نہ کبھی آئندہ ہوگی۔ رب العزت نے فرمایا:

(2) ﴿وَيَعْبُدُوْنَ﴾ ''اور وہ عبادت کرتے ہیں'' رسول اللہ ﷺ کو جھٹلانے والے مشرک پرستش کرتے ہیں۔

(3) جب انسان کا دل اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری چیزوں میں اٹکتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو اپنی امیدوں کا مرکز بنالیتا ہے۔ پھر وہ یقین رکھتا ہے کہ کچھ ہستیاں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں بلند مقام رکھتی ہیں اللہ تعالیٰ ان کی سفارش پر دنیا اور آخرت کے فیصلے کرتا ہے۔ یہ شفاعت کا غلط عقیدہ ہے۔ اس یقین کی بنیاد پر انسان ایسی ہستیوں کی عبادت کرنے لگتا ہے۔

(4) ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے ماسوا جو نہ ہی انہیں نقصان دے سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں فائدہ پہنچا سکتے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کے ماسوا کوئی بھی نفع پہنچانے کا یا ضرر دور کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔

(5) ﴿وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ لوگ ہمارے سفارشی ہیں'' یہ بات جہالت کی وجہ سے کہتے ہیں جب کہ وہ مال میں ان کی شفاعت کا انتظار کرتے ہیں جو نہ نفع کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ نقصان کا اور وہ کہتے ہیں ﴿شُفَعَآؤُنَا﴾ ''ہمارے سفارشی'' یعنی دنیا میں معاش کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس ہماری سفارش کریں گے۔ (قرطبی: 4/191)

(6) عربوں کی اکثریت خالق کا اعتراف کرتی تھی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ﴾ ''اور اگر یقیناً آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے نے انہیں پیدا کیا۔'' (الزخرف: 9)

اور بعث کا یعنی جی اٹھنے کا انکار کرتے تھے۔ وہ بتوں کی بندگی کرتے تھے جو انہیں نہ نفع پہنچا سکتے تھے نہ نقصان کیونکہ وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پتھر یا مصنوعی اجسام ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرتے اور غیر اللہ کی بھی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ﴾ ''اور ان میں سے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے مگر اس حال میں کہ وہ مشرک ہوتے ہیں۔'' (یوسف:106) وہ بتوں کی نفع وضرر پر قدرت پر یقین رکھتے تھے اور یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سفارش کریں گے اور کہتے تھے ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ ''ہم تو ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لئے کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں، اچھی طرح قریب کرنا۔'' (الزمر:3) یہ ان کی بتوں کی پرستش کے دو اسباب تھے۔ اسی وجہ سے نضر بن حارث کہتا تھا جب قیامت کا دن آئے گا تو لات اور عزیٰ سفارش کریں گے۔ اسی کا جواب رب العزت نے دیا: ﴿قُلْ أَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ﴾ (تفسیر منیر:141/6)

(7) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ أَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو خبر دیتے ہو؟'' یعنی جس چیز کا وقوع ناممکن ہے کیا تم اس کے وقوع کی اللہ تعالیٰ کو خبر دے رہے ہو۔ (ابن جریر)

(8) ﴿بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ﴾ ''اس بات کی جسے نہ وہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ زمین میں؟'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے عقیدے کو باطل قرار دیتے ہوئے واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے جس نے اپنے علم کے ذریعے سے آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے اس نے تمہیں آگاہ کیا ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے ساتھ کوئی معبود نہیں۔ پس اے مشرکو! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ زمین وآسمان میں اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں؟ کیا تم اللہ تعالیٰ کو ایسے معاملے کی خبر دے رہے ہو جو اللہ تعالیٰ سے مخفی ہے اور تم اسے جانتے ہو؟ کیا تم اللہ تعالیٰ سے زیادہ جانتے ہو؟ کیا اس عقیدے سے زیادہ باطل عقیدہ پایا جا سکتا ہے جو اس امر کا متضمن ہے کہ یہ گمراہ، جہال اور بے وقوف لوگ، اللہ رب العالمین سے زیادہ علم رکھتے ہیں؟ عقل مند شخص کے لیے اس عقیدے کا مجرد تصور ہی یہ جاننے کے لیے کافی ہے کہ یہ قطعی طور پر فاسد اور باطل عقیدہ ہے۔ (تفسیر سعدی:1126,1125/2)

(9) ﴿سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''پاک ہے وہ اور بے حد بلند ہے اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کی عزت والی ذات ان کے شرک وکفر سے پاک وصاف ہے۔ (مختصر ابن کثیر:785/1)

(10) یعنی اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک اور منزہ ہے کہ کوئی اس کا شریک یا نظیر ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ واحد، فرد اور بے نیاز ہے، آسمانوں اور زمین میں اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس عالم علوی اور سفلی میں اللہ تعالیٰ کے سوا ہر معبود عقل، شرع اور فطرت کے اعتبار سے باطل ہے۔ ﴿ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللّٰهَ هُوَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ ''یہ اس لیے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور یقیناً وہ سب باطل ہیں جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بلند، بہت بڑا ہے۔'' (الحج:62)(تفسیر سعدی:1126/2)

﴿وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ

''اور تمام لوگ ایک ہی امت تھے، پھر وہ الگ الگ ہو گئے اور اگر آپ کے رب کے پاس ایک بات پہلے ہی سے طے نہ ہوتی

بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾

تو اس بارے میں ان کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں'' (19)

سوال 1: ابتدا میں سب لوگ عقیدہ توحید پر قائم تھے، اس کی وضاحت ﴿وَمَا ... فَاخْتَلَفُوْا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ ''اور تمام لوگ ایک ہی امت تھے'' اللہ تعالیٰ نے انسانی تاریخ کی اپنے علم کی شان کے مطابق خبر دی ہے کہ لوگ ایک ہی دین پر تھے جو دین حق ہے اور وہ اسلام ہے۔

(2) یعنی تمام لوگ یک سو تھے، ایک ہی ملت پر متفق تھے اور وہ فطرت ہے یعنی اسلام اور توحید جس پر اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو پیدا کیا۔ (تفسیر قاسمی:119/9)

(3)﴿فَاخْتَلَفُوْا﴾ ''پھر وہ الگ الگ ہو گئے'' انسانوں کے اختلاف کی وجہ سے دین مختلف ہو گئے اور انسانوں نے آزادی کا غلط استعمال کیا جس کی وجہ سے بہت سے دین بن گئے۔

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیان دس قرن تھے۔ وہ سب کے سب اسلام پر تھے پھر لوگوں کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ انہوں نے بتوں کی بندگی کی تو اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو اپنی آیات، واضح دلائل اور معجزات کے ساتھ بھیجا۔ ﴿لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''تاکہ جو ہلاک ہو، واضح دلیل کے ساتھ ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ واضح دلیل کے ساتھ زندہ رہے اور بے شک اللہ تعالیٰ یقیناً سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (الانفال:42)(تفسیر منیر:143/6)

(5) لوگوں نے خواہشات کی پیروی کی، بتوں کی بندگی کی، شرک اور اس کی فروعات اور جہالت کی وجہ سے لوگ توحید سے پھر گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات اور دل لگتے دلائل کے ساتھ رسول بھیجے تاکہ جس کو ہلاک ہونا ہے وہ دلیل روشن کے ساتھ ہلاک ہو اور جسے زندہ رہنا ہے وہ دلیل روشن کے ساتھ زندہ رہے۔ (تفسیر قاسمی:19/9)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال2:﴿وَلَوْلَا كَلِمَةٌ... يَخْتَلِفُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ﴾ ''اور اگر آپ کے رب کے پاس ایک بات پہلے ہی سے طے نہ ہوتی'' ایک بات یہ ہے کہ نافرمانوں کو مہلت دینی ہے اور ان کے گناہوں پر ان کا فوری مؤاخذہ نہیں کرتا۔

(2) یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بات طے ہے کہ وہ کسی ایک کو بھی نہیں پکڑے گا جب تک ان پر حجت قائم نہ ہو جائے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ ''اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ ہم کوئی رسول نہ بھیجیں۔'' (بنی اسرائیل:15)

(3) کلمہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر حاوی رہے گی۔ (فتح القدیر:2/541)

(4)﴿لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''تو ان کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں'' اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو بچا لیتے اور کفار کو ہلاک کر دیتے تو یہ چیز ان کے درمیان فیصلہ کن علامت بن جاتی۔

(5) مگر اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ وہ ان کو ایک دوسرے کے ذریعے سے آزمائے اور آزمائش میں مبتلا کرے، تاکہ سچے اور جھوٹے کے درمیان فرق واضح ہو جائے۔ (تفسیر سعدی:2/1126,1127)

(6) اللہ تعالیٰ نے دنیا کو امتحان کے لیے بنایا ہے اس لیے حقیقت کو چھپا کر رکھا ہے کہ انسان اپنی عقل کو استعمال کر کے حقیقت تک پہنچیں۔ اگر قیامت سے پہلے اختلافات ختم ہو جائیں تو امتحانی صورت حال ختم ہو جائے گی۔ اس لیے قیامت کے دن ہی اختلافات ختم ہوں گے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو ٹھکانا دیا تھا، باعزت ٹھکانا اور انہیں پاک چیزوں میں سے رزق دیا تھا تو انہوں نے باہم اختلاف نہیں کیا حتیٰ کہ ان کے پاس علم آ گیا، یقیناً آپ کا رب ان کے درمیان قیامت کے روز اس کا فیصلہ کر دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔'' (یونس:93)

﴿وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ

''اور وہ کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی؟ سو آپ کہہ دیں کہ غیب کی خبر صرف اللہ تعالیٰ

اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ﴾

کے لیے ہے، چنانچہ تم لوگ انتظار کرو بلاشبہ میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں'' (20)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: کافر نشانی کا جو مطالبہ کرتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَيَقُوْلُوْنَ ... مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَقُوْلُوْنَ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں'' یعنی جھٹلانے والے اور سرکش کافر کہتے ہیں۔

(2) ﴿لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ ''اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی؟'' کافر مطالبہ کرتے ہیں کہ محمد ﷺ پر ان کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں اترا یعنی اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ السلام کو اونٹنی دی تھی اسی طرح انہیں بھی کوئی معجزہ دے دیتا اور یہ کہ محمد ﷺ کو چاہیے تھا کہ صفا پہاڑ کو سونا بنا دیتے، مکہ کے پہاڑ دور ہٹا دیتے اور پہاڑوں کی جگہ سرسبز و شاداب میدان بنا دیتے جس میں نہریں جاری ہوتیں۔

(3) مثلاً وہ کہا کرتے تھے: ﴿وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے؟ اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہیں اُتارا گیا؟ کہ وہ بھی اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا؟'' (الفرقان:7) ﴿وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ ہم ہرگز آپ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ ہمارے لیے زمین سے کوئی بہتا چشمہ جاری نہ کر دیں۔'' (بنی اسرائیل:90)

(4) رسول کی دعوت سے بچنے کے لیے لوگ نشانی مانگتے ہیں اور اسے مختلف قسم کے مطالبات میں الجھاتے ہیں تاکہ وہ دعوت کے ذریعے زندگی میں تبدیلی لانے کا مطالبہ نہ کرے۔

(5) اگرچہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے اندر سب کچھ ہے اور وہ کسی کام سے عاجز نہیں مگر اپنے افعال اور اقوال کی حکمتوں کو وہ خوب جانتا ہے۔ فرمایا: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَاۗءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا﴾ ''بہت برکت والا ہے جو اگر چاہے تو آپ کو اس سے بہتر ایسے باغات عطا کر دے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں اور آپ کے لیے محلات بنا دے۔'' (الفرقان:10) (مختصر ابن کثیر: 786,785/1)

(6) ﴿وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۭ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ۭ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا﴾ ''اور ہمیں نہیں روکا کہ ہم معجزات بھیجیں مگر یہ کہ ان سے پہلے لوگوں نے بھی ان کو جھٹلا دیا تھا اور ہم نے ثمود کو اونٹنی کا واضح معجزہ دیا۔ چنانچہ انہوں نے اس پر بھی ظلم کیا اور ہم خوف دلانے کے لیے ہی معجزات بھیجتے ہیں۔'' (بنی اسرائیل:59)

سوال 2: معجزات کا مطالبہ کرنے والوں کو جو جواب دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿فَقُلْ ... مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی راہ نمائی کرتے ہوئے فرمایا:﴿فَقُلْ﴾جب وہ کسی معجزے کا مطالبہ کریں تو ان کے جواب میں یہ فرمادیں۔

(2)﴿اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ﴾''غیب کی خبر صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے''یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے علم کے ذریعے سے اپنے بندوں کے احوال کا احاطہ کئے ہوئے ہے،وہ اپنے علم اور انوکھی حکمت کے تقاضے کے مطابق ان کی تدبیر کرتا ہے۔ کسی حکم،کسی دلیل،کسی غایت وانتہا اور کسی تعلیل کی تدبیر میں کسی کا کوئی اختیار نہیں۔(تفسیر سعدی:1127/2)

(3)یعنی معجزات کا علم غیب سے آتا ہے اور غیب صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کے لیے ہے،میں اور آپ نہیں جانتے۔ (ایسر التفاسیر:598,597)

(4)﴿فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ﴾''چنانچہ تم لوگ انتظار کرو بلاشبہ میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں''یعنی ہر ایک دوسرے کے بارے میں انتظار کرے اور دیکھے کس کا انجام اچھا ہوتا ہے۔

(5)یہ لوگ اس قابل ہی نہیں کہ انہیں ان کے سوالوں کا جواب دیا جائے کیونکہ انہیں جواب دینے میں کوئی فائدہ نہیں،اس کا کوئی نتیجہ نہیں،اس لیے کہ اپنے گناہوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے یہ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر ہی جمے رہیں گے اسی لیے فرمایا:﴿فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ﴾''چنانچہ تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔'' (المصباح المنیر:205/3)

(6)یعنی اگر تم ایمان نہیں لاتے تو اپنے منہ مانگے معجزے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کا انتظار کرو۔

﴿وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ

''اور جب ہم لوگوں کو کسی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں کسی تکلیف کے بعد جو انہیں پہنچی ہو،تب اچانک ان کے لیے ہماری آیات

مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا ۭ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ۭ اِنَّ رُسُلَنَا

میں کوئی بری چال ہوتی ہے۔آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ تدبیر میں سب سے زیادہ تیز ہے،بلاشبہ ہمارے فرشتے

يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ﴾

وہ سب لکھ رہے ہیں جو تم بری چالیں چلتے ہو''(21)

سوال:تکلیف کے بعد آسانی ملنے پر انسان بدل جاتا ہے،اس کی وضاحت﴿وَاِذَآ...تَمْكُرُوْنَ﴾کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1) ﴿وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ﴾ ''اور جب ہم لوگوں کو کسی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں کسی تکلیف کے بعد جو انہیں پہنچی ہو'' یعنی جب لوگوں کو بیماری کے بعد صحت، دکھ کے بعد سکھ، تنگ دستی کے بعد فراخی، پریشانی کے بعد اطمینان، خوف کے بعد امن، گرانی کے بعد ارزانی اور قحط سالی کے بعد بارش نصیب ہوتی ہے تو وہ بھول جاتے ہیں کہ انہیں تکلیف کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ وہ نعمتیں پا کر اللہ تعالیٰ کی رحمت پر شکر کرنے کی بجائے اکڑ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔

(2) ﴿اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا﴾ ''تب اچانک ان کے لیے ہماری آیات میں کوئی بری چال ہوتی ہے'' مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ وہ آیات کو جھٹلاتے اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم:1938/6)

(3) وہ اپنی سرکشی پر اڑے رہتے ہیں اور سازشیں کرنے لگتے ہیں۔

(4) تکلیف کے بعد آسانی ملنے پر انسان بدل جاتا ہے۔

(5) ﴿قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا﴾ ''آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ تدبیر میں سب سے زیادہ تیز ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ مجرموں کو ڈھیل دیتا ہے تو وہ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم پر عذاب نہیں آنا پھر اللہ تعالیٰ انہیں بے خبری میں پکڑ لیتے ہیں۔

(6) اللہ تعالیٰ عذاب دینے میں جلدی کرنے والا ہے۔ وہ اپنی تدبیروں میں تیز ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنی تدبیر میں ان سے زیادہ تیز ہے۔ (فتح القدیر:542/2)

(7) بری چالوں کا وبال چال چلنے والے ہی پر پڑتا ہے۔ ان کے برے مقاصد انہی پر پلٹ جاتے ہیں اور وہ برے انجام سے محفوظ نہیں رہتے، بلکہ فرشتے ان کے اعمال لکھتے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو محفوظ کر لیتا ہے پھر وہ ان کو ان اعمال کی پوری پوری جزا دے گا۔ (تفسیر سعدی:1128,1127/2)

(8) ﴿اِنَّ رُسُلَنَا﴾ ''بلاشبہ ہمارے فرشتے'' یعنی فرشتوں میں سے حفاظت کرنے والے۔ (ایسر التفاسیر:598)

(9) یعنی وہ جو تمہارے اعمال کی حفاظت کرتے ہیں۔ (تفسیر قاسمی:21/9)

(10) ﴿يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ﴾ ''وہ سب لکھ رہے ہیں جو تم بری چالیں چلتے ہو'' اللہ تعالیٰ کے لکھنے والے فرشتے انسان کے اچھے اور برے ہر طرح کے عمل لکھ رہے ہیں اور کوئی عمل بھی لکھے بغیر نہیں رہتے پھر ان عملوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر دیتے ہیں جو ہر چھپی، کھلی چیز سے خبردار ہے پھر اللہ تعالیٰ انہیں ہر چھوٹے بڑے عمل کا بدلہ دے گا۔ (مختصر ابن کثیر:787/1)

﴿هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ

''وہی ہے جو خشکی اور سمندر میں تمہیں چلاتا ہے، یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو اور وہ انہیں لے کر عمدہ ہوا کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ

ساتھ چلتی ہیں اور وہ اس پر خوش ہو رہے ہوتے ہیں کہ اچانک سخت تیز ہوا آجاتی ہے اور ان پر ہر جانب سے موج آجاتی

وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ

ہیں اور وہ یقین کر لیتے ہیں کہ بے شک انہیں گھیر لیا گیا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت کو خالص کرتے ہوئے اسی کو پکارتے

لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿

ہیں کہ اگر آپ ہمیں اس سے نجات دے دیں تو ہم ضرور شکر کرنے والوں میں سے ہوں گے" (22)

سوال 1: اللہ تعالیٰ نے انسانی نفسیات کی وضاحت کے لیے سمندری سفر کے جو حالات بیان فرمائے ہیں، ان کو ﴿هُوَ الَّذِيْ ... مِنَ الشّٰكِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پچھلی آیت میں انسانی نفسیات کو واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں پر انسان کا کیا حال ہوتا ہے تو اس آیت میں سمندری سفر کی صورت حال بیان کی ہے جس میں انسان کو انجام کا خوف ہوتا ہے۔ یہ صورت حال انسانی نفسیات کی مزید وضاحت لیے ہوئے ہے۔

(2) ﴿هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾ "وہی ہے جو خشکی اور سمندر میں تمہیں چلاتا ہے" یعنی اللہ تعالیٰ سمندری، فضائی اور خشکی کے سفر اپنی نگرانی میں کرواتا ہے۔

(3) یعنی اللہ تعالیٰ ان اسباب کے ذریعے تمہاری راہ نمائی فرماتا ہے جو اس نے تمہیں عطا کیے ہیں۔

(4) ﴿حَتّٰٓى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ﴾ "یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو" یعنی جب تم بحری جہازوں میں ہوتے ہو اور کشتی مسافروں کو لے کر پانی کو چیرتی ہوئی آگے بڑھتی ہے۔

(5) ﴿وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ﴾ "اور وہ انہیں لے کر عمدہ ہوا کے ساتھ چلتی ہیں" یعنی وہ ہوا چلتی ہے جو جہازوں اور کشتیوں کو چلاتی ہے۔

(6) ﴿وَّفَرِحُوْا بِهَا﴾ "اور وہ اس پر خوش ہو رہے ہوتے ہیں" یعنی مسافر ہنستے، کھیلتے اور خوش ہو رہے ہوتے ہیں۔

(7) ﴿جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ﴾ "اچانک سخت تیز ہوا آجاتی ہے" یعنی اچانک سخت مخالف ہوائیں چلنے لگتی ہیں۔

(8) ﴿وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ﴾ "اور ان پر ہر جانب سے موج آجاتی ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور وہ یقین کر لیتے ہیں کہ بے شک انہیں گھیر لیا گیا ہے“ یعنی جب کشتی کو چاروں طرف سے موجیں گھیر لیتی ہیں تو انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ اب ہلاک ہو جائیں گے۔

(9)﴿دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ ”تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت کو خالص کرتے ہوئے اسی کو پکارتے ہیں“ اس وقت وہ مخلوق سے کٹ کر خالص اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں کیونکہ انہیں یقین آجاتا ہے کہ اس مصیبت سے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نجات نہیں دے سکتا۔

(10)﴿لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ﴾ ”اگر آپ ہمیں اس سے نجات دے دیں تو ہم ضرور شکر کرنے والوں میں سے ہوں گے“ یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعائیں کرتے ہیں کہ اگر ان مصیبتوں اور سختیوں سے نجات دلا دے تو وہ آپ کی اطاعت کرنے والے ہوں گے اور کبھی ناشکری نہیں کریں گے۔

(11) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا﴾ ”اور جب سمندر میں تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا تم جنہیں بھی پکارتے ہو وہ سب گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ موڑ جاتے ہو اور انسان ہمیشہ سے بڑا ناشکرا ہے۔“ (الاسراء:67)

سوال 2: سمندری طوفان کا تجزیہ کیا بتاتا ہے؟

جواب: سمندری طوفان میں سمندری ہوائیں پہاڑ جیسی موجوں کو اٹھاتی ہیں اور مسافروں کو ہر طرف سے گھیر لیتی ہیں اس وقت انسان سنجیدہ ہو جاتا ہے اور ایک اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کو ماننے بغیر اس کے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں رہ جاتا۔ یہ تجربہ بتاتا ہے کہ انسان اگر سنجیدہ ہو جائے تو وہ رب کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

﴿فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ

”پھر اس نے جب انہیں نجات دے دی تب فوراً وہ زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں۔ اے لوگو! یقیناً تمہاری سرکشی تمہارے

عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

اپنے ہی خلاف ہے دنیا کی زندگی کا فائدہ اٹھا لو پھر ہماری طرف ہی تمہیں لوٹ کر آنا ہے تو ہم تمہیں بتا دیں گے جو تم عمل کیا

تَعْمَلُوْنَ﴾

کرتے تھے“ (23)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سوال1: مصیبت سے نجات ملنے پر انسان سرکش بن جاتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿فَلَمَّآ ... الْحَقِّ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ﴾ ''پھر اس نے جب انہیں نجات دے دی'' جب اللہ تعالیٰ انہیں سختی اور مصیبت کے بھنور سے نکال لیتا ہے اور ان کی دعاؤں کو قبول کر لیتا ہے۔

(2) ﴿اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ ''تب فوراً وہ زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں'' مصیبتوں سے نجات ملنے پر وہ وعدے بھول جاتے ہیں جو انہوں نے کیے تھے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا انہیں کوئی مصیبتوں اور تنگیوں سے نجات نہیں دے سکتا۔ پھر وہ سرکش بن جاتے ہیں، ناحق فساد پھیلاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ سے بغاوت سے مراد ہے:

(i) اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اختیار کو تسلیم نہ کرنا۔

(ii) اللہ تعالیٰ کے احکامات نہ ماننا۔

(iii) اللہ تعالیٰ کی شریعت اور قانون کو نہ ماننا۔

(4) انسان جب اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ کوئی میرا کچھ بگاڑ نہیں سکتا اور یہ کہ میرا معاملہ بالکل درست ہے تو اسے کسی کی مدد کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ پھر انسان من مانی کرنے لگتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سرکشی کا رویہ اختیار کرنے پر بھی اسے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔

(5) حق تو یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی آسانیوں اور نعمتوں میں بھی اپنے آپ کو خالص کرتے جیسے انہوں نے سختیوں میں اپنی عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیا تھا۔ جو کوئی اخلاص کے بعد بغاوت کا رویہ اختیار کرتا ہے اس کی سرکشی اور بغاوت کا وبال اسی پر پڑتا ہے۔

سوال2: انسانوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ بغاوت کا وبال انہی پر پڑنے والا ہے، اس کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ... تَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ﴾ ''اے لوگو!'' اللہ تعالیٰ نے کسی بھی دور اور مقام کے انسانوں کو مخاطب کیا ہے جنہوں نے سرکشی اختیار کی۔

(2) ﴿اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ﴾ ''یقیناً تمہاری سرکشی تمہارے اپنے ہی خلاف ہے'' یعنی اپنی اس بغاوت کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وبال تم خود ہی چکھو گے اور اس سے کسی اور کو نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔

(3) سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ يُعَجِّلَ اللهُ تَعَالَى لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِثْلُ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ﴾ ''ظلم و بغاوت اور قطع رحمی (رشتہ ناتا توڑنے) جیسا کوئی اور گناہ نہیں ہے، جو اس لائق ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے مرتکب کو اسی دنیا میں سزا دے باوجود اس کے کہ اس کی سزا اس نے آخرت میں رکھ چھوڑی ہو۔'' (سنن ابی داود: 4902)

(4) ﴿مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''دنیا کی زندگی کا فائدہ اٹھا لو'' یعنی اللہ تعالیٰ سے سرکشی و بغاوت اور اس کے لیے اخلاص سے دور بھاگنے میں ان کی غرض و غایت یہ ہے کہ انہیں دنیا کے چند ٹکڑے اور اس کا مال و جاہ اور معمولی سے فوائد حاصل ہوں جو بہت جلد ختم ہو جائیں گے، سب کچھ ہاتھوں سے نکل جائے گا اور تم اسے چھوڑ کر یہاں سے کوچ کر جاؤ گے۔ (تفسیر سعدی: 1129/2)

(5) ﴿ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ﴾ ''پھر ہماری طرف ہی تمہیں لوٹ کر آنا ہے'' پھر قیامت کے دن تم ہمارے ہی پاس آؤ گے۔

(6) ﴿فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''تو ہم تمہیں بتا دیں گے جو تم عمل کیا کرتے تھے'' یعنی جو تم نے اچھے یا برے عمل کیے اس کی پوری پوری جزا دار الجزا میں ملے گی۔ (ایسر التفاسیر: 600,599)

(7) اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کو ان کے اپنے ان اعمال پر جمے رہنے سے ڈرایا گیا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1129/2)

﴿اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا

''دنیا کی زندگی کی مثال اس پانی جیسی ہے جسے ہم نے آسمان سے نازل کیا تو اس سے زمین کی اگنے والی چیزیں خوب مل جل

يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَاۤ

گئیں اس میں سے جو انسان اور چوپائے کھاتے ہیں یہاں تک کہ زمین نے اپنی رونق لے لی اور خوب مزین ہو گئی اور اس

اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَاۤ ۙ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ

کے رہنے والوں نے یقین کر لیا کہ بے شک اب وہ اس پر قادر ہیں تو ہمارا حکم رات کو یا دن کو آ گیا تو ہم نے اسے کٹی ہوئی

بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾

کر دیا گویا کہ وہ کل یہاں کچھ بھی نہ تھی، ہم آیات کو ایسے ہی کھول کر بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں'' (24)

سوال: دنیا کی زندگی کی مثال کی وضاحت ﴿اِنَّمَا ... يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾''دنیا کی زندگی کی مثال''دنیا کی زندگی کی مثال دنیا کی حالت سے مطابقت رکھتی ہے۔اس کی بہار چند دنوں کی،اس کی رونقیں چند گھڑیوں کی،اس کی چمک دمک تھوڑے وقت کی ہے۔دنیا کی لذتیں اوراس کا مال وجاہ انسان کے لیے بڑا پرکشش ہے مگر جلد ہی ختم ہوجانے والا ہے۔دنیا اپنے چاہنے والے سے نکل جاتی ہے اور چاہنے والا دنیا سے چلا جاتا ہے۔خالی ہاتھ دنیا سے جانے والے کا دل غم اور حسرت سے بھر جاتا ہے۔

(2)﴿كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ﴾''اس پانی جیسی ہے جسے ہم نے آسمان سے نازل کیا تو اس سے زمین کی اگنے والی چیزیں خوب مل جل گئیں''دنیا کے فنا اور زوال کی مثال ایسی ہے کہ آسمان پر بادل چھا جائیں تو خوب بارشیں ہوں زمین پانی جذب کرلے اور ہر قسم کی نباتات،طرح طرح کے چارے،قسم قسم کے اناج،رنگ رنگ کے پھول اور پھل اور انسانوں کے کھانے پینے کے لیے طرح طرح کی چیزیں اُگ آئیں۔

(3)﴿مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ﴾''اس میں سے جو انسان کھاتے ہیں''یعنی غلے،پھل،سبزیاں اور اناج وغیرہ۔

(4)﴿وَالْاَنْعَامُ﴾''اور چوپائے''اور وہ چیزیں جو جانور کھاتے ہیں مثلاً مختلف قسم کے چارے وغیرہ۔

(5)﴿حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ﴾''یہاں تک کہ زمین نے اپنی رونق لے لی اور خوب مزین ہوگئی''اس کا منظر خوب صورت ہوجاتا ہے اور زمین خوب صورت لباس پہن لیتی ہے،تو دیکھنے والوں کے لئے خوش منظر،غم ہلکا کرنے والوں کے لیے ذریعہء تفریح اور بصیرت حاصل کرنے والوں کے لیے ایک نشانی بن جاتی ہے۔تب تو عجیب نظارہ دیکھے گا جس میں سبز،زرد اور سفید رنگ دکھائی دیں گے۔(تفسیر سعدی:1130/2)

(6)﴿وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ﴾''اور اس کے رہنے والوں نے یقین کرلیا کہ بے شک اب وہ اس پر قادر ہیں''یعنی زمین کے مالک سمجھنے لگتے ہیں کہ اب کے خوب پیداوار ہوگی جس سے وہ نفع اٹھائیں گے۔یعنی وہ سمجھنے لگتے ہیں کہ دنیا ہمیشہ ان کے پاس رہے گی۔وہ اس لیے سمجھتے ہیں کیونکہ ان کا ارادہ دنیا ہی کا ہے اور ان کی طلب بھی دنیا ہی کی ہے۔

(7)﴿اَتٰىهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا﴾''تو ہمارا حکم رات کو یا دن کو آ گیا''یعنی اللہ تعالیٰ کی تقدیر غالب آجاتی ہے تو کبھی تیز آندھیاں چلتی ہیں کبھی آسمان سے اولے برستے ہیں،کبھی شدت کی برف باری ہوتی ہے۔پھل اور غلے تو دور کی بات ہے درختوں پر پتے بھی نہیں رہتے۔کبھی درخت زمین پر آ گرتے ہیں۔

(8)﴿فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا﴾''تو ہم نے اسے کٹی ہوئی کردیا''یعنی سب کچھ درخت،باغات،پھل،اناج کٹے ہوئے ڈھیر کی طرح ہوجاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(9)﴿كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ﴾ ''گویا کہ وہ کل یہاں کچھ بھی نہ تھی'' گویا کہ وہاں کبھی خوب صورتیاں، رونقیں، آبادیاں تھیں ہی نہیں۔ ہر چیز پر بے رونقی چھا جاتی ہے گویا وہاں کبھی کچھ تھا ہی نہیں۔ ایسی ناپائیدار شے جو کل تھی آج نہیں اس کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے۔

(10) رب العزت نے تباہ ہونے والی قوموں کے بارے میں فرمایا:﴿فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ (۹۴) كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا﴾ ''تو انہوں نے اپنے گھروں میں صبح کی کہ وہ اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے۔ گویا وہ ان میں بسے ہی نہ تھے۔'' (ہود:95,94)

(11) قیامت کے دن دوزخ جانے والوں کو بھی یوں محسوس ہوگا جیسے دنیا میں ان کو نعمتیں ملی ہی نہ تھیں۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن جہنم والوں میں سے اس آدمی کو لایا جائے گا جو اہل دنیا میں سے (دنیا میں) بہت نعمتوں والا تھا۔ پھر اس سے کہا جائے گا: اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی کوئی بھلائی بھی دیکھی تھی؟ کیا تجھے کبھی کوئی نعمت بھی ملی تھی؟ وہ کہے گا: اے میرے رب! اللہ کی قسم نہیں (ملی) اور (پھر) اہل جنت میں سے اس آدمی کو پیش کیا جائے گا جسے دنیا میں لوگوں سے سب سے زیادہ تکلیفیں آئی ہوں گی۔ پھر اسے جنت میں ایک دفعہ غوطہ دے کر پوچھا جائے گا: اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی کوئی تکلیف بھی دیکھی؟ کیا تجھ پر کبھی کوئی سختی بھی گزری؟ وہ عرض کرے گا: اے پروردگار! اللہ کی قسم نہیں، کبھی کوئی تکلیف میرے پاس سے نہ گزری اور نہ ہی میں نے کبھی کوئی شدت و سختی دیکھی۔'' (مسلم:7088)

(12)﴿كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ﴾ ''ہم آیات کو ایسے ہی کھول کر بیان کرتے ہیں'' یعنی ہم آیات کو مثالیں بیان کر کے واضح کرتے ہیں۔

(13)﴿لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں'' یعنی جو ان کاموں میں غور و فکر کرتے ہیں جو انہیں فائدہ دیتے ہیں۔ جو اپنی فکر کو درست استعمال کرتے ہیں وہی مثالوں سے سبق حاصل کرتے ہیں۔

(14) غافل انسان تو اللہ تعالیٰ کی آیات سے منہ پھیر لیتا ہے۔ ایسے شخص کو آیات کوئی فائدہ نہیں دیتیں نہ اس کا شک دور کرتی ہیں۔

(15) اللہ تعالیٰ نے کھول کر مثال بیان کی ہے تاکہ لوگ دنیا کی ناپائیداری اور اس کے جلد زائل ہونے کا اندازہ کر کے عبرت حاصل کریں۔ یہ چند روزہ دنیا ایسی ہے جو اس کے پیچھے بھاگتا ہے یہ دور بھاگتی ہے اور جو اس سے بھاگتا ہے یہ اس کے پیچھے پڑ جاتی ہے۔ دنیا ٹھکرانے والوں سے لپٹتی ہے، نفرت کرنے والوں سے چمٹتی ہے اور طلب کرنے والوں سے بھاگتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رب العزت نے فرمایا:﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا﴾ ''اور آپ انہیں دنیا کی زندگی کی مثال بیان کر دیں، جیسا کہ پانی، جسے ہم نے آسمان سے نازل کیا پھر اس سے زمین کی نباتات خوب گھنی ہو گئیں پھر وہ چورا ہو گئیں، جسے ہوائیں اڑائے پھرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔'' (الکہف:45)

﴿وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾

''اور اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف دعوت دیتا ہے اور وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے'' (25)

سوال: دار السلام کی دعوت کی وضاحت ﴿وَاللّٰهُ ... مُّسْتَقِيْمٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) جب اللہ تعالیٰ نے دنیا کے جلد فنا اور زوال پذیر ہونے کا ذکر فرمایا تو اب جنت کا شوق دلا کر سدا بہار بہاروں کی دعوت دی ہے۔

(2) ﴿وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف دعوت دیتا ہے'' دار السلام سے مراد جنت ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو توحید سے جنت کی طرف دعوت دی ہے۔ (تفسیر قاسمی:25/9)

(4) دار السلام کی دعوت ایمان، عمل صالح، شرک اور نافرمانیوں کو چھوڑنے کی دعوت ہے۔ (ایسر التفاسیر:600)

(5) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سلامتی کے گھر کی طرف عام دعوت اور اس کو حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے۔ وہ جس کو اپنے لئے خالص کر کے چن لینا چاہتا ہے اس کے لیے ہدایت کو مخصوص کر دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اس کے لیے اپنی رحمت کو مختص کر دیتا ہے، یہ اس کا عدل و حکمت ہے اور حق و باطل کو بیان کر دینے اور رسولوں کو مبعوث کرنے کے بعد کسی کے لیے اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کو ''دار السلام'' کے نام سے اس لئے موسوم کیا ہے کہ یہ تمام آفات اور نقائص سے محفوظ اور سلامت ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی نعمتیں کامل، ہمیشہ باقی رہنے والی اور ہر طرح سے خوب صورت ہیں۔ (تفسیر سعدی:1131/2)

(6) سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ فرشتے نبی کریم ﷺ کے پاس آئے (جبرائیل و میکائیل) اور آپ سوئے ہوئے تھے۔ ایک نے کہا کہ یہ سوئے ہوئے ہیں، دوسرے نے کہا کہ ان کی آنکھیں سو رہی ہیں لیکن ان کا دل بیدار ہے۔ انہوں نے کہا کہ تمہارے ان صاحب (نبی کریم ﷺ) کی ایک مثال ہے پس ان کی مثال بیان کرو۔ تو ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ سو رہے ہیں، دوسرے نے کہا کہ آنکھ سو رہی ہے اور دل بیدار ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان کی مثال اس شخص

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جیسی ہے جس نے ایک گھر بنایا اور وہاں کھانے کی دعوت کی اور بلانے والے کو بھیجا، پس جس نے بلانے والے کی دعوت قبول کر لی وہ گھر میں داخل ہو گیا اور دستر خوان سے کھایا اور جس نے بلانے والے کی دعوت قبول نہیں کی وہ گھر میں داخل نہیں ہوا اور دستر خوان سے کھانا نہیں کھایا، پھر انہوں نے کہا کہ اس کی ان کے لیے تفسیر کر دو تا کہ یہ سمجھ جائیں۔ بعض نے کہا کہ یہ تو سوئے ہوئے ہیں لیکن بعض نے کہا کہ آنکھیں گو سو رہی ہیں لیکن دل بیدار ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ گھر تو جنت ہے اور بلانے والے محمد ﷺ ہیں، پس جو ان کی اطاعت کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا اور جو ان کی نافرمانی کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا اور محمد ﷺ اچھے اور برے لوگوں کے درمیانی فرق کرنے والے ہیں۔ (بخاری:7281)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو جنت میں داخل ہو گا وہ ہمیشہ خوش حال رہے گا، کبھی بدحال نہیں ہو گا۔ اس کے کپڑے بوسیدہ نہیں ہوں گے اور اس کی جوانی ماند نہیں پڑے گی۔'' (مسلم:7156)

(8) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جنت کی چیزوں میں سے ایک ناخن کے برابر اگر ظاہر ہوں تو جو کچھ آسمان و زمین کے کناروں میں ہے اس کو چمکا دے اور اگر ایک مرد اہل جنت سے جھانکے اور اس کے کنگن ظاہر ہوں تو آفتاب کی روشنی مٹا دیں جیسے آفتاب تاروں کی روشنی مٹا دیتا ہے۔'' (ترمذی:2538)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پہلا طائفہ جو جنت میں داخل ہو گا، ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح (چمکتے) ہوں گے۔ پھر ان کے بعد داخل ہونے والوں کے چہرے، آسمان پر سب سے زیادہ روشن ستارے کی طرح ہوں گے، وہ پیشاب کریں گے نہ پاخانہ، وہ تھوکیں گے نہ ناک سنکیں گے، ان کی کنگھیاں سونے کی، ان کا پسینہ کستوری (کی طرح خوش بودار) ہو گا اور ان کی انگیٹھیوں میں (جلانے کے لیے) خوشبودار لکڑی ہو گی، ان کی بیویاں موٹی آنکھوں والی حوریں ہوں گی سب (جنتی لوگ) ایک ہی آدمی کی ساخت پر اپنے باپ آدم علیہ السلام کی شکل و صورت پر ہوں گے، بلندی (قد) میں وہ سٹھ (ساٹھ) ہاتھ ہوں گے (جیسے سیدنا آدم علیہ السلام تھے)۔'' (بخاری:3327)

(10) ﴿وَيَهۡدِيۡ مَنۡ يَّشَآءُ﴾ ''اور وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے'' ابو العالیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ انہیں شبہات، فتنوں اور گمراہیوں سے نکالتا ہے۔ (تفسیر الدر المنثور:545/3)

(11) ﴿اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ﴾ ''سیدھے راستے کی طرف'' صراط مستقیم سے مراد دین قیم ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہے اور وہ اسلام ہے۔ (تفسیر قاسمی:25/9)

(12) اللہ تعالیٰ نے دار السلام تک پہنچانے کے لیے واضح فرمایا کہ وہ جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم یعنی کتاب اللہ کا، قرآن مجید

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے علم، اس کے عمل اور اس کے پیغام کو پہنچانے کا راستہ دکھاتا ہے۔

(13) نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص علم کے راستے پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۭ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ

''جن لوگوں نے نیکی کی ان کے لیے نہایت اچھا بدلہ ہے اور کچھ مزید ہے اور ان کے چہروں کو نہ کوئی سیاہی ڈھانپے گی اور نہ

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾

کوئی ذلت، یہی لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' (26)

سوال: مخلصوں کے اجر و ثواب کی وضاحت ﴿لِلَّذِيْنَ ... خٰلِدُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى﴾ ''جن لوگوں نے نیکی کی ان کے لیے نہایت اچھا بدلہ ہے'' جس نے دنیا میں ایمان لا کر اخلاص سے نیک اعمال کیے اس کا نیک بدلہ ہے یعنی جنت۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿هَلْ جَزَاۗءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ﴾ ''نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہے۔'' (الرحمن:60)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿مَنْ جَاۗءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ ''جو نیکی لائے گا اس کے لیے اس جیسا دس گنا ہوگا۔'' (الانعام:160)

(4) اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سلامتی کے گھر کی طرف بلایا تو گویا ان نفوس کو ان اعمال کا اشتیاق پیدا ہوا جو ان کو اس گھر میں پہنچانے کے موجب ہیں۔ فرمایا: ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ ''جن لوگوں نے نیکی کی ان کے لیے نہایت اچھا بدلہ ہے اور کچھ مزید ہے'' یعنی ان لوگوں کے لیے جنہوں نے خالق کی عبادت میں احسان سے کام لیا یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبودیت میں مراقبہ اور خیر خواہی کے ساتھ اس کی عبادت کی اور مقدور بھر اس عبودیت کو قائم رکھا اور اپنی استطاعت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے بندوں سے احسان قولی اور احسان فعلی کے ساتھ پیش آئے اور ان کے ساتھ مالی اور بدنی احسانات سے کام لیا، نیکی کا حکم دیا، برائی سے روکا، جہلا کو تعلیم دی، روگردانی کرنے والوں کی خیر خواہی کی، نیکی اور احسان کے دیگر تمام پہلوؤں پر عمل کیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو احسان کے مرتبہ پر فائز ہوئے اور انہی کے لیے (الحسنیٰ) ہے یعنی ایسی جنت جو اپنے حسن و جمال میں کامل ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1131)

(5) سیدنا جبریل علیہ السلام نے نبی ﷺ سے سوال کیا تھا: احسان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی عبادت (اس خشوع وخضوع اور خلوص سے) کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر یہ حالت نصیب نہ ہو کہ تم اس کو دیکھتے ہو تو یہ خیال رہے کہ وہ تو ضرور تمہیں دیکھتا ہے۔'' (بخاری:50)

(6) ﴿وَزِيَادَةٌ﴾ ''اور کچھ مزید ہے'' مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: زیادۃ سے مغفرت اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی مراد ہے۔ دوسرے لوگوں نے کہا: ﴿وَزِيَادَةٌ﴾ سے اللہ تعالیٰ کا دیدار مراد ہے۔ (بخاری: کتاب التفسیر)

(7) ﴿وَزِيَادَةٌ﴾ '' اور کچھ مزید ہے'' سے مراد اللہ تعالیٰ کے چہرہ انور کا دیدار، اس کے کلام مبارک کا سماع، اس کی رضا کا فیضان اور اس کے قرب کا سرور ہے۔ اس ذریعے سے انہیں وہ بلند مقامات حاصل ہوں گے کہ تمنا کرنے والے ان کی تمنا کرتے ہیں اور سوال کرنے والے اللہ تعالیٰ سے انہی مقامات کا سوال کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:1131/2)

(8) سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب جنت والے جنت میں چلے جائیں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان سے فرمائیں گے کہ کیا تم مزید کچھ چاہتے ہو؟ وہ جنتی عرض کریں گے (اے اللہ) کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا؟ کیا تو نے ہم کو دوزخ سے نجات نہیں دی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پھر اللہ تعالیٰ ان کے اور اپنے درمیان سے پردے اٹھا دے گا اور جنتی اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے تو ان کو اس دیدار سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں ہوگی۔'' (مسلم:449)

(9) جو شخص دار السلام میں ہو، اپنے رب کا دیدار کرتا ہو، اس کا چہرہ کیوں حسین وجمیل اور پر رونق نہ ہوگا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ساری امتوں کے درمیان سے میں اپنی امت کو اس طرح پہچان لوں گا کہ ان کے چہرے روشن ہوں گے اور ان کے ہاتھ پاؤں وضو کے اثر سے سفید ہوں گے۔ (مشکوۃ المصابیح:40)

(10) ﴿وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ﴾ ''اور ان کے چہروں کو نہ ڈھانپے گی'' ان کے چہروں پر نہیں چھائے گی، نہیں چڑھے گی۔

(11) ﴿قَتَرٌ﴾ ''کوئی سیاہی'' یعنی میدان حشر کی سیاہی جو کافروں کے چہروں پر چھا جائے گی۔ دھوئیں کی کالک سے ان کے چہرے سیاہ فام ہوں گے۔ (12) جب دنیا اور شہوات کے سیاہ غبار کا اثر ان پر نہیں چھائے گا۔ (تفسیر قاسمی:26/9)

(13) ﴿وَلَا ذِلَّةٌ﴾ ''اور نہ کوئی ذلت'' یعنی ظاہری اور باطنی توہین نہیں ہوگی۔ میدان حشر میں عزت سے رہیں گے۔

(14) یعنی انہیں کسی لحاظ سے بھی کسی ناگوار صورت حال کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا، کیونکہ جب کوئی ناگوار امر واقع ہوتا ہے تو یہ ناگوار امر اس کے چہرے پر ظاہر ہو جاتا ہے اور چہرہ تغیر اور تکدر کا شکار ہو جاتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1132/2)

(15) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس دن کی مصیبت سے انہیں بچایا اور انہیں تازگی اور خوشی عطا فرمائی ہے۔'' (الدھر:11) یاارحم الراحمین اپنی رحمت اور فضل وکرم سے ہمیں ان لوگوں میں شامل فرمالیجیے۔

(16)﴿أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ﴾ ''یہی لوگ جنت والے ہیں'' یعنی جولوگ ایمان لائے اور اس پر عمل کیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنا دین بھیجا ہے ان کے لیے جنت ہے۔

(17)﴿هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' یعنی وہ جنت سے منتقل ہوں گے نہ اس سے دور ہوں گے اور نہ وہ تبدیل ہوں گے۔ (تفسیر سعدی:2/1132)

﴿وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ

''اور جن لوگوں نے برائیاں کمائیں تو برائی کا بدلہ اس جیسا ہوگا اور ان کو رسوائی ڈھانپے ہوگی، کوئی انہیں اللہ تعالیٰ سے بچانے

مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ۭ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ

والا نہ ہوگا، گویا ان کے چہرے سیاہ رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دیے گئے ہیں۔ یہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾

ہمیشہ رہنے والے ہیں'' (27)

سوال: کفر وشرک پر اصرار کرنے والوں کے انجام کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ...خٰلِدُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ﴾ ''اور جن لوگوں نے برائیاں کمائیں'' اللہ تعالیٰ نے جنت والوں کے تذکرے کے بعد جہنم والوں یعنی دعوت سے منہ موڑنے والوں اور کفر، شرک اور نافرمانیوں پر اصرار کرنے والوں کی جزا کے بارے میں وضاحت کی ہے۔ (ایسر التفاسیر:602)

(2)﴿السَّيِّاٰتِ﴾ سیئہ کی جمع ہے یعنی جو گناہوں، شرک اور نافرمانیوں سے نفس کو برائی پہنچتی ہے۔ (ایسر التفاسیر:601)

(3) جن لوگوں نے برے کام کیے ان کی کل کمائی برے اعمال ہیں یعنی وہ کام جن سے اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہے مثلاً کفر، گناہ، انبیاء کو جھٹلانا وغیرہ۔

(4)﴿جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا﴾ ''برائی کا بدلہ اس جیسا ہوگا'' برائی کا بدلہ اس جیسی برائی ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان سے پورا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انصاف کرے گا۔اللہ تعالیٰ ان کو ایسی جزا دے گا جو ان کے برے عمل کے مطابق ہوگی۔

(5)﴿وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ﴾''اور ان کو رسوائی ڈھانپے ہوگی''ان کے دلوں میں گناہوں کی وجہ سے خوف اور ذلت چھائی ہوئی ہوگی۔انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف ہوگا۔

(6)حشر کے میدان میں ابدی محرومی کے احساس سے درماندگی،خوف،ذلت،پریشانی اور تنگی کی وجہ سے چہروں پر سیاہی ہوگی۔شدید مایوسی اور ابدی محرومی کی وجہ سے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے۔ایسی ناکامی کا احساس جو کبھی دوبارہ کامیابی میں نہیں بدل سکتی۔

(7)رب العزت نے فرمایا:﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ﴾''اور قیامت کے دن آپ ان لوگوں کو دیکھیں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا کہ ان کے چہرے سیاہ ہوں گے،کیا جہنم میں تکبر کرنے والوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے؟''(الزمر:60)

(8)﴿وَوُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ (۴۰) تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ (۴۱) اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ (۴۲)﴾''اور اس دن کچھ چہروں پر خاک اڑ رہی ہوگی۔ان پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگی۔یہی لوگ کافر،بدکردار ہیں۔''(عبس:40-42)

(9)اور فرمایا:﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۭ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَاۗءٌ﴾''اور آپ اللہ تعالیٰ کو ہرگز غافل خیال نہ کریں اس سے جو ظالم کرتے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے لیے ڈھیل دے رہا ہے جس میں نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔اس حالت میں کہ تیز دوڑنے والے،اپنے سروں کو اوپر اٹھانے والے ہوں گے ان کی نگاہ ان کی اپنی جانب ہی نہیں لوٹے گی اور ان کے دل خالی ہوں گے۔''(ابراہیم:42,43)

(10)﴿مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ﴾''کوئی انہیں اللہ تعالیٰ سے بچانے والا نہ ہوگا''کوئی ان سے عذاب کے خوف کو دور نہیں کر سکے گا اور نہ کوئی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے گا۔

(11)﴿يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ كَلَّا لَا وَزَرَ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ الْمُسْتَقَرُّ﴾''اس دن انسان کہے گا:''بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟''ہرگز نہیں،کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے۔اس دن تیرے رب کے پاس ہی ٹھہرنے کی جگہ ہے۔''(القیامۃ:10-12)

(12)﴿كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا﴾''گویا ان کے چہرے سیاہ رات کے ٹکڑوں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈھانپ دیے گئے ہیں'' ان کے اندر کا خوف اور ذلت ان کے چہرے کی سیاہی بن جائے گی اور سیاہی بھی کیسی جیسے اندھیری رات کے ٹکڑے ہوں۔

(13)﴿اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''یہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' یہ لوگ آگ کے لیے لازم ہوں گے اور وہ اس سے کبھی نکل نہ پائیں گے، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آگ میں رہیں گے۔

(14) برائیاں کمانے والوں کی سزا اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے طریقہ زندگی کو چھوڑ کر، اللہ تعالیٰ کے قانون کو توڑ کر زندگی گزارنے کی وجہ سے ہوگی۔

(15) دو گروہوں کے حالات میں کتنا فرق ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ (۲۲) اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (۲۳) وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۢ بَاسِرَةٌ (۲۴) تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ (۲۵)﴾ ''بعض چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔ اور کچھ چہرے اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے۔ گمان کر رہے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ معاملہ کیا جائے گا۔'' (القیامۃ:22-25)

﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ

''اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر ہم ان لوگوں سے کہیں گے جنہوں نے شریک بنائے کہ تم اور تمہارے شریک

وَشُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ﴾

اپنی جگہ رہو پھر ہم ان کے درمیان علیحدگی کر دیں گے اور ان کے شریک کہیں گے کہ تم ہماری عبادت تو نہیں کرتے تھے'' (28)

سوال: میدان حشر کے اجتماع کے حالات کی وضاحت ﴿وَيَوْمَ ... تَعْبُدُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا﴾ ''اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے'' یعنی قیامت کے دن تمام انسانوں، جنوں، مردوں اور عورتوں کو اللہ تعالیٰ حشر کے میدان میں جمع کریں گے۔ اس دن مشرکوں اور ان کے باطل معبودوں کو بھی اکٹھا کیا جائے گا۔

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا﴾ ''اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو بالکل صاف میدان دیکھیں گے اور ہم ان سب کو جمع کریں گے، چنانچہ ہم ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے۔'' (الکہف:47)

(3)﴿ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ﴾ ''پھر ہم ان لوگوں سے کہیں گے جنہوں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شریک بنائے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ رہو' اللہ تعالیٰ مشرکوں سے فرمائیں گے کہ تم اپنے معبودوں کے ساتھ اپنے مقام پر کھڑے رہو تا کہ تمہارے اور تمہارے معبودوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے۔

(4) ﴿فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ﴾ ''پھر ہم ان کے درمیان علیحدگی کر دیں گے'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کے درمیان جدائی ڈال دیں گے۔

(5) یعنی ہم بُعد بدنی اور بُعد قلبی کے ذریعے سے ان کے درمیان جدائی ڈال دیں گے، دنیا میں وہ ایک دوسرے کے لیے خالص محبت و مودت رکھتے تھے، اب ان کے درمیان سخت عداوت ہوگی۔ یہ محبت اور دوستی سخت عداوت اور بغض میں بدل جائے گی۔ (تفسیر سعدی: 1133/2)

(6) ﴿وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ﴾ ''اور ان کے شریک کہیں گے'' ان کے ٹھہرائے ہوئے شریک ان سے بے زاری کا اظہار کرتے ہوئے کہیں گے۔

(7) ﴿مَا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ﴾ ''تم ہماری عبادت تو نہیں کرتے تھے'' کیونکہ ہم نہ تمہاری سنتے تھے اور نہ تمہیں دیکھتے تھے، نہ ہم نے تمہیں اپنی عبادت کا حکم دیا تھا اور یہ ان تمام لوگوں کا قول ہوگا جن کی کسی بھی جنس میں سے اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جاتی ہے۔ (ایسر التفاسیر: 602)

(8) ان کے شرکاء تو اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس سے پاک مانتے ہیں کہ اس کا کوئی شریک ہو۔

(9) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾ ''اور جب تمام انسان جمع کر دیے جائیں گے تو وہ اُن کے دُشمن ہو جائیں گے اور اُن کی عبادت کا انکار کرنے والے ہوں گے۔'' (الاحقاف: 6)

(10) حشر کے میدان میں مفروضہ شریکوں اور ان کی عبادت کرنے والوں کو جب روک لیا جائے گا تو ان کے درمیان ایک پردہ اٹھا دیا جائے گا تب وہ نہ آپس میں بات جیت کر سکیں گے نہ ان کے پاس کوئی بات رہ جائے گی سوائے اس کے کہ وہ عبادت کرنے والوں کے جرم میں شریک نہیں تھے ہمیں نہ اس کا علم ہے نہ شعور۔

﴿فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ﴾

''سو ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے، بلاشبہ ہم تمہاری عبادت سے یقیناً بے خبر تھے'' (29)

سوال: جھوٹے معبود اپنے عبادت گزاروں کے مخالف ہو جائیں گے، اس کی وضاحت ﴿فَكَفٰى ... لَغٰفِلِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ﴾ ''سو ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے بلاشبہ ہم تمہاری عبادت سے یقیناً بے خبر تھے'' میدان حشر میں جب بت پرست اپنے بتوں کی پرستش کا اقرار کریں گے اور بت انکار کریں گے تو وہ اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہراتے ہوئے کہیں گے کہ ہم نے تمہیں اپنی عبادت کی دعوت نہیں دی تھی بلکہ تم نے شیطان کی عبادت کی جس نے تمہیں شرک کی طرف بلایا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور جس دن وہ تمام انسانوں کو جمع کرے گا پھر وہ فرشتوں سے کہے گا: ''کیا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کرتے تھے؟'' وہ کہیں گے: ''پاک ہے تیری ذات، ان کی بجائے آپ ہی ہمارے دوست ہیں بلکہ وہ تو جنوں کی عبادت کرتے تھے، ان کے اکثر ان ہی پر ایمان لانے والے تھے۔'' (سبا:41,40)

(2)﴿اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ﴾ ''بلاشبہ ہم تمہاری عبادت سے یقیناً بے خبر تھے'' یہاں غفلت سے مراد عدم رضا ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ وہ معبود شیطان کے علاوہ ہوں گے۔ (فتح القدیر:550/2)

(3) غافل ہونے سے مراد یہ ہے کہ نہ ہم سنتے تھے، نہ دیکھتے تھے، نہ سمجھتے تھے کیونکہ ہم جمادات تھے اور ہم میں روح نہ تھی۔ (قرطبی:199/4)

﴿هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾

''وہاں ہر نفس جانچ لے گا جو اس نے آگے بھیجا اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جائیں گے (جو) ان کا حقیقی مالک ہے اور ان سے گم ہو جائے گا جو جھوٹ وہ گھڑا کرتے تھے'' (30)

ع 3 10 8

سوال: قیامت کے دن ہر شخص اپنے اچھے برے اعمال کا اندازہ کر لے گا، اس کی وضاحت ﴿هُنَالِكَ... يَفْتَرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿هُنَالِكَ﴾ ''وہاں'' یعنی میدان حشر میں حساب کے وقت، قیامت کے دن۔

(2)﴿تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ﴾ ''ہر نفس جانچ لے گا'' ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ اس نے کتنے اچھے اور برے عمل اس دن کے لیے کیے یعنی ان کے اعمال کو جانچا جائے گا اور اس کے مطابق جزا سزا دی جائے گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿مَّآ اَسْلَفَتْ﴾ ''جو اس نے آگے بھیجا'' جو کچھ کھلے، چھپے، چھوٹے، بڑے اعمال اس نے آگے بھیجے سب کو پتہ لگ جائے گا۔

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ﴾ ''جس دن تمام پوشیدہ باتوں کی جانچ پڑتال کی جائے گی۔'' (الطارق:9)

(5)﴿يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ﴾ ''اس دن انسان کو بتایا جائے گا جو کچھ اس نے آگے بھیجا اور جو اس نے پیچھے چھوڑا ہے۔'' (القیامۃ:13)

(6)﴿وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا (۱۳) اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا (۱۴)﴾ ''اور ہم قیامت کے دن اس کے لیے ایک کتاب نکالیں گے جسے وہ کھلی ہوئی پائے گا۔ پڑھ اپنا نامۂ اعمال! آج کے دن تم اپنے اوپر خود حساب لینے والے کافی ہو۔'' (بنی اسرائیل:14,13)

(7)﴿وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جائیں گے (جو) ان کا حقیقی مالک ہے'' یعنی اس طرح وہ اپنے آپ کو اپنے مالک، اپنے مولا کے سامنے پائیں گے جو ان کا حقیقی معبود ہے۔

(8)﴿مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ﴾ ''(جو) ان کا حقیقی مالک ہے'' یعنی ان کا رب اور الحق اس کی صفت ہے یعنی جو سچی ربوبیت والا ہے۔ (فتح القدیر:2/550)

(9)﴿وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''اور ان سے گم ہو جائے گا جو جھوٹ وہ گھڑا کرتے تھے'' اور ان سے گم ہو جائیں گے جو انہوں نے جھوٹے معبود گھڑ رکھے تھے۔ (ایسر التفاسیر:603,602)

(10)یعنی ان کے شرک کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ

''آپ کہہ دیں کہ کون تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو

الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ

مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو جلد ہی وہ کہیں گے ''اللہ تعالیٰ'' کہو: ''تو

اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾

کیا تم ڈرتے نہیں؟'' (31)

سوال1: مشرک بھی اللہ تعالیٰ کی توحید ربوبیت کا اعتراف کرتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿قُلْ...تَتَّقُوْنَ﴾ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روشنی میں کریں؟

جواب:(1)مشرکین بھی اللہ تعالیٰ کی توحید ربوبیت کا اعتراف کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کے اس اعتراف کوتوحید الوہیت کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔

(2)﴿قُلْ﴾''آپ کہہ دیں''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کوحکم دیا ہے کہ آپ ان مشرکوں سے پوچھیں جو مانتے ہیں کہ دنیا کا تنہارب اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

(3)﴿مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾''کون تمہیں آسمان اورزمین سے رزق دیتا ہے''کون ہے جوآسمان سے بارش برسا کر،زمین کواپنے ارادے سے پھاڑتا ہے؟کون ہے جوانا ج،پھل اورگھاس پھونس پیدا کرتا ہے؟وہ کون ہے جوآسمان سے رزق نازل کرکے زمین سے رزق نکالنے کے اسباب پیدا کرتا ہے؟

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ﴾''یاوہ کون ہے جوتمہیں رزق دے اگروہ اپنارزق روک لے؟''(الملک:21)

(5)اللہ تعالیٰ کے ماسوا کوئی اوررزق فراہم نہیں کرسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا کل کائنات پر کسی کا اختیار نہیں اورکوئی جھوٹا معبودایسے کسی واقعہ کوکیسے ظہور میں لاسکتا ہے جواجزا کی باہمی ہم آہنگی سے وجود میں آتا ہو۔

(6)اسی طرح رب العزت نے فرمایا:﴿اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ﴾''یاکون ہے جوکانوں اورآنکھوں کا مالک ہے؟''یعنی وہ کون ہے جس نے کانوں اورآنکھوں کوپیدا کیا،جوان پراختیار رکھتا ہے۔

(7)رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ﴾''کہہ دووہ(اللہ تعالیٰ)وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیااورتمہارے لیے کان آنکھیں اوردل بنائے۔''(الملک:23)

(8)یہ اس دنیا میں علم،معرفت اورادراک کے وسائل ہیں۔اللہ تعالیٰ نے سماعت اور بصارت کا خاص طور پر ذکراس لیے کیا کہ دونوں اہم حواس ہیں۔(تفسیر منیر:174/6)

(9)﴿وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ﴾''اورکون زندہ کومردہ سے نکالتا ہے''آپ ﷺ ان سے پوچھیں وہ کون ہے جواپنی عظیم قدرت سے مردہ سے زندہ کونکالتا ہے۔مثلاً دانے اور گٹھلی سے نباتات کو،انڈے سے پرندے کونکالتا ہے اور کافر سے مومن بناتا ہے؟

(10)﴿وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ﴾''اورمردہ کوزندہ سے نکالتا ہے؟''یعنی کون ہے جومرغی سے انڈے کو،کھجور سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گٹھلی کو، انسان سے نطفے کو نکالتا ہے؟

(11) ﴿وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ﴾ ''اور کون ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟'' اور کون ہے جو اوپر والے جہان اور نیچے والے جہان کی تدبیر کرتا ہے؟ وہ کون ہے جو ساری مخلوقات کی زندگی اور موت، صحت اور بیماری کی تدبیر کرتا ہے؟

(12) رب العزت نے فرمایا: ﴿يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ﴾ ''آسمانوں میں اور زمین میں جو بھی ہے سب اُسی سے مانگ رہا ہے۔ وہ روزانہ ایک نئی شان میں ہے۔'' (الرحمن:29)

(13) کون ہے جو تقدیر کے فیصلے کرتا ہے؟ (فتح القدیر:554/2)

(14) کون مختار کل ہے، کس کے ہاتھ میں دنیا کا انتظام ہے، کون ایسا حاکم ہے جس کا حکم ٹالا نہیں جا سکتا؟ (مختصر ابن کثیر:793/1)

(15) ﴿فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ﴾ ''تو جلد ہی وہ کہیں گے ''اللہ تعالیٰ'' ان سارے سوالوں کے جواب میں وہ کہیں گے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ان امور میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

(16) اس سے پتہ چلتا ہے کہ مشرک اللہ تعالیٰ کے وجود کے منکر تھے نہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرتے تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسروں کو ان قدرتوں میں شریک کرتے تھے۔

(17) مشرکوں کے اس اقرار سے کہ رب اللہ تعالیٰ ہی ہے اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے کا ثبوت ہے کہ جب وہ یہ مانتے ہیں کہ دنیا کا رب تنہا اللہ ہی ہے تو پھر انہیں اسی کی عبادت کرنی چاہیے اور عبادت میں اسی کو تنہا مان لینا چاہیے۔ (مختصر ابن کثیر:793,792/1)

(18) ﴿فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ''کہو: ''تو کیا تم ڈرتے نہیں؟'' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ انہیں کہہ دیں کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے؟

(19) کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے کہ خالص اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے اور جھوٹے معبودوں اور بتوں کی بندگی کا قلادہ اپنی گردن سے اتار پھینکتے۔ (تفسیر سعدی:1135/2)

سوال 2: ﴿اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ''کیا تم ڈرتے نہیں ہو'' کے الفاظ سے انسانی شعور کو کیسے جھنجھوڑا گیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ﴿اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ''کیا تم ڈرتے نہیں ہو'' کے الفاظ سے قبل سوال کیا ہے کہ وہ کون ہے جو تمہیں رزق دیتا ہے، وہ کون ہے جو تمہاری آنکھوں اور کانوں کا مالک ہے؟ وہ کون ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے؟ ان سوالات کو اس لیے سامنے رکھا گیا کہ انسان کے شعور کو جھنجھوڑ کر پوچھا جائے کہ جب تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ رازق ہے، زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اس کا قانون اس کائنات میں چلتا ہے تو تمہیں اس کے قانون کی گرفت میں آنے سے ڈر نہیں لگتا؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚۖ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ﴾

''سو وہ اللہ تعالیٰ تمہارا حقیقی رب ہے پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟ پھر تم کدھر پھیرے جا رہے ہو؟'' (32)

سوال: اللہ تعالیٰ ہی رب اور حقیقی معبود ہے، اس کی وضاحت ﴿فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ ... تُصْرَفُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ﴾ ''سو وہ اللہ تعالیٰ تمہارا حقیقی رب ہے'' یعنی وہی اللہ تعالیٰ جس کے بارے میں تم نے اعتراف کیا ہے کہ وہ تمام کاموں کا خالق و رازق ہے تمہارا پروردگار اور حقیقی معبود ہے جو تنہا عبادت کا سزاوار ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 793/1)

(2) ﴿رَبُّكُمُ الْحَقُّ﴾ ''تمہارا حقیقی رب ہے'' جس کی وحدانیت ثابت ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ (تفسیر قاسمی: 29/9)

(3) اللہ تعالیٰ حقیقی رب ہے کیونکہ اس کے سوا کوئی نہیں جو کائنات کے مجموعی عمل سے رزق فراہم کر سکتا ہو، اس کے سوا کوئی سننے اور دیکھنے کی صلاحیتیں عطا نہیں کر سکتا، اس کے سوا کوئی جان دار کو بے جان سے اور بے جان کو جان دار سے نہیں نکال سکتا، اس کے سوا کوئی کائناتی اور انسانی معاملات کی تدبیر نہیں کر سکتا، وہی حق ہے اس کے سوا کوئی حق نہیں۔

(4) تمہارا حقیقی رب وہ ہے جس کی الوہیت ثابت ہے اور جس کی عبادت واجب ہے، اس کے غیر کو اس کا شریک ٹھہرانا گمراہی اور باطل ہے۔ (تفسیر قرطبی: 200/4)

(5) ﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ﴾ ''پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟'' حق کے بعد گمراہی ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے عبادت کا حق نہیں، وہ تنہا معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اس کے سوا ہر معبود جھوٹا ہے۔

(6) اللہ تبارک و تعالیٰ اکیلا ہی تمام کائنات کا خالق اور اس کی تدبیر کرتا ہے، بندوں کے پاس جو بھی نعمت ہے وہ اسی کی طرف سے عطا کی ہوئی ہے۔ تمام بھلائیاں وہی لاتا ہے اور تمام برائیوں کو وہی دور کرتا ہے، وہ اسمائے حسنیٰ سے موسوم، صفات کاملہ سے موصوف اور جلال و اکرام کا مالک ہے۔ (تفسیر سعدی: 1136,1135/2)

(7) حق اور گمراہی کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔ جو حق کو چھوڑتا ہے وہ گمراہی میں جا پڑتا ہے۔ (تفسیر قاسمی: 29/9)

(8) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ جب نماز تہجد کے لیے اٹھتے تو کہتے ﴿اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ﴾ اور حدیث میں ﴿اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ﴾ ''تو حق ہے اور تیرا وعدہ حق ہے'' تو یہ قول انت الحق یعنی جو وجود واجب ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا حقیقی وصف ہے۔ جب کہ اس کا ذاتی وجود ہے۔ اس کا وجود کبھی معدوم ہونے والا نہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ﴾ ''ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کے چہرے کے۔'' (القصص: 88) حق کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقابلے میں گمراہی کی بات رب العزت کے قول میں ہے: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ﴾ ''یہ اس لیے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور یقیناً وہ سب باطل ہیں جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں۔'' (الحج:62) گمراہی کی حقیقت، حق سے نکل جانا ہے۔ (تفسیر منیر:178/6)

(9) ﴿فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ﴾ ''پھر تم کدھر پھیرے جا رہے ہو؟'' یعنی حق سے جو توحید ہے گمراہی کی طرف جو کہ شرک ہے حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہ ہر چیز کا خالق ہے۔ (تفسیر قاسمی:129/9)

(10) یعنی جس ہستی کے یہ اوصاف ہیں اسے چھوڑ کر ان ہستیوں کی عبادت کی طرف کیوں کر پھیرے جا رہے ہو جن کا وجود عدم کے سوا کچھ بھی نہیں۔ جو خود اپنی ذات کے لیے کسی نفع و نقصان، موت و حیات اور زندہ کرنے پر قادر نہیں۔ جن کا اقتدار میں کسی بھی لحاظ سے ذرہ بھر بھی حصہ اور شراکت نہیں۔ وہ اس کے پاس، اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش نہیں کر سکتیں۔ پس ہلاکت ہے اس کے لیے جو ایسوں کو شریک ٹھہراتا ہے اور برائی ہے اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتا ہے۔ یقیناً اپنے دین سے محروم ہونے کے بعد وہ اپنی عقلوں سے بھی محروم ہو گئے، بلکہ وہ اپنی دنیا و آخرت بھی کھو بیٹھے۔ (تفسیر سعدی:1136/2)

﴿كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾

''ایسے ہی تیرے رب کی بات ان لوگوں پر سچی ہو گئی جنہوں نے نافرمانی کی کہ یقیناً وہ ایمان نہیں لائیں گے'' (33)

سوال: ازلی کافر ایمان نہیں لائیں گے، اس کی وضاحت ﴿كَذٰلِكَ ... يُؤْمِنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ﴾ ''ایسے ہی تیرے رب کی بات سچی ہو گئی'' جیسے یہ مشرک کفر و شرک اور بت پرستی پر اڑے ہوئے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کو خالق و رازق اور کائنات میں تنہا تصرف کرنے والا مانتے ہیں اور یہ کہ اسی نے تمام رسول توحید کی تعلیم دینے کے لیے بھیجے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا عذاب ان بدبختوں پر واجب ہو چکا جو ازلی شقی ہیں اور جو جہنم والے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر:793/1)

(2) ﴿كَلِمَتُ رَبِّكَ﴾ ''تیرے رب کی بات'' یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم، اس کی قضاء و قدر اور اس کا سابقہ علم۔ (تفسیر قرطبی)

(3) رب کی بات سے مراد کلمہ عذاب ہے جیسا کہ اس نے فرمایا: ﴿لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''جو شخص ان میں سے تیرا کہنا مانے گا میں ضرور تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔'' (الاعراف:18) (ایسر التفاسیر:603, 604)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ﴾ ''یقیناً جن لوگوں پر آپ کے رب کی بات ثابت ہوگئی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اگرچہ ان کے پاس ہر نشانی آجائے یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں۔'' (یونس:97,96)

(5) ﴿عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْا﴾ ''ان لوگوں پر جنہوں نے نافرمانی کی'' یعنی وہ لوگ جو اطاعت سے نکل گئے اور انہوں نے کفر کیا اور جھٹلایا۔ (تفسیر قرطبی)

(6) ﴿اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''کہ یقیناً وہ ایمان نہیں لائیں گے'' ثابت ہو چکا کہ وہ تصدیق نہیں کریں گے۔ ازلی کافر ایمان نہیں لائیں گے، اس لیے عذاب اور وعید ان پر ثابت ہوگئی۔

(7) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے، حتیٰ کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اس کے نگران ان سے کہیں گے: ''کیا تمہارے پاس خود تم ہی میں سے کچھ رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں تمہارے رب کی آیات پڑھ کر سناتے ہوں اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟'' وہ کہیں گے: ''کیوں نہیں! لیکن عذاب کی بات کافروں پر ثابت ہوگئی۔'' (الزمر:71)

(8) اللہ تعالیٰ نے روشن دلائل دیے جس میں عقل والوں کے لیے عبرت اور اہل تقویٰ کے لیے نصیحت اور ہدایت ہے لیکن کافروں کی عقلیں ماری گئیں وہ توحید کو نہیں مانتے اور اپنی بدنصیبی کی وجہ سے جہنم جانے والے اعمال کر رہے ہیں۔ ایسے فاسقوں پر اللہ تعالیٰ کی بات ثابت ہو چکی کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

﴿قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَاۗئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ۭ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو تخلیق کی ابتدا کرتا ہے؟ پھر اس کو دوبارہ بناتا ہو؟ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی تخلیق کی ابتدا کرتا ہے پھر اسے دوبارہ بناتا ہے تو تم کہاں بہکائے جاتے ہو؟'' (34)

سوال 1: کیا شریکوں میں تخلیق کرنے اور اعادہ کرنے کی صلاحیت ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ... تُؤْفَكُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو تخلیق کی ابتدا کرتا ہے؟'' اللہ رب العزت نے حکم دیا ہے کہ آپ کہہ دیجیے کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرے۔

(2)﴿ثُمَّ يُعِيْدُهٗ﴾ ''پھر اس کو دوبارہ بناتا ہو؟'' پھر وہ کون ہے جو مخلوق کو ایجاد کرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرے یعنی مخلوق میں ایسا کوئی نہیں جو تخلیق کی ابتدا کر کے اس کا اعادہ کرے۔

(3)﴿قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ﴾ ''آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی تخلیق کی ابتدا کرتا ہے پھر اسے دوبارہ بناتا ہے'' وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو بغیر کسی کی مدد کے پہلی بار تخلیق کی ابتدا کرتا ہے پھر اس کو ختم کر کے دوبارہ زمین و آسمان بنائے گا۔

(4)﴿فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾ ''تو تم کہاں بہکائے جاتے ہو؟'' پھر تم حق کی معرفت اور اقرار کے بعد کہاں پھرائے جا رہے ہو؟

(5)یعنی ایسی ہستیوں کی عبادت کیوں کر رہے ہو جو تخلیق نہیں کر سکتیں۔

(6)جب بات یہ ہے تو سیدھی راہ سے ہٹ کر غلط راہ کی طرف کیوں جا رہے ہو؟ اور کیوں اس کی عبادت نہیں کرتے؟ (مختصر ابن کثیر:794/1)

سوال 2: اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے، اللہ تعالیٰ کے لیے تخلیق کا عمل کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی طاقت نہیں رکھتا کہ غیر موجود کو موجود کر سکے۔

(2)مخلوقات موجود ہیں جو کسی خالق کا پتہ دیتی ہیں۔

(3)اللہ تعالیٰ ہی یہ قوت رکھتا ہے کہ وہ مردہ سے زندہ کو نکال سکے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ ہی تخلیق کا اعادہ کرتا ہے، یہ کس عمل سے ثابت ہوتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے لیے پہلی بار کی تخلیق کے عمل کے ثبوت کے بعد یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ اس کا اعادہ کر سکتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک نہیں، اللہ تعالیٰ کی صفت تخلیق سے اس کو کیسے ثابت کیا جا سکتا؟

جواب:(1)پہلی بار پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اسی کا اختیار ہے اور دوسری بار پیدا کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ اس پر بھی اس کا اختیار ہے۔ دوسرے شریکوں کا اس میں کوئی کردار نہیں۔

(2)اللہ تعالیٰ کے ساتھ جن کو شریک ٹھہرایا جاتا ہے انسان ان سے نہ پہلی زندگی میں کچھ پانے والا ہے نہ دوسری زندگی میں، اس لیے ان کی طرف توجہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ

"آپ کہہ دیں کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو حق کی طرف راہ نمائی کرتا ہو؟ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی حق کے لیے راہ نمائی کرتا ہے

اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ

تو کیا جو حق کی طرف راہ نمائی کرتا ہے وہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جو خود ہی

تَحْكُمُوْنَ﴾

راستہ نہ پاتا ہو سوائے اس کے کہ اسے راستہ بتایا جائے؟ تو کیا ہے تمہیں، تم کیسے فیصلہ کرتے ہو؟" (35)

سوال: ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ ... تَحْكُمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا ہے کہ ان مشرکوں سے سوال کریں: ﴿قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ﴾ "آپ کہہ دیں کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو حق کی طرف راہ نمائی کرتا ہو" یعنی یہ بتاؤ حق کی طرف، سچے دین کی طرف راہ نمائی کون کرتا ہے؟

(2) یعنی یہ بتاؤ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو اپنے الہام سے، بیان سے حق کی طرف راہ نمائی کر سکتا ہو؟

(3) ﴿قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ﴾ "آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی حق کے لیے راہ نمائی کرتا ہے" اے محمد ﷺ آپ کہہ دیجیے، اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے جو حیران و پریشان اور گمراہ لوگوں کو ہدایت دیتا ہے۔ ہدایت اسی کے اختیار میں ہے۔ صرف وہی قدرت رکھتا ہے کہ دلوں کو گمراہی سے رشد و بھلائی کی طرف پھیر دے۔

(4) حق کی طرف راہ نمائی کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس کائنات کی اصل حقیقت کی طرف راہ نمائی کرنا کہ اللہ تعالیٰ حق ہے جو ساری کائنات کا نظام چلاتا ہے۔ اس نے اپنے ہونے کے ثبوت کے طور پر انسان کے نفس اور کائنات میں نشانیاں رکھی ہیں جن سے وہ اللہ تعالیٰ کو پہچان سکتا ہے۔ حق کی طرف راہ نمائی کرنے سے مراد رسولوں کو بھیجنا، کتابیں نازل کرنا، شرعی قانون بتانا، برے انجام سے ڈرانا وغیرہ بھی ہے۔

(5) وہ اپنے دلائل سے، الہام اور توفیق سے حق کی طرف راہ نمائی کرتا ہے اور سیدھے راستے پر چلنے کے لیے مدد دیتا ہے۔

(6) گمراہوں اور ٹیڑھے دل والوں کو سیدھا راستہ دکھانا سچے معبود کا کام ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کا حق نہیں رکھتا۔

(7) ﴿قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى﴾ "موسیٰ نے کہا: "ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی صورت عطا کی، پھر اُسے راستہ دکھایا۔'' (طٰہٰ:50)

(8)﴿اَلَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی (۲) وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَھَدٰی (۳)﴾ ''وہ ذات جس نے پیدا کیا پھر درست بنایا۔ اور وہ ذات جس نے تقدیر بنائی تو راہ دکھائی۔'' (الاعلیٰ:3,2)

(9)﴿اَفَمَنْ یَّھْدِیْٓ اِلَی الْحَقِّ﴾ ''تو کیا جو حق کی طرف راہ نمائی کرتا ہے'' اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔

(10)﴿اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ﴾ ''وہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے'' اللہ تعالیٰ ہی زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کی بات مانی جائے۔ (11) یعنی اس کی عبادت اور اطاعت کی جائے۔ (تفسیر قاسمی:31/9)

(12)﴿اَمَّنْ لَّا یَھِدِّیْٓ اِلَّآ اَنْ یُّھْدٰی﴾ ''یا وہ جو خود ہی راستہ نہ پاتا ہو سوائے اس کے کہ اسے راستہ بتایا جائے'' یعنی عبادت اور اطاعت کا حق کیا وہ رکھتا ہے جو خود بھی راہ نہ پائے مگر یہ کہ اس کو راستہ بتایا جائے۔

(13) ''تو کیا جو حق کی طرف راہ نمائی کرتا ہے وہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جو خود ہی راستہ نہ پاتا ہو سوائے اس کے کہ اسے راستہ بتایا جائے'' جو راہبری فرمائے اور گمراہوں کو راستہ دکھائے اس کی تابعداری صحیح ہے یا جو خود ہی اندھا اور گونگا ہو؟ (مختصر ابن کثیر:794/1)

(14) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اس لیے انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

(15)﴿فَمَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ﴾ ''تو کیا ہے تمھیں، تم کیسے فیصلہ کرتے ہو؟'' یعنی حیرت ہے تم کیسے باطل کے ساتھ فیصلے کرتے ہو جب کہ تم گمان رکھتے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں؟ (تفسیر قاسمی:32/9)

(16) یعنی کس چیز نے تمھیں اس پر آمادہ کیا ہے کہ تم یہ باطل فیصلہ کرتے ہو اور اس حقیقت پر دلیل و برہان کے ظاہر ہونے کے بعد کہ اللہ واحد کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر اللہ کی عبادت کی صحت کا حکم لگاتے ہو؟ (تفسیر سعدی:1137/2)

﴿وَمَا یَتَّبِعُ اَکْثَرُھُمْ اِلَّا ظَنًّا ۭ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰہَ

''اور ان میں سے اکثر لوگ نہیں پیروی کرتے مگر ایک گمان کی، یقیناً گمان حق کے مقابلے میں کچھ بھی کام نہیں دیتا، یقیناً اللہ تعالیٰ

عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ﴾

خوب جاننے والا ہے جو بھی وہ کرتے ہیں'' (36)

سوال 1: شرک کی کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ نقلی، اس کی وضاحت ﴿وَمَا ... یَفْعَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں واضح کیا گیا ہے کہ مشرکوں کے پاس شرک کی کوئی دلیل نہیں، نہ عقلی اور نہ نقلی۔ ان کا انحصار محض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہم وگمان پر ہے۔

(2)﴿وَمَا يَتَّبِعُ﴾ ''اور نہیں پیروی کرتے'' یعنی بتوں کی بندگی پر۔

(3)﴿اَكْثَرُهُمْ﴾ ''ان میں سے اکثر'' سے مراد سب ہیں یعنی جو اللہ تعالیٰ کی بجائے خود ساختہ شریکوں کو پکارتے ہیں۔

(4)﴿اِلَّا ظَنًّا﴾ ''مگر ایک گمان کی'' وہ آباء کی تقلید ہے جیسا کہ غائب کو حاضر پر قیاس کرنا اور خالق کو مخلوق پر، کسی موہوم مشارکت کی وجہ سے۔

(5) یعنی وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے شریکوں کو نہیں پکارتے، کیونکہ اصل میں عقلاً ونقلاً اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں، یہ لوگ محض اپنے ظن اور گمان کی پیروی کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:1138/2)

(6) شرک کسی علم پر نہیں بلکہ مفروضات اور قیاسات پر پھیلتا ہے۔ شرک کرنے والے یہ گمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ شریک ہیں جو خدا کی صفات رکھتے ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ انسانوں میں سے ایک شخص کی طرف وحی کیسے بھیج سکتا ہے۔ وہ اپنے گمان کو عقل کی کسوٹی پر نہیں رکھتے نہ اس کا تجربہ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ اگر ہمارے معبودوں میں کمال نہ ہوتا تو ہمارے آباؤ اجداد ان کی پوجا کبھی نہ کرتے۔

(7)﴿اِنَّ الظَّنَّ﴾ ''یقیناً گمان'' یقیناً گمان علم کو کفایت نہیں کرتا۔ عقیدے کے لیے علم مطلوب ہے نہ کہ ظن۔ (ایسر التفاسیر:605)

(8)﴿لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ﴾ ''حق کے مقابلے میں کام نہیں دیتا'' یعنی علم اور حقیقی اعتقاد کے لیے کافی نہیں ہے۔ (تفسیر قاسمی:32/9)(9) یہ آیت دلیل ہے کہ عقیدے میں ظن کفایت نہیں کرتا۔ (تفسیر قرطبی:206/4)

(10) انہوں نے ان کو معبود کے نام سے موسوم کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے حقیقت چیزوں کی عبادت کرنے لگے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَاۗءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى﴾ ''یہ (بت) کچھ نہیں سوائے چند ناموں کے جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، ان کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی، نہیں وہ پیچھے چلتے مگر وہم وگمان کے اور جو ان کے دل چاہتے ہیں۔ حالانکہ بلاشبہ یقیناً ان کے رب کی جناب سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے۔'' (النجم:23)

(11) انسان کے لیے کسی گمان کو خوش نما بنا دینا شیطان کا کام ہے۔ وہ گمراہی کو دل پسند عقیدہ بنا دیتا ہے تو لوگ اسی کو حق سمجھنے لگتے ہیں حالانکہ اس کی حقیقت کچھ نہیں ہوتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(12)﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو بھی وہ کرتے ہیں'' بے شک اللہ تعالیٰ ان کے قبیح افعال کو جانتا ہے جن کی کوئی دلیل نہیں۔ (فتح القدیر:556/2)

(13) یہ ان کے گمان کی پیروی کرنے پر اور حق کے دلائل سے اعراض کرنے پر وعید ہے۔ (تفسیر قاسمی:32/9)

(14) اللہ تعالیٰ ان کے افعال کو خوب جانتا ہے اور وہ ان افعال پر انہیں سخت سزا دے گا۔ (تفسیر سعدی:1138/2)

(15) اللہ تعالیٰ یقینی علم رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ لوگوں کے اعمال کیسے ہیں۔

(16) مشرک اپنے کاموں کی حقیقت نہیں جانتے اللہ تعالیٰ ان کے معاملات کی حقیقت کو جانتا ہے لہٰذا اگر مشرک نہ سمجھیں تو ان کا معاملہ رب علیم کے حوالے ہے۔

﴿وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ

''اور یہ قرآن ایسا نہیں کہ غیر اللہ سے گھڑ لیا گیا ہو لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے اور کتاب کی تفصیل ہے، اس

وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

میں کوئی شک نہیں کہ یہ اللہ رب العالمین کی طرف سے ہے'' (37)

سوال: قرآن مجید کے اعجاز کی وضاحت ﴿وَمَا كَانَ ... الْعٰلَمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ﴾ ''اور یہ قرآن ایسا نہیں'' یعنی یہ قرآن عظیم کتاب ہے۔

(2)﴿اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''کہ غیر اللہ سے گھڑ لیا گیا ہو'' یعنی یہ قرآن افترا نہیں ہے۔ (ایسر التفاسیر:605)

(3) قرآن حکیم کے اعجاز کا بیان ہے کہ انسان ایک چھوٹی سورت تو درکنار ایک آیت بھی نہیں بنا سکتا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا﴾ ''آپ کہہ دیں یقیناً اگر تمام انسان اور تمام جن اس پر اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن جیسی کوئی چیز لے آئیں تو وہ اس جیسی نہ لا سکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔'' (بنی اسرائیل:88)

(4) قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام مخلوق کے مشابہ نہیں۔

(5) اس قرآن کو کوئی اللہ تعالیٰ پر گھڑ نہیں سکتا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ﴾ ''باطل اس کے پاس نہ اس کے آگے سے آ سکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے، کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے کی جناب سے نازل کردہ ہے۔'' (حم السجدہ:42)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6) قرآن ایسی کتاب ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے کلام کیا ہے پھر مخلوق میں سے کوئی اس جیسے کلام پر کیسے قادر ہوسکتا ہے، نہ مخلوق میں سے کوئی خالق جیسی صفات رکھتا ہے نہ ایسی کتاب لانے کی قدرت رکھتا ہے۔

(7) قرآن کا موضوع کامل ہے اس کے مضامین ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہیں۔ اس کا انداز بیان کامل ہے۔ اس میں ایک دوسرے سے جڑے ہوئے مضامین ہیں۔ یہ ایسے عقائد پیش کرتا ہے جو کامل ہیں۔ یہ ایسا نظام زندگی پیش کرتا ہے جو کامل ہے، کامیاب ہے، حق پر مبنی ہے۔ یہ ایک کامل الٰہ کا تصور پیش کرتا ہے جس میں کوئی نقص نہیں۔ یہ انسان کی زندگی کے وہ حقائق سامنے رکھتا ہے جیسے انسان کی حقیقت اور مقصد زندگی کے بارے میں نظریات جن میں کوئی نقص نہیں۔ اس کا کوئی نظریہ کبھی غلط ثابت نہیں ہوا لہٰذا یہ کلام اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی تصنیف نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ اوّل و آخر سے ظاہر و باطن سے واقف ہے۔ وہ نقص سے پاک ہے، وہ جہالت سے مبرّا ہے اس لیے اس کے سوا کوئی یہ کتاب تصنیف نہیں کرسکتا۔

(8) ﴿وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ ''لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے'' یہ کتاب پہلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ قرآن پہلی کتابوں کی موافقت کرتا ہے۔

(9) پہلی کتابوں میں قرآن حکیم اور نبی ﷺ کی شہادت موجود ہے۔

(10) ان کتابوں نے اس کے نازل ہونے کی خوش خبری سنائی پھر قرآن اسی طرح نازل ہوا جس طرح ان کتابوں نے خوش خبری دی تھی۔

(11) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہ قرآن تورات اور انجیل کا گواہ ہے اور ان کی تصدیق کرتا ہے۔ (ابن ابی حاتم: 1592/6)

(12) قرآن حکیم پہلے آئی ہوئی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ یہ پہلی کتابوں کے اصل عقیدے کی تصدیق کرتا ہے۔ یہ اس بات کی بھی تصدیق کرتا ہے کہ پہلے رسولوں اور پہلی کتابوں نے بھلائی کی طرف دعوت دی تھی۔

(13) ﴿وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ﴾ ''اور کتاب کی تفصیل ہے'' یعنی قرآن مجید احکامات کو واضح کرتا ہے جو کچھ فرض کیا گیا۔ (تفسیر قاسمی: 34/9)

(14) الکتاب سے مراد اصل کتاب ہے جس میں سے مختلف رسولوں کو ہدایات دی گئیں۔ الکتاب کے اصول تمام رسولوں کے یہاں ایک ہیں، تفصیلات مختلف ہیں۔ الکتاب کی دعوت بھلائی اور سچائی کی طرف تھی۔

(15) یعنی اس میں حلال و حرام، احکام دینیہ، احکام قدریہ اور اخبار صادقہ کی تفصیل ہے۔ (تفسیر سعدی: 1139/2)

(16) ﴿لَا رَيْبَ فِيْهِ﴾ ''اس میں کوئی شک نہیں'' اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کا کلام ہے۔

(17) ﴿مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اللہ رب العالمین کی طرف سے ہے'' رب العالمین کی طرف سے نازل کردہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(18) یعنی کسی بھی پہلو سے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں، بلکہ یہ یقینی حق ہے اور جہانوں کے پروردگار کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ جس نے اپنی نعمتوں کے ذریعے سے تمام مخلوق کی پرورش اور اس کی تربیت کی۔ سب سے بڑی تربیت کی قسم یہ ہے کہ اس نے ان پر یہ کتاب نازل فرمائی جو ان کے دینی اور دنیاوی مصالح پر مبنی اور مکارم اخلاق اور محاسن اخلاق پر مشتمل ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1139)

(19) قرآن مجید کے رب العالمین کی طرف سے ہونے پر دلیل ہے۔ ﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ ''تو کیا وہ قرآن مجید میں غور وفکر نہیں کرتے؟ اور اگر وہ غیر اللہ کے پاس سے ہوتا تو اس میں وہ یقیناً بہت زیادہ اختلاف پاتے۔'' (النساء: 82)

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

''یا وہ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے؟ آپ کہہ دیں تو اس جیسی ایک سورت تم لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

استطاعت رکھتے ہو ان کو بلا لاؤ اگر تم سچے ہو'' (38)

سوال: قرآن جیسی ایک سورت بنانے کے چیلنج کی وضاحت ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ ۔۔۔ صٰدِقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے چیلنج کیا ہے کہ اگر تمہیں قرآن میں شبہ ہے اور تمہارا الزام ہے کہ محمد ﷺ نے اس قرآن کو خود بنا لیا ہے تو محمد ﷺ تم جیسے انسان اور امی ہیں ان کے مقابلے میں تم ایک سورت لے آؤ تو تمہاری بات درست ہے ورنہ باطل ہے۔ فرمایا: (2) ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ﴾ ''یا وہ لوگ کہتے ہیں'' یعنی کتاب کو جھٹلانے والے ضد اور دشمنی کی بنا پر کہتے ہیں۔

(3) ﴿افْتَرٰىهُ﴾ ''کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے؟'' محمد ﷺ نے اسے خود گھڑ لیا ہے یعنی اپنی طرف سے اسے بنا لیا ہے۔

(4) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اللہ رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ کہہ دیجیے۔

(5) ﴿فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ﴾ ''اس جیسی ایک سورت تم لے آؤ'' قتادہ کا قول ہے یعنی اس قرآن کی طرح حق اور سچائی لیے ہوئے، اس میں کوئی جھوٹ اور باطل نہ ہو۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: 6/1953)

(6) یعنی قرآن جیسی فصاحت وبلاغت اور حسن نظم اور معانی کی قوت رکھنے والی کتاب لے آؤ۔ یہ چیلنج اس لیے دیا گیا کہ عرب فصحاء تھے اور اپنی فصاحت، عربیت، نظم اور عبارت میں بے مثال تھے۔ (تفسیر منیر: 6/186)

(7) ﴿وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم استطاعت رکھتے ہو ان کو بلا لاؤ''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی قرآن جیسی سورت بنانے کے لیے انسانوں یا جنوں میں سے جس سے بھی مدد لینا چاہو، بلا لو اگر تم سچے ہو۔ یہ چیلنج قرآن حکیم میں اور مقامات پر بھی کیا گیا۔ ﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا﴾ ''آپ کہہ دیں یقیناً اگر تمام انسان اور تمام جن اس پر اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن جیسی کوئی چیز لے آئیں تو وہ اس جیسی نہ لا سکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔'' (بنی اسرائیل:88) ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے خود یہ (قرآن) گھڑ رکھا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ تم بھی اس جیسی دس گھڑی ہوئی سورتیں لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ جسے بھی تم بلا سکتے ہو بلا لاؤ اگر واقعی تم سچے ہو؟'' (ہود:13) اور دیکھو اگر ایسا کرنا ممکن ہوتا تو تم ایسی کتاب بنا کر دکھا دیتے۔ اب چونکہ تم بے بس ہو گئے ہو تو تمہارا قول باطل ہو گیا ہے۔

(8) ﴿اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اگر تم سچے ہو'' یعنی اپنے اس دعوے میں کہ قرآن گھڑا گیا ہے۔ (فتح القدیر:2/557)

(9) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰي عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَادْعُوْا شُهَدَاۗءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اور اگر تم اس بارے میں شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو اس جیسی ایک سورت ہی لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا اپنے حمایتیوں کو بھی بلا لاؤ اگر تم سچے ہو۔'' (البقرۃ:23)

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہر نبی کو ایسے ایسے معجزات عطا کئے گئے کہ (انہیں دیکھ کر) لوگ ان پر ایمان لائے (بعد کے زمانے میں ان کا کوئی اثر نہیں رہا) اور مجھے جو معجزہ دیا گیا وہ وحی (قرآن) ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل کی ہے (اس کا اثر قیامت تک باقی رہے گا) اس لئے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے تابع فرمان لوگ دوسرے پیغمبروں کے تابع فرمانوں سے زیادہ ہوں گے۔'' (بخاری:4981)

﴿بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ

''بلکہ انہوں نے اس چیز کو جھٹلا دیا ہے جس کے علم کا انہوں نے احاطہ نہیں کیا حالانکہ ابھی ان کے پاس اس کی اصل حقیقت

قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ﴾

نہیں آئی تھی۔ ایسے ہی ان لوگوں نے بھی جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے، تو آپ دیکھ لو ظالموں کا انجام کیسا ہوا'' (39)

سوال: قرآن مجید کو جھٹلانا جہالت اور نادانی ہے، اس کی وضاحت ﴿بَلْ ... الظّٰلِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ﴾ ''بلکہ انہوں نے اس چیز کو جھٹلا دیا ہے جس کے علم کا انہوں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احاطہ نہیں کیا'' یعنی ان لوگوں نے بے سوچے سمجھے قرآن کو جھٹلا دیا ہے۔ وہ اپنی جہالت اور نادانی سے اس کتاب کے علم اور اس کی حقیقت تک نہ پہنچ پائے۔

(2) وہ چیز جس نے ان کو قرآن، جو حق پر مشتمل ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی حق نہیں، کی تکذیب پر آمادہ کیا ہے، وہ یہ ہے کہ وہ اس کا علم نہیں رکھتے۔ اگر وہ اس کا علم رکھتے ہوتے اور اگر انہوں نے اس کو سمجھ لیا ہوتا جیسا کہ سمجھنے کا حق ہے، تو وہ ضرور اس کی حقانیت کی تصدیق کرتے۔ (تفسیر سعدی: 1140/2)

(3) ﴿وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ﴾ ''حالانکہ ابھی ان کے پاس اس کی اصل حقیقت نہیں آئی تھی'' یعنی ان کے پاس وہ عذاب نہیں آیا، انہیں اللہ تعالیٰ کے وعدے کی حقیقت نہیں پہنچی کہ وہ ان پر عذاب نازل کرے گا۔

(4) قرآن کو جھٹلانے والوں کی مخالفانہ روش کا سبب بے خوفی ہے۔ بے خوف انسان کسی عقلی دلیل کی بناء پر بے خوف نہیں ہوتا اسی وجہ سے اس کے اندر غیر سنجیدگی پیدا ہوتی ہے، اور اسی وجہ سے مخالفت ابھرتی ہے۔

(5) ﴿كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ﴾ ''ایسے ہی ان لوگوں نے بھی جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے'' یعنی ان جھٹلانے والوں کی طرح اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور وعیدوں کو جھٹلانے والے پہلے بھی جھٹلاتے رہے اور اپنے انجام کو پہنچے۔

(6) ﴿فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ﴾ ''تو آپ دیکھ لو ظالموں کا انجام کیسا ہوا'' یہاں ظالموں کے انجام سے مراد عذاب ہے جس نے کسی کو بھی باقی نہ چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ نے قوم نوح علیہ السلام کو ظلم کی وجہ سے غرق کر دیا، قوم ہود علیہ السلام کو تیز ہواؤں سے، قوم صالح علیہ السلام کو چنگھاڑ سے، قوم شعیب علیہ السلام کو زلزلے سے اور بعد کی قوموں کو عذاب کی دوسری قسموں سے۔ پھر اگر یہ لوگ توبہ نہیں کریں گے تو ان پر بھی عذاب آئے گا جیسا کہ پہلے لوگوں پر آیا تھا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ ۚ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ﴾ ''اور آپ اللہ تعالیٰ کو ہرگز غافل خیال نہ کریں اس سے جو ظالم کرتے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے لیے ڈھیل دے رہا ہے جس میں نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔'' (ابراہیم: 42)

(7) یہ آیت کریمہ تمام امور میں سوچ سمجھ کر قدم اٹھانے کے وجوب پر دلالت کرتی ہے اور اس سے یہ راہ نمائی بھی حاصل ہوتی ہے کہ انسان کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ کسی چیز کے بارے میں پوری حقیقت حال معلوم کئے بغیر اسے قبول یا رد کر دے۔ (تفسیر سعدی: 1140/2)

﴿وَمِنْهُم مَّن يُؤْمِنُ بِهِ وَمِنْهُم مَّن لَّا يُؤْمِنُ بِهِ ۚ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ

''اور ان میں سے کچھ وہ بھی ہیں جو اس قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کچھ وہ بھی ہیں جو اس پر ایمان نہیں لاتے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿بِالْمُفْسِدِيْنَ﴾

آپ کا رب فساد کرنے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے" (40)

سوال: سب لوگ قرآن مجید پر ایمان نہیں لائیں گے، اس کی وضاحت ﴿وَمِنْهُمْ ... بِالْمُفْسِدِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ﴾ "اور ان میں سے کچھ وہ بھی ہیں جو اس قرآن پر ایمان لاتے ہیں" یعنی قرآن پر، نبی ﷺ پر۔ ایک پر ایمان دوسرے پر ایمان لانے کا تقاضا کرتا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 607,606)

(2) جن لوگوں نے قرآن کو جھٹلایا ان میں سے کچھ اس پر دل سے ایمان لاتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ وہ حق اور سچ ہے لیکن وہ اپنے تکبر اور عناد کی وجہ سے جھٹلاتے ہیں۔ (فتح القدیر: 558/2)

(3) یعنی کچھ لوگ قرآن حکیم اور اس کی تعلیمات پر ایمان رکھتے ہیں۔

(4) ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ﴾ "اور ان میں سے کچھ وہ بھی ہیں جو اس پر ایمان نہیں لاتے" جو لوگ دل سے اس کی تصدیق نہیں کرتے، بلکہ نادان اسے جھٹلاتے ہیں۔ (5) جو لوگ تدبر نہیں کرتے وہ قرآن مجید پر دل سے یقین نہیں رکھتے۔

(6) سب لوگ قرآن مجید پر ایمان نہیں لائیں گے۔ کچھ لوگ تو قرآن مجید پر ایمان لا کر اطاعت گزار بن جائیں گے اور کچھ کا خاتمہ کفر پر ہوگا۔

(7) ﴿وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ﴾ "اور آپ کا رب فساد کرنے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے" یعنی اللہ تعالیٰ شریر لوگوں کو خوب جانتا ہے، اسے معلوم ہے کہ کون ہدایت کا حق رکھتا ہے اور کون نہیں۔ وہ ہر ایک کو اس کے حق کے مطابق ہدایت دیتا ہے یا گمراہ کرتا ہے۔ وہ عادل ہے کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ وہ پاک ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا حق نہیں رکھتا۔

(8) مفسدین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے ظلم، عناد اور فساد کی بنا پر قرآن پر ایمان نہیں لاتے۔ اللہ تعالیٰ ان کے فساد کی پاداش میں انہیں سخت عذاب میں مبتلا کرے گا۔ (تفسیر سعدی: 1140/2)

(9) اللہ تعالیٰ کی نظر میں ایمان نہ لانے والا مفسد ہے کیونکہ وہ حق قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔ وہ اپنی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو استعمال نہیں کرتا۔ ایمان نہ لانے والا کھلے دلائل کو نظر انداز کرتا ہے سنی ان سنی کرتا ہے حق کو سمجھ کر نہیں سمجھتا۔ ایمان نہ لانے والا اپنے تعصبات اور مفادات کو ترجیح دیتا ہے۔

(10) مسلمانوں میں اگرچہ بے شمار اختلاف اور فرقے ہیں تاہم یہ سب کے سب گمراہ نہیں بلکہ فرمان رسول ﷺ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مطابق ان میں تا قیامت ایک فرقہ ایسا موجود ہے اور موجود رہے گا جو حق پر قائم رہے گا اور یہ فرقہ وہ ہے جو صرف کتاب وسنت پر انحصار کرتا ہے۔(تیسیر القرآن:301/2)

﴿وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا

''اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو کہہ دو کہ میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل، جو کچھ میں کرتا ہوں اس سے تم بری

تَعْمَلُوْنَ﴾

ہو اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو اس سے میں بری ہوں''(41)

سوال: مشرکوں سے برأت کا اظہار کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿وَاِنْ ... تَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِنْ كَذَّبُوْكَ﴾''اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں'' اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ اگر یہ مشرک آپ کو جھٹلائیں تو آپ بھی ان سے اور ان کے اعمال سے برأت کا اظہار کر دیں۔

(2)﴿فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ﴾''تو کہہ دو کہ میرے لیے میرا عمل ہے'' یعنی میرا عمل تو تبلیغ ہے، رسالت ہے، خوش خبریاں دینا، ڈراوے دینا، اطاعت اور ایمان ہے اور اللہ تعالیٰ مجھے اس پر جزا دے گا۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۗ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾''جس نے نیک عمل کیا تو اس کے اپنے ہی لیے ہے اور جس نے برائی کی سو اسی پر ہے اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ہرگز ظلم کرنے والا نہیں ہے۔''(حم السجدہ:46)

(3)﴿وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ﴾''اور تمہارے لیے تمہارا عمل'' اور وہ ظلم، شرک اور فساد ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر تمہیں بدلہ دے گا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ﴾''پھر ان لوگوں سے کہا جائے گا جنہوں نے ظلم کیا کہ ہمیشگی کا عذاب چکھو، تمہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اس کا جو تم کماتے تھے۔''(یونس:52)(4) یعنی وہ اگر آپ ﷺ کو جھٹلانے پر ڈٹے رہیں تو آپ ﷺ بھی انہیں حق کی دعوت پہنچاتے رہیں۔

(5)﴿اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾''جو کچھ میں کرتا ہوں اس سے تم بری ہو اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو اس سے میں بری ہوں'' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے کہ اگرچہ یہ مشرک آپ ﷺ کو جھٹلا رہے ہیں مگر آپ ان سے اور ان کے اعمال سے بری ہیں۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾''پھر اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو آپ کہہ دیں یقیناً میں ان کاموں سے بے زار ہوں جو تم کرتے ہو۔''(الشعراء:216)

(6) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے برأت کا اظہار کرنے کے لیے کہا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱) لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ (۲) وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ (۳) وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ (۴) وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ (۵) لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ (۶)﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اے کافرو! میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور نہ میں ان کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی عبادت تم نے کی ہے۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔'' (الکافرون:1-6)

(7) یہ بات ایسے موڑ پر کہی جاتی ہے جہاں جھٹلانے والے کسی صورت میں ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ حق کا داعی فتح اور شکست کی نفسیات سے اوپر ہو کر دعوت حق کا کام کرتا ہے اس لیے جب وہ دیکھتا ہے کہ مدعو ضد اور ہٹ دھرمی میں مبتلا ہو گیا تو وہ یہ کہہ کر الگ ہو جاتا ہے کہ اصل فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہوگا جو شخص جیسا ہوگا ویسے ہی انجام کو پہنچ جائے گا۔

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ﴾

''اور ان میں سے کچھ ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں، تو کیا آپ بہروں کو سنائیں گے، اگرچہ وہ نہ سمجھتے ہوں؟'' (42)

سوال 1: ہدایت دینا انبیاء کے اختیار میں نہیں، اس کی وضاحت ﴿وَمِنْهُمْ ... يَعْقِلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ﴾ ''اور ان میں سے کچھ ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں'' اللہ رب العزت نے ان لوگوں کے بارے میں خبر دی جو آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کو جھٹلاتے ہیں کہ ان میں سے بعض لوگ بڑی توجہ سے کان لگا کر نبی ﷺ سے قرآن حکیم کو سنتے ہیں لیکن ان کا مقصد ہدایت حاصل کرنا نہیں بلکہ جھٹلانا اور کمزوریاں تلاش کرنا ہوتا ہے۔ اس نیت اور ارادے کے ساتھ سننا سننے والے کو کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ وہ سننے کے فائدے سے محروم ہو گئے کیونکہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔

(2) ﴿اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ ''تو کیا آپ بہروں کو سنائیں گے، اگرچہ وہ نہ سمجھتے ہوں؟'' آپ کے اور ان کے اختیار میں ہدایت نہیں ہے۔ آپ ایسے بہروں کو سنانے کی استطاعت نہیں رکھتے کیونکہ ان کے دلوں کے کان نہیں ہیں۔

(3) قرآن حکیم کو سننے سے دینی اور دنیاوی اصلاح ہو سکتی ہے لیکن ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ وہ جس کے لیے چاہتا ہے ہدایت کے دروازے کھول دیتا ہے۔

(4) جیسے بہرے کو کلام سنانے پر کوئی قدرت نہیں رکھتا اسی طرح جھٹلانے والوں، عقل سے محروم لوگوں کو بھی کلام اللہ نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سنایا جا سکتا جس سے وہ نفع اٹھا سکیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿مَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِم مُّحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ ﴿٢﴾ لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ ۗ وَأَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِينَ ظَلَمُوا هَلْ هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۖ أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ ﴿٣﴾﴾ ''ان کے رب کی طرف سے کوئی بھی نیا ذکر ان کے پاس نہیں آتا مگر وہ اس کو مشقت سے سنتے ہیں، اور وہ کھیل رہے ہوتے ہیں۔اس حالت میں (کہ) دل ان کے غافل ہیں۔ اور جن لوگوں نے ظلم کیا انہوں نے خفیہ سرگوشی کی کہ یہ تمہارے ہی جیسا آدمی ہے؟ تو کیا تم اس کے جادو میں آتے ہو حالانکہ تم دیکھتے ہو؟'' (الانبیاء:3,2) ہاں اتنا ضرور ہے کہ سننے والوں پر حجت قائم ہو جاتی ہے۔

(5) سماعت علم حاصل کرنے کے راستوں میں سے ایک بڑا راستہ ہے جو جھٹلانے والوں پر بند ہو جاتا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ﴾ ''اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے کہا کہ ہم نے سنا حالانکہ وہ نہیں سنتے۔'' (الانفال:21)

سوال 2: کچھ لوگ دعوت حق کو اس طرح کیوں سنتے ہیں گویا کہ وہ کچھ نہیں سنتے؟

جواب: دعوت حق کو سننے والے کچھ لوگ بظاہر اسے سنتے ہیں گویا کہ وہ سمجھنا چاہتے ہیں حالانکہ انہوں نے دل میں طے کر رکھا ہوتا ہے کہ انہوں نے دعوت کو نہیں سمجھنا۔اس طے شدہ پروگرام کی وجہ سے وہ سن کر بھی کچھ نہیں سنتے۔

﴿وَمِنْهُم مَّن يَنظُرُ إِلَيْكَ ۚ أَفَأَنتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوا لَا يُبْصِرُونَ﴾

''اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو آپ کی طرف دیکھتے ہیں تو کیا آپ اندھوں کو راستہ دکھائیں گے اگرچہ وہ نہ دیکھتے ہوں؟'' (43)

سوال 1:﴿وَمِنْهُم... يُبْصِرُونَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَمِنْهُم مَّن يَنظُرُ إِلَيْكَ﴾ ''اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو آپ کی طرف دیکھتے ہیں'' اللہ رب العزت نے دوسرے راستے کے بند ہونے کا ذکر فرمایا ہے یعنی نظر کا راستہ ''اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو آپ کی طرف دیکھتے ہیں'' یعنی تلاوت قرآن کے وقت وہ تعجب کی نظر سے آپ ﷺ کو دیکھتے ہیں لیکن نور ایمان سے نہیں دیکھتے۔

(2) وہ آپ ﷺ کی نبوت کی نشانیوں اور آپ ﷺ کی صداقت کی علامات کو دیکھتے ہیں لیکن یہ نہیں پہچانتے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام کر دیا ہے۔

(3) ان کا آپ کی طرف دیکھنا ان کو کوئی فائدہ نہیں دیتا اور نہ آپ کو کوئی راحت دے سکتا ہے۔پس جس طرح آپ اندھوں کو راہ نہیں دکھا سکتے جو بصارت سے محروم ہیں اسی طرح آپ بہروں کی بھی راہ نمائی نہیں کر سکتے۔جب ان کی عقل،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سماعت اور بصارت، جو حصول علم اور معرفت حقائق کا ذریعہ ہیں، خرابی کا شکار ہو جائیں، تب ان کے لیے حق تک پہنچنے کا کون سا راستہ ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد: ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ﴾ دلالت کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے احوال، آپ کے طریقوں، آپ کے اخلاق اور آپ کے اعمال کو دیکھنا آپ اور آپ کی دعوت کی صداقت پر دلائل مہیا کرتا ہے اور یہ نظر، صاحب بصیرت کو دیگر دلائل سے مستغنی کر دیتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 1142,1141/2)

(4) ﴿اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ﴾ ''تو کیا آپ اندھوں کو راستہ دکھائیں گے اگرچہ وہ نہ دیکھتے ہوں؟'' یعنی آپ ﷺ ان کو راستہ نہیں دکھا سکتے جو بصارت سے محروم ہوں کیونکہ وہ درحقیقت دل سے نہیں دیکھتے اور آپ ﷺ ان کی ہدایت پر قدرت نہیں رکھتے کیونکہ وہ بصیرت سے محروم ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ﴾ ''پس یقیناً آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔'' (الحج: 46)

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ﴿لَا يُبْصِرُوْنَ﴾ سے مراد ہے کہ وہ حق کو نہیں دیکھتے۔ (ابن ابی حاتم: 1954/6)

(6) اہل سنت نے اس آیت سے دلیل پکڑی ہے کہ بندوں کے افعال کو اللہ تعالیٰ نے تخلیق کیا ہے کیونکہ کفار کے دلوں کی نسبت ایمان کی طرف بہرے کی طرح جو کلام سنتا ہے اور اندھے کی طرح جو چیزوں کو دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جو ہدایت پر قدرت رکھتا ہے۔ (تفسیر منیر: 198/6)

سوال 2: ایک داعی دل کے اندھے کو کیوں راستہ دکھانا چاہتا ہے؟

جواب: داعی کے دل میں دعوت پہنچانے کی حرص ہوتی ہے اس وجہ سے وہ لوگوں کے ظاہری رویے سے خوش گمانی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ شاید وہ واقعی ایک داعی کے سچے طرز عمل کو دیکھنا چاہتے ہیں حالانکہ مدعو آنکھیں رکھنے کے باوجود اندھے پن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ اپنے آپ پر خود ہی ظلم کرتے ہیں'' (44)

سوال: اللہ تعالیٰ ظلم نہیں کرتا، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ اللّٰهَ ... يَظْلِمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا'' یعنی اللہ تعالیٰ کسی کی برائیوں کو بڑھا گھٹا کر، کسی کی نیکیوں میں کمی بیشی کر کے کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)اللہ تعالیٰ قرآن حکیم سے کسی کو ہدایت دیتا ہے، اندھوں کو بینائی عطا کرتا ہے، بہروں کو سنواتا ہے یا دلوں کے پردے ہٹاتا ہے یا کچھ لوگوں کو گمراہ اور بے ایمان بناتا ہے تو کسی پر ظلم نہیں کرتا وہ جو کام کرتا ہے اپنے علم اور حکمت اور کمال عدل سے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔

(3)﴿وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾ ''لیکن لوگ اپنے آپ پر خود ہی ظلم کرتے ہیں'' ان کے پاس جب حق آتا ہے تو اسے قبول نہیں کرتے پھر اللہ تعالیٰ سزا کے طور پر ان کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر مہر لگا دیتا ہے۔

(4)اللہ تعالیٰ انسان پر ظلم نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو سننے، سمجھنے اور دیکھنے کی صلاحیتیں عطا کی ہیں تا کہ انسان غور و فکر کر کے گمراہی کا راستہ اختیار نہ کرے۔ مگر انسان اپنے آپ کو آزاد محسوس کر کے سرکشی کرنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو صلاحیتیں اسے آزمائش کے لیے دی ہیں، انسان انہیں اپنا حق سمجھ کر ظلم کرتا ہے۔

(5)ایک حدیث قدسی میں ہے: ''اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر لیا ہے اور تم پر بھی حرام کر دیا ہے لہٰذا کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔ اسی کے اختتام پر ہے: اے میرے بندو! یہ تمہارے عمل ہی ہیں جن کو میں گن گن کر رکھتا ہوں پھر میں تمہیں ان کا پورا پورا بدلہ دوں گا۔ لہٰذا جو بھلائی پائے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے اور جو برائی پائے اسے اپنے آپ ہی کو ملامت کرنی چاہیے۔'' (مشکوۃ المصابیح:2234)

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ۭ قَدْ

''اور جس دن اللہ تعالیٰ انہیں جمع کرے گا، گویا کہ وہ نہیں ٹھہرے مگر دن میں بس ایک گھڑی، اس میں وہ ایک دوسرے کو پہچانتے

خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ﴾

رہے۔ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلایا یقیناً وہ خسارے میں پڑے رہے اور وہ ہدایت پانے والے نہیں تھے'' (45)

سوال 1: حشر میں احساس ہوگا کہ دنیا کی زندگی بہت مختصر تھی، اس کی وضاحت ﴿وَيَوْمَ ... مُهْتَدِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ﴾ ''اور جس دن انہیں جمع کرے گا'' یعنی وہ دن جس میں کوئی شک نہیں انہیں ان کی قبروں سے اٹھایا جائے گا۔ (2)﴿كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ﴾ ''گویا کہ وہ نہیں ٹھہرے مگر دن میں بس ایک گھڑی'' اللہ تعالیٰ نے قیامت کی گھڑی کو یاد دلایا ہے کہ کیسے سب اپنی قبروں میں میدان حشر میں جمع ہوں گے تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہیں یوں لگے گا کہ گویا وہ دن کی ایک گھڑی ٹھہرے ہیں۔ دنیا کی زندگی انہیں بہت کم لگے گی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا﴾ ''جس دن وہ اسے دیکھ لیں گے تو (سمجھیں گے) گویا کہ وہ نہیں ٹھہرے مگر ایک شام یا اس کی ایک صبح۔'' (النازعات:46)

(3) جب آخرت سب سے بڑی حقیقت کی صورت میں واقع ہو جائے گی، اس وقت انسان کو دنیا میں رہنا ایک گھڑی کی طرح محسوس ہوگا، جس گھڑی وہ غفلت میں مبتلا تھا اور آخرت کے لیے سوچنے کو بھی تیار نہ تھا۔

(4) ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ۭ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ﴾ ''اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم قسمیں کھائیں گے کہ وہ ایک گھڑی کے سوا نہیں ٹھہرے۔ اسی طرح وہ بہکائے جاتے تھے۔'' (الروم:55)

(5) ﴿يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ﴾ ''وہ ایک دوسرے کو پہچانتے رہے'' یعنی لوگ ایک دوسرے کو اسی طرح پہچانیں گے جیسے دنیا میں پہچانتے تھے لیکن کوئی کسی کو نہیں پوچھے گا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا﴾ ''اور کوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہ پوچھے گا۔'' (المعارج:10)

(6) آخرت کے مقابلے میں دنیا کی عمر کی، دنیا کی زندگی کی کوئی حقیقت نہیں۔

(7) ﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ﴾ ''جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلایا یقیناً وہ خسارے میں پڑے رہے'' اس دن وہ لوگ خسارے میں رہیں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلایا اور متقی لوگ کامیاب ہوں گے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (۱۰) الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ (۱۱)﴾ ''بڑی ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔ جو جزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں۔'' (المطففین:11,10)

(8) جیسا کہ ارشاد ہے: ﴿فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۭ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ﴾ ''تو اُن پر وبال آ پڑا جو انہوں نے کمایا اور اِن میں سے بھی جنہوں نے ظلم کیا، جلد ہی اِن پر بھی وبال آ پڑے گا جو انہوں نے کمایا اور وہ عاجز کر دینے والے نہیں ہیں۔'' (الزمر:51)

(9) ﴿وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ﴾ ''اور وہ ہدایت پانے والے نہیں تھے'' یعنی وہ دین قیم پر نہ چلے۔

(10) یعنی کفر اور گمراہی سے نہ نکلے۔ (تفسیر قاسمی:38/9)

(11) یعنی اپنی زندگی میں انہوں نے ہدایت نہ پائی اسے خسارے اور عذاب الیم کے لیے ختم کیا۔ (ایسر التفاسیر:608,607)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کی تشبیہ سے کیا سمجھایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ انسان کو سمجھاتے ہیں کہ دنیا کی زندگی اتنی ہی ہے گویا کہ لوگ دنیا میں آئے اور گئے یہاں صرف تعارف ہوا اور لوگوں نے کچھ کیا ہی نہیں بلکہ تعارف بھی مکمل نہیں ہوتا اور لوگ چلے جاتے ہیں پھر اس دنیا کی زندگی سے جو فائدہ نہیں اٹھاتے ہیں وہ گھاٹے میں رہتے ہیں، ہدایت نہیں پاتے۔

سوال 3: نقصان اٹھانے والے کس وجہ سے نقصان اٹھاتے ہیں؟

جواب: نقصان اٹھانے والے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلاتے ہیں اس لیے ہدایت نہیں پاتے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا راستہ گم کر کے نقصان اٹھاتے ہیں۔

﴿وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ

''اور اگر ہم آپ کو اس کا کچھ حصہ دکھا دیں جو ان سے وعدہ کرتے ہیں یا ہم آپ کو اٹھا لیں تو ہماری ہی طرف انہیں لوٹنا ہے،

ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ﴾

پھر اللہ تعالیٰ اس پر اچھی طرح گواہ ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں'' (46)

سوال: مجرموں سے دنیا یا آخرت میں انتقام ضرور لیا جائے گا، اس کی وضاحت ﴿وَاِمَّا ... يَفْعَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) مجرموں سے دنیا یا آخرت میں انتقام ضرور لیا جائے گا۔

(2) رب العزت نے اپنے رسول سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: ﴿وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ﴾ ''اور اگر ہم آپ کو اس کا کچھ حصہ دکھا دیں جو ان سے وعدہ کرتے ہیں'' مجاہد نے کہا کہ اگر ہم آپ ﷺ کی زندگی میں انہیں عذاب دکھا دیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: 1955/6) (3) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے یوم بدر میں دکھایا۔ (تفسیر منیر: 203/6)

(4) ﴿اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ﴾ ''یا ہم آپ کو اٹھا لیں'' یا ان کو عذاب دینے سے پہلے آپ ﷺ کو وفات دے دیں۔

(5) ﴿فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ﴾ ''تو ہماری ہی طرف انہیں لوٹنا ہے'' ہر حال میں انہیں اپنی موت کے بعد ہماری طرف لوٹنا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 608) (6) یعنی ہم آپ ﷺ کو آخرت میں ان کا انجام دکھائیں گے۔ (تفسیر منیر: 203/6)

(7) ﴿ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ اس پر اچھی طرح گواہ ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں'' یعنی دنیا کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زندگی میں جو کچھ یہ کر رہے ہیں آپ ﷺ ان کے بارے میں غم نہ کریں۔اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو محفوظ کر رکھا ہے جب کہ وہ بھول گئے ہیں۔

(8)اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ تمام کام اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق چل رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی تقدیر بدلتی نہیں۔تمام لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے چاہے سزا رسول کی زندگی میں ملے یا وفات کے بعد۔رسول کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں تبدیلی نہیں آئے گی۔رسول اللہ ﷺ نے پیغام پہنچانا ہے اس کے بعد فیصلہ اللہ تعالیٰ کرے گا جو برحق ہے۔

(9)اس آیت کریمہ میں کافروں کے لیے سخت وعید اور رسول اللہ ﷺ کے لیے تسلی ہے جن کو ان کی قوم نے جھٹلا دیا اور ان سے عناد رکھا۔(تفسیر سعدی:1143/2)

﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ

''اور ہر امت کے لیے ایک رسول ہے تو جب کسی امت کا رسول آجاتا ہے تو ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کر دیا جاتا ہے

وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾

اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا''(47)

سوال: ہر قوم کے پاس رسول بھیج کر حجت تمام کی گئی،اس کی وضاحت ﴿وَلِكُلِّ... يُظْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ﴾''اور ہر امت کے لیے''یعنی پچھلی امتوں میں سے ہر امت کے لیے۔

(2)﴿رَّسُوْلٌ﴾''ایک رسول ہے''ایک رسول بھیجا گیا جو انہیں دین کی،خیر اور بھلائی کی،سیدھے راستے کی دعوت دیتا رہا۔(3)﴿فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ﴾''تو جب کسی امت کا رسول آجاتا ہے''یعنی جب رسول ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی آیات کو لے کر آتے۔

(4)﴿قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ﴾''تو ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کر دیا جاتا ہے''یعنی رسول کے پیغام پہنچانے کے بعد حجت پوری ہو جاتی،کچھ لوگ تصدیق کرتے اور دوسرے لوگ جھٹلا دیتے پھر اللہ تعالیٰ ان کے درمیان انصاف کرتا رسول اور ایمان لانے والوں کو نجات دیتا اور کافروں کو ہلاک کر دیتا۔

(5)﴿وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾''اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا''یعنی بغیر گناہ کے انہیں عذاب نہیں دیا گیا اور بغیر حجت کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہیں پکڑا نہیں گیا۔(قرطبی:4/209)

(6)رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾''اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ ہم کوئی رسول نہ بھیجیں۔''(بنی اسرائیل:15)

(7)رسول آنے کے بعد قیامت کے دن لوگوں کے درمیان انصاف کیا جائے گا۔﴿وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾''اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی اور کتاب رکھ دی جائے گی اور انبیاء اور گواہوں کو لایا جائے گا اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔''(الزمر:69)

(8)اللہ تعالیٰ نے گزشتہ قوموں کی مشابہت سے روکا ہے کہ کہیں یہ نہ سمجھیں کہ عذاب دیر سے آئے گا اور ان کے دیکھتے دیکھتے عذاب نازل ہو جائے۔

(9)حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں: ہر امت کو اس کے رسول کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا اور کتاب اعمال رکھی جائے گی جس میں ان کے اچھے برے سب اعمال لکھے ہوں گے اور ان کی گواہی دے گی۔علاوہ ازیں کراماً کاتبین بھی گواہی دیں گے۔اسی طرح ایک ایک امت کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔امت محمدیہ اگرچہ ترتیب کے اعتبار سے سب سے آخری امت ہے لیکن روز قیامت سب سے پہلے اس امت کا فیصلہ کیا جائے گا۔جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''ہم آخر میں آنے والے ہیں لیکن قیامت کے دن سب سے پہلے سبقت لے جانے والے ہوں گے جن کا فیصلہ تمام مخلوقات سے پہلے کیا جائے گا۔''(بخاری:896)

امت محمدیہ کو یہ فضیلت اپنے رسول کے شرف کی وجہ سے حاصل ہوگی۔(المصباح المنیر:3/226،227)

﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو؟''(48)

سوال1:مشرک قیامت کے جلد آنے کا مطالبہ کرتے ہیں،اس کی وضاحت﴿وَيَقُوْلُوْنَ...صٰدِقِيْنَ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَقُوْلُوْنَ﴾''اور وہ کہتے ہیں''یعنی مشرک رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب سے مطالبہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔(2)﴿مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ﴾''یہ وعدہ کب پورا ہوگا''یعنی قیامت کے دن کے عذاب کا وعدہ کب پورا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوگا۔ یہ سوال جھٹلانے کے لیے کرتے تھے کیونکہ اسے بعید خیال کرتے تھے اور جھٹلاتے تھے۔

(3)﴿اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اگر تم سچے ہو؟'' یہ ان کی طرف سے ظلم کا رویہ ہے کہ وہ نبی ﷺ سے اس کا مطالبہ کرتے ہیں حالانکہ نبی کے اختیار میں تو صرف پہنچا دینا ہے۔ جہاں تک حساب کتاب اور عذاب کا معاملہ ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ جب مدت پوری ہو جائے گی تو گھڑی بھر کی تاخیر بھی نہیں ہوگی اس لیے جھٹلانے سے بچیں۔

(4)﴿يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ۭ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ﴾ ''اُسے وہی لوگ جلدی مانگتے ہیں جو اُس پر ایمان نہیں رکھتے، اور جو لوگ ایمان لائے وہ اُس سے ڈرنے والے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ یقیناً وہ حق ہے۔ سن لو! یقیناً جو لوگ قیامت کے بارے میں آپس میں جھگڑتے ہیں یقیناً وہ دُور کی گمراہی میں ہیں۔'' (الشوریٰ:18)

سوال 2: لوگ عذاب کا وعدہ پورا کرنے کے لیے چیلنج کیوں دیتے ہیں؟

جواب: لوگ دنیا میں اپنے آپ کو خود مختار پاتے ہیں انہیں یوں لگتا ہے کوئی دیکھنے والا، کوئی پکڑنے اور سزا دینے والا نہیں یہ صورت حال انسانوں کو سرکش بنا دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا جب برے انجام سے ڈراتا ہے تو مذاق اڑا کر یہ کہا جاتا ہے کہ اس عذاب کی دھمکی کب پوری ہوگی؟

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۭ اِذَا جَاۗءَ

''کہہ دو میں اپنی جان کے لیے نفع و نقصان کا مالک نہیں مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے، ہر امت کے لیے ایک وقت ہے جب ان

اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾

کا وقت آجاتا ہے تو نہ وہ ایک گھڑی پیچھے رہتے ہیں اور نہ آگے بڑھتے ہیں'' (49)

سوال: مشرکوں کے مطالبے کا جو جواب دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ...يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قُلْ﴾ ''کہہ دو'' اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی راہ نمائی فرمائی ہے کہ ان مشرکوں کو اس انداز میں جواب دیا جائے۔ (2)﴿لَآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا﴾ ''میں اپنی جان کے لیے نقصان کا مالک نہیں'' یعنی میں اپنے سے نقصان کو دور کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿وَّلَا نَفْعًا﴾ ''اور نہ نفع کا'' یعنی میں اپنی ذات کو بھی نفع پہنچانے پر قادر نہیں۔

(4)﴿اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ﴾ ''مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی نفع ونقصان پر قادر ہے۔

(5)''میں اپنے فائدے اور نقصان کا مالک بھی نہیں ہوں'' یہ بات اس حقیقت کو ثابت کرنے کے لیے کہی گئی ہے کہ:

(i) سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔

(ii) یہ اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے جب چاہے عذاب لے آئے نبی ﷺ کا بھی اختیار نہیں ہے۔

(6) امام شوکانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ آیت صریح دلیل ہے کہ کسی مصیبت کے وقت رسول اللہ ﷺ کو پکارنا اور ان سے مدد طلب کرنا شرک اکبر ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی دوسری ذات اس پر قادر نہیں ہے، چاہے وہ کوئی نبی ہو یا ولی ہو یا کوئی نیک بندہ۔ (تیسیر الرحمن:616/1)

(7)﴿لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ﴾ ''ہر امت کے لیے ایک وقت ہے'' ہر امت کے لیے ہلاکت کا وقت معین ہے۔ (ایسر التفاسیر:608) (8) یعنی ماضی کی امتوں کی ہلاکت کا وقت مقرر تھا۔

(9)﴿اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ﴾ ''جب ان کا وقت آجاتا ہے'' یعنی جب ان کی مدت پوری ہوگئی۔

(10)﴿فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً﴾ ''تو نہ وہ ایک گھڑی پیچھے رہتے ہیں'' تو وہ اپنی اجل سے ایک گھڑی پیچھے نہ ہو پائے۔ (11)﴿وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ ''اور نہ آگے بڑھتے ہیں'' اور نہ اس سے ایک گھڑی آگے بڑھ پائے تو کیا اس عذاب کے لیے آپ جلدی مچاتے ہو؟

(12) رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کسی جان کو ہرگز مہلت نہیں دے گا جب اس کی مقررہ مدت آجائے گی اور اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو۔'' (المنافقون:11)

(13) ہر قوم کے لیے ایک مدت مقرر ہے۔ قوموں کا اٹھنا اور بیٹھنا اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق ہوتا ہے۔ جب کسی قوم کا وقت آجاتا ہے تو ایک گھڑی کی تقدیم وتاخیر نہیں ہوتی۔ قوموں کا عروج وزوال نہ اتفاقی ہے نہ بے مقصد نہ ظلم کے طور پر۔

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ﴾

''آپ کہہ دو کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تعالیٰ کا عذاب تم پر رات کو یا دن کو آجائے؟ اس میں سے کون سی چیز مجرم جلدی مانگیں گے؟'' (50)

سوال 1:﴿قُلْ... الْمُجْرِمُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ﴾ ''آپ کہہ دو کیا تم نے دیکھا'' یعنی آپ انہیں کہہ دیں مجھے بتائیں۔

(2)﴿اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا﴾ ''اگر اللہ تعالیٰ کا عذاب تم پر رات کو آجائے؟'' یعنی تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا عذاب رات کو سوتے میں آجائے۔

(3)﴿اَوْ نَهَارًا﴾ ''یا دن کو'' یعنی تمہارے غافل ہونے کے وقت۔

(4)﴿مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ ''اس میں سے کون سی چیز مجرم جلدی مانگیں گے؟'' یعنی مشرک کس چیز کی جلدی مچا رہے ہیں؟ کس چیز کی طرف تیزی سے بڑھ رہے ہیں؟

(5)عذاب کے لیے جلدی مچانے یا اس کی تاریخ معلوم کرنے کا کیا فائدہ ہے؟

سوال 2: عذاب کے جلدی مطالبہ کے جوابات میں اللہ تعالیٰ نے کیسے شعوری طور پر جھنجھوڑا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے احساس دلایا ہے کہ عذاب تو بس آ ہی چکا ہے وقت معلوم نہیں۔ ہوسکتا ہے دن کو آجائے جب تم کام کر رہے ہو، یا رات کو جب تم غافل سو رہے ہو۔ نہ تم جاگتے ہوئے اس کو رد کر سکو اور سوتے ہوئے تو تم کر ہی نہیں سکتے۔ عذاب تو گویا آ ہی چکا ہے دیکھ لو کہ عذاب کے موقع پر تمہاری حالت کیا ہوگی۔

﴿اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ﴾

''کیا پھر جونہی عذاب واقع ہوگا، اس پر تم ایمان لاؤ گے؟ کیا اب! حالانکہ اس کو تم خود جلدی طلب کرتے تھے؟''(51)

سوال: عذاب آنے کے بعد ایمان لانا فائدہ نہ دے گا، اس کی وضاحت ﴿اَثُمَّ ... تَسْتَعْجِلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ﴾ ''کیا پھر جونہی عذاب واقع ہوگا'' یعنی کیا تم جھٹلانے کا سلسلہ جاری رکھو گے پھر جب تم پر عذاب نازل ہوگا تو تم ایمان لاؤ گے؟ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا کہ کافر عذاب دیکھ کر کہیں گے: ﴿رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ﴾ ''اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا چنانچہ ہمیں واپس بھیج دے ہم نیک عمل کریں گے بلاشبہ ہم یقین کرنے والے ہیں۔''(السجدہ:12) کیا اس دن ایمان لانا تمہیں نفع دے گا؟ اس وقت ایمان لانا فائدہ نہیں دے گا جیسا کہ ارشاد ہے: ﴿فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''پھر اُن کا ایمان نہ تھا کہ اُنہیں کوئی فائدہ دیتا جب اُنہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، اللہ تعالیٰ کا طریقہ جو یقیناً اُس کے بندوں میں پہلے گزر چکا ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اُس وقت کافر لوگ خسارے میں رہے۔''(غافر:85)

(2)﴿آٰلْـٰٔنَ﴾ ''اب'' یعنی اس وقت زجر و توبیخ کے طور پر کہا جائے گا یعنی اب، اس عذاب کے وقت، اس شدت کی سختی کے وقت۔(3)﴿وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ﴾ ''حالانکہ اس کو تم خود جلدی طلب کرتے تھے؟'' یعنی اس عذاب کے لیے تم جلدی مچاتے تھے۔

(4)﴿آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ﴾ ''کیا اب! حالانکہ اس کو تم خود جلدی طلب کرتے تھے؟'' یہ کہہ کر انسان کو توجہ دلائی گئی ہے کہ دیکھو تم عذاب کے لیے جلدی مچا رہے تھے وہ تو آ گیا اور اب تم ایمان لا چکے مگر ایمان لانے کا کیا فائدہ۔

(5) اپنے بندوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ وقوع عذاب سے قبل اگر وہ اسے منانے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ ان سے اپنی ناراضگی کو دور کر دیتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کا عذاب واقع ہو جاتا ہے، تو کسی نفس کو اس کا ایمان لانا کوئی فائدہ نہیں دیتا، جیسا کہ فرعون کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب وہ ڈوبنے لگا، تو اس نے کہا:﴿اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ ''میں ایمان لایا اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔''(یونس:90) اس کو جواب دیا گیا:﴿آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ ''کیا اب؟ حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے تو نے نافرمانی کی اور تو فساد برپا کرنے والوں میں سے تھا۔''(یونس:91)(تفسیر سعدی:1145,1144/2)

﴿ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ

''پھر ان لوگوں سے کہا جائے گا جنھوں نے ظلم کیا کہ ہمیشگی کا عذاب چکھو، تمھیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اس کا

تَكْسِبُوْنَ﴾

جو تم کماتے تھے''(52)

سوال: قیامت کے دن مجرموں کو ذلیل و رسوا کرنے کے لیے کیا کہا جائے گا، اس کی وضاحت﴿ثُمَّ... تَكْسِبُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾ ''پھر ان لوگوں سے کہا جائے گا جنھوں نے ظلم کیا'' یعنی جب قیامت کے دن ان مجرموں کو آگ میں داخل کیا جائے گا جنھوں نے اپنے اوپر ظلم کیا یعنی شرک اور نافرمانی کے کام کیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) جہنم کے داروغے ان سے کہیں گے۔

(3) ﴿ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ﴾ ''ہمیشگی کا عذاب چکھو'' ظالموں سے قیامت کے دن انہیں ذلیل ورسوا کرنے کے لیے ڈانٹ کر کہا جائے گا اب عذاب کا مزہ چکھو۔ وہ عذاب جس میں تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہو گے یعنی دردناک دائمی عذاب۔

(4) ﴿ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ﴾ ''ہمیشگی کا عذاب چکھو'' کہہ کر اس انسان کو جو ابھی ابھی دنیا کے عذاب میں گرفتار ہوا تھا میدان حشر میں پہنچا دیا گیا۔ یوں انسان کو سرکشی کے انجام تک پہنچا کر شعوری طور پر اسے جھنجوڑا ہے کہ دیکھو سرکشی سے کہاں پہنچ جاؤ گے عقل سے فیصلہ کرو۔ کیا ہمیشگی کا عذاب قابل برداشت ہے؟ یہ سرکشی کی کتنی بھاری قیمت ہے۔

(5) ﴿هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ﴾ ''تمہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اس کا جو تم کماتے تھے'' یعنی یہ تمہارے کفر کی، نافرمانیوں کی اور رسول کو جھٹلانے کی جزا ہے۔ وہی آگ ہے جسے تم نہیں مانتے تھے۔ اب بتاؤ کیا یہ جادو ہے؟

(6) یہ اسی کی جزا ہے جو دنیا میں تم کہتے اور کرتے تھے۔ (تفسیر قاسمی: 43/9)

﴿وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ۚ وَمَآ اَنْتُمْ

''اور وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا وہ واقعی حق ہے؟ آپ فرما دیں کہ ہاں میرے رب کی قسم! یقیناً وہ حق ہے اور تم ہرگز عاجز کرنے

بِمُعْجِزِيْنَ﴾

والے نہیں'' (53)

سوال: زندگی بعد الموت برحق ہے، اس کی وضاحت ﴿وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ ... بِمُعْجِزِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ﴾ ''اور وہ آپ سے پوچھتے ہیں'' یعنی وہ ہدایت کے لیے، وضاحت اور تحقیق کے لیے نہیں بلکہ دشمنی اور تنقید کرتے ہوئے پوچھتے ہیں۔

(2) ﴿اَحَقٌّ هُوَ﴾ ''کیا وہ واقعی حق ہے'' یعنی کیا یہ سچ ہے کہ اس زندگی کے بعد دوسری زندگی ملے گی جب سب کو دوبارہ زندہ کر کے جمع کیا جائے گا پھر ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

(3) یعنی کیا یہ سچ ہے یعنی ہمیشہ کا عذاب یا نبوت یا قرآن۔ (تفسیر قاسمی: 43/9)

(4) ﴿قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ﴾ ''آپ فرما دیں کہ ہاں میرے رب کی قسم! یقیناً وہ حق ہے'' اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ موت کے بعد کی زندگی اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور وعیدوں کی صداقت پر قسم اٹھاتے ہوئے کہہ دیں کہ میرے رب کی قسم! زندگی بعد الموت اور قبروں سے اٹھنا بالکل برحق ہے، اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ جیسا کہ رب العزت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا:﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ قیامت ہم پر نہیں آئے گی، آپ کہہ دیں کہ کیوں نہیں! قسم ہے میرے عالم الغیب رب کی! وہ تم پر ضرور آئے گی اُس سے ذرہ برابر کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے نہ ہی آسمانوں میں اور نہ ہی زمین میں اور نہ ذرے سے چھوٹی اور نہ ہی اس سے بڑی مگر ایک واضح کتاب میں ہے۔'' (سبا:3)

(5)﴿زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ ''جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے گمان کیا کہ وہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے آپ کہہ دیجیے کیوں نہیں؟ میرے رب کی قسم! تم ضرور اٹھائے جاؤ گے پھر جو کچھ تم نے کیا تمہیں ضرور بتایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ پر یہ بہت آسان ہے۔'' (التغابن:7)

(6)﴿وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ﴾ ''اور تم ہرگز عاجز کرنے والے نہیں'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کو موت کے بعد دوبارہ زندگی دینے سے عاجز نہیں کر سکتے جس طرح اس نے پہلی بار پیدا کیا ایسے ہی دوبارہ تمہیں پیدا کرے گا اور تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔ (تفسیر سعدی:2/1145,1146)

(7) رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ ''اور تم نہ زمین میں عاجز کرنے والے ہو اور نہ ہی آسمان میں، اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے۔'' (العنکبوت:22)

(8) جب دنیا میں انسان دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون حرکت میں نہیں آ رہا تو وہ غافل ہو جاتا ہے مگر جب اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہوگا تو انسان خود کو بے بس پا کر سب کچھ مان لے گا۔ جب سچائی سامنے آئے گی تو انسان سزا سے نہیں بچ سکے گا۔

﴿وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ

''اور اگر ہر نفس کے لیے جس نے ظلم کیا، وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے وہ اس کو ضرور فدیہ میں دے دے گا اور وہ شرمندگی کو چھپائیں

لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾

گے، جب وہ عذاب دیکھیں گے اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا'' (54)

سوال 1: قیامت کے دن بڑے سے بڑا فدیہ بھی قبول نہیں کیا جائے گا، اس کی وضاحت ﴿وَلَوْ ... يُظْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: (1) ﴿وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ﴾ ''اور اگر ہر نفس کے لیے جس نے ظلم کیا ہو'' یعنی اگر ہر گناہ گار کے پاس جس نے ظلم کیا یعنی کفر، شرک، نافرمانی کے کام۔

(2) ﴿مَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''وہ سب کچھ جو زمین میں ہے'' یعنی زمین کا سونا، چاندی، ہیرے جواہرات۔

(3) ﴿لَافْتَدَتْ بِهٖ﴾ ''وہ اس کو ضرور فدیہ میں دے دے گا'' اپنی جان چھڑانے کے لیے، اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کے لیے سب کچھ فدیے میں دے دے گا۔

(4) مگر یہ فدیہ دینا اس کے کسی کام نہ آئے گا، کیونکہ نفع ونقصان اور ثواب وعذاب تو نیک اور برے اعمال پر منحصر ہے۔ (تفسیر سعدی: 1146/2)

(5) قتادہ رحمہ اللہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کافروں کو قیامت کے دن کہا جائے گا کہ اگر آپ کے پاس زمین بھر سونا ہو تو کیا اسے فدیے میں دے دو گے؟'' فرمایا: ''تو وہ کہے گا: ہاں۔'' فرمایا: ''تو وہ کہے گا: میں نے تمہیں جس چیز کا مکلف بنایا تھا وہ اس سے بہت آسان تھی۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ان کے لیے جہنم ہے جہاں یہ داخل ہوں گے اور بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: 1956/6)

(6) ﴿وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ﴾ ''اور وہ شرمندگی کو چھپائیں گے، جب وہ عذاب دیکھیں گے'' حشر کے میدان میں ظلم کرنے والے عذاب دیکھ کر دل ہی دل میں پچھتائیں گے کیونکہ ان کا فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

(7) وہ اپنے دلوں میں ایمان اور نیک اعمال چھوڑ دینے پر پچھتائیں گے۔ (ایسر التفاسیر: 610,609)

(8) ﴿وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ﴾ ''اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا'' ان کے درمیان مکمل انصاف کیا جائے گا۔

(9) ﴿وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ''اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا'' یعنی ان کے اعمال کے بارے میں ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ سعید بن جبیر کا قول ہے: ان کے حساب میں کمی نہیں کی جائے گی، نہ ان کی برائیوں میں اضافہ کیا جائے گا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: 1956/6) (10) یعنی جو انہوں نے نہیں کیا اس پر انہیں پکڑا نہیں جائے گا۔ (ایسر التفاسیر: 610)

سوال 2: کیا فدیہ قبول نہ ہونا انسانوں کے ساتھ انصاف ہوگا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کریں گے۔ جس انسان نے زندگی بھر سرکشی کی ہوگی اور مال بچایا ہوگا۔ حشر کے دن زمین میں جو کچھ موجود ہوگا قبول نہ ہوگا کیونکہ عمل کا وقت ختم ہو چکا ہوگا۔ فیصلہ انصاف کے ساتھ ہوگا کسی پر ظلم نہ ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا
''سن لو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو آسمانوں اور جو زمین میں ہے، سن لو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے لیکن ان کے

يَعۡلَمُوۡنَ﴾

اکثر لوگ نہیں جانتے'' (55)

سوال 1: اللہ تعالیٰ بادشاہ حقیقی ہے، اس کی وضاحت ﴿اَلَاۤ ۔۔۔ وَالۡاَرۡضِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ﴾ ''سن لو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو آسمانوں اور جو زمین میں ہے'' آسمان و زمین کا مالک، بادشاہ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔

(2) یعنی وہ ان کے درمیان حکم دینی اور حکم قدری کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور قیامت کے روز وہ حکم جزائی کے مطابق فیصلہ کرے گا۔ (تفسیر سعدی: 1146/2)

(3) اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کی ہر چیز کا مالک ہے۔ وہ ایسا مالک ہے جو اپنے وعدے کو شمار کر سکتا ہے لہٰذا حشر برپا ہوگا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے، اس کی وضاحت ﴿اَلَاۤ ۔۔۔ لَا يَعۡلَمُوۡنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَاۤ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ﴾ ''سن لو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ کیا وہ حق ہے اور پورا ہو کر رہنے والا ہے۔

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء سے ثواب کا اور اپنے دشمنوں سے عذاب کا وعدہ کر رکھا ہے۔ (تفسیر وسیط: 550/1)

(3) ﴿وَّلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے'' یعنی لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے اس کے وعدوں اور وعیدوں کو قبول نہیں کرتے۔ اسی لیے اس کے سامنے حاضری کی تیاری نہیں کرتے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہی نہیں رکھتے۔

(4) لوگوں کی اکثریت اس علم سے محروم رہتی ہے۔

﴿هُوَ يُحۡیٖ وَيُمِيۡتُ وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ﴾

''وہی زندگی عطا کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے'' (56)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: موت اور زندگی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، اس کی وضاحت ﴿هُوَ ... تُرْجَعُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ﴾ ''وہی زندگی عطا کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے'' یعنی موت اور زندگی اس کے اختیار میں ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے اسے معلوم ہے کہ جسم کے بکھرے ہوئے اجزاء کہاں ہیں اور کس کس روپ میں ہیں لہٰذا جب وہ چاہے انہیں جمع کرنے پر قادر ہے۔ تم سب کو لوٹ کر اسی کے پاس جانا ہے۔ وہی تم کو تمہارے عملوں کا پورا پورا بدلہ عطا فرمائے گا۔ (مختصر ابن کثیر: 801/1)

(2) یعنی وہ زندگی اور موت میں تصرف کرتا ہے اور وہ ہر قسم کی تدبیر کرتا ہے اور تدبیر کائنات میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ (تفسیر سعدی: 1146/2)

(3) ﴿وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے'' اور قیامت کے دن جب تم اس کے سامنے حاضر ہو گے وہ تمہیں تمہارے اچھے اور برے اعمال کا بدلہ دے گا۔

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى

''اے لوگو! بلاشبہ تمہارے رب کی جانب سے تمہارے پاس عظیم نصیحت آ گئی ہے اور شفا ہے اس کے لیے جو دلوں میں ہے

وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾

اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے'' (57)

سوال 1: قرآن مجید نصیحت، شفا، ہدایت اور رحمت ہے، اس کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ... لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ﴾ ''اے لوگو!'' اللہ رب العزت نے ساری انسانیت کو مخاطب کر کے قرآن مجید کی وہ صفات بیان کی ہیں جو بندوں کی ضرورت ہیں۔ ان اوصاف کو بیان کر کے قرآن کریم کی طرف متوجہ ہونے کی ترغیب دلائی ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے قبل توحید، نبوت، بعث اور جزا کے دلائل دینے کے بعد عرب و عجم کو ندا دی ہے۔ (ایسر التفاسیر: 610)

(3) ﴿قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ ''بلاشبہ تمہارے رب کی جانب سے تمہارے پاس عظیم نصیحت آ گئی ہے'' یعنی تمہارے رب نے تمہیں نصیحت کی ہے اور تمہیں ان اعمال سے بچانے کے لیے ڈرایا ہے جو اس کی ناراضگی کا باعث بننے والے ہیں اور اس کے عذاب کا باعث بنتے ہیں۔ اس نے اعمال کی خرابیوں اور ان کے اثرات اور نتائج سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آگاہ کر کے تمہیں بچایا ہے۔

(4)﴿وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ﴾ ''اور شفا ہے اس کے لیے جو دلوں میں ہے۔''

(i) کتاب دل کی بیماریوں کو دور کرتی ہے۔

(ii) کتاب ذہن کے شکوک کو دور کرتی ہے۔

(iii) کتاب دل ودماغ کے غلط تصورات کو نکالتی ہے۔

(iv) کتاب یقین کی دولت سے دلوں کو بھرتی ہے۔

(5) عبداللہ سے روایت ہے کہ قرآن میں دو شفاؤں کا ذکر ہے۔ایک قرآن اور دوسرے شہد۔قرآن اس کے لیے شفا ہے جو سینوں میں ہے اور شہد ہر بیماری کا علاج ہے۔(تفسیر ابن ابی حاتم:1957/6)

(6) اور وہ یہی قرآن ہے جو امراض قلب، مثلاً امراض شہوات، جو شریعت کی اطاعت سے روکتے ہیں اور امراض شبہات، جو علم یقینی میں قادح ہیں۔۔۔کے لیے شفا ہے۔اس کتاب کریم کے اندر مواعظ، ترغیب وترہیب اور وعدہ ووعید کے جو مضامین ہیں وہ بندے کے لیے رغبت ورہبت کے موجب ہیں۔جب آپ اس کتاب کریم میں بھلائی کی طرف رغبت، برائی سے ڈر اور قرآن کے معانی میں بتکرار ایسا اسلوب پاتے ہیں، تو یہ چیز اللہ تعالیٰ کی مراد کو نفس کی مراد پر مقدم رکھنے کی موجب بنتی ہے اور بندہ مومن کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی رضا شہوت نفس سے زیادہ محبوب بن جاتی ہے۔اسی طرح اس کے اندر جو دلائل وبراہین ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے مختلف طریقوں سے ذکر کیا ہے اور انہیں بہترین اسلوب میں بیان کیا ہے جو ایسے شبہات کو زائل کر دیتا ہے جو حق میں قادح ہیں اور اس کے ذریعے سے قلب یقین کے بلند ترین مراتب پر پہنچ جاتا ہے اور جب قلب اپنی بیماری سے صحت یاب ہو جاتا ہے اور وہ لباس عافیت کو زیب تن کر لیتا ہے، تو جوارح اس کی پیروی کرتے ہیں اس لئے کہ جوارح، دل کی درستی سے درست رہتے ہیں اگر دل فاسد ہو جاتا ہے تو جوارح بھی خرابی کا شکار ہو جاتے ہیں۔(تفسیر سعدی:1147/2)

(7)﴿وَهُدًى﴾ ''اور ہدایت'' یعنی حق اور خیر کے راستے کو باطل اور شر کے راستے سے واضح کرنا۔(ایسر التفاسیر:610)

(8)﴿وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے'' پس ہدایت حق کے علم اور اس پر عمل کرنے کا نام ہے۔اور ''رحمت'' سے مراد وہ بھلائی، احسان اور دنیاوی واخروی ثواب ہے جو ہدایت یافتہ انسان کو حاصل ہوتا ہے۔تب معلوم ہوا کہ ہدایت جلیل ترین وسیلہ اور رحمت کامل ترین مقصود ومطلوب ہے۔اس کی طرف صرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہل ایمان ہی کو راہ نمائی عطا ہوتی ہے اور اہل ایمان ہی رحمت سے نوازے جاتے ہیں۔ جب بندہ مومن کو ہدایت حاصل ہوتی ہے اور اسے ہدایت سے جنم لینے والی رحمت سے نواز دیا جاتا ہے تو وہ سعادت، فلاح، نفع، کامیابی، فرحت اور سرور کے حصول میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1147,1148)

(9) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اسی کتاب کے ذریعہ لوگوں کو بلند کرتا ہے اور اسی کتاب کے ذریعہ لوگوں کو پست و ذلیل کرتا ہے۔'' (مسلم: 1897)

(10) سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہدایت ہے اور روشنی ہے جس نے اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھا وہ ہدایت پر قائم ہو گیا اور جس نے غفلت برتی وہ گمراہ ہو گیا'' اور سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ کی کتاب جو اللہ تعالیٰ کی رسی ہے جو اس کی پیروی کرے گا ہدایت پر ہو گا اور جو اسے چھوڑے گا گمراہ ہو جائے گا۔'' (مسلم: 6228)

(11) قرآن مجید دلوں کے شکوک و شبہات کو دور کر کے انہیں اطمینان دیتا ہے۔ قرآن مجید ہدایت اور رحمت کا ذریعہ ہے مگر یہ انہیں کو نصیب ہوتی ہے جن کا اس قرآن پر اور اس کے احکامات پر یقین ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا﴾ ''اور ہم اس قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور جو ظالموں کو خسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا۔'' (بنی اسرائیل: 82)

(12) ﴿وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ﴾ ''اور اگر ہم اس کو عجمی قرآن بناتے تو وہ کہتے کہ کیوں نہ اس کی آیات کھول کر بیان کی گئیں؟ کیا عجمی (کلام) اور عربی (رسول)؟ آپ کہہ دیں کہ جو لوگ ایمان لاتے ہیں یہ (قرآن) ان کے لئے ہدایت اور شفا ہے، اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے یہ اُن کے کانوں میں بوجھ ہے اور وہ اُن کے حق میں اندھاپن ہے، یہی لوگ ہیں جنہیں دُور کی جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔'' (فصلت: 44)

سوال 2: قرآن مجید موعظہ ''نصیحت'' ہے، وضاحت کریں؟

جواب: (1) قرآن مجید دلوں کو زندہ کرنے والی کتاب ہے۔ اس میں واقعات ہیں، گزشتہ قوموں کے حالات ہیں جو ہر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دور کے لوگوں کے لیے نصیحت بنتے ہیں۔

(2) قرآن مجید سلامتی کا راستہ دکھاتا ہے۔ گزشتہ اقوام میں سے جو لوگ سلامتی کے راستے پر چلے، ان انعام یافتہ لوگوں کی کامیابیوں اور اجر عظیم کے تذکرے کو بعد میں آنے والوں کے لیے سلامتی کے راستے پر چلنے کے لیے، ان واقعات کو نصیحت کا سبب بناتا ہے۔ اس اعتبار سے قرآن مجید موعظہ ہے۔

(3) قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے غضب اور گمراہی سے بچانے والی راہ نما کتاب ہے۔ اس میں مغضوب اور گمراہ لوگوں کے واقعات ہیں۔ ان کے انجام کے تذکرے سے یہ بعد میں آنے والوں کے لیے نصیحت ہے۔

سوال 3: قرآن مجید انسان کے لیے کب نصیحت بنتا ہے؟

جواب: (1) قرآن مجید انسان کے لیے تب نصیحت بنتا ہے جب وہ اس کو اپنے لیے نصیحت بنانے کا ارادہ کر لے۔

(2) جب انسان کی فکر درست ہو تو قرآن مجید نصیحت بنتا ہے۔

سوال 4: قرآن مجید کس کے لیے نصیحت نہیں بنتا؟

جواب: جو انسان اپنے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو بگاڑ لیتا ہے قرآن مجید اس کے لیے نصیحت نہیں بنتا۔

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾

''آپ کہہ دیں یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے، سو اسی کے ساتھ تو لازم ہے کہ وہ خوش ہوں، وہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جسے لوگ جمع کرتے ہیں'' (58)

سوال 1: ﴿قُلْ ... يَجْمَعُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) قرآن مجید کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ﴾ ''آپ کہہ دیں یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے اور اس کی رحمت سے ہے'' فضل سے مراد قرآن ہے جو سب سے بڑی نعمت، احسان اور اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا فضل ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نوازا ہے۔ ﴿وَبِرَحْمَتِهٖ﴾ یعنی دین، ایمان، اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس کی محبت اور اس کی معرفت۔ (تفسیر سعدی: 1148/2)

(2) یعنی جو انہیں ایمان اور عمل صالح کی ہدایت ملی اور شرک اور نافرمانیوں سے اجتناب کی توفیق ملی وہ اللہ تعالیٰ کے فضل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اس کی رحمت سے ہے۔(ایسر التفاسیر:610)

(3) صاحب مدارک التنزیل لکھتے ہیں کہ فضل اور رحمت سے کتاب اللہ اور دین اسلام مراد ہیں۔(انوار البیان:2/707)

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے کہ اس نے تمہیں اہل القرآن میں سے بنایا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم:6/1959)

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ کا فضل اسلام ہے اور اس کی رحمت قرآن ہے۔(ابن ابی حاتم:6/1959)

(6) ﴿فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا﴾ ''سو اسی کے ساتھ تو لازم ہے کہ وہ خوش ہوں'' یعنی علم اور تقویٰ کے بعد ایمان اور عمل صالح پر خوش ہوں اور خوشیاں منائیں۔(ایسر التفاسیر:610)

(7) اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور رحمت پر خوش ہونے کا صرف اس لئے حکم دیا ہے کہ یہ نفس کے انبساط، نشاط، اللہ تعالیٰ کے لیے اس کے شکر، اس کی قوت، علم و ایمان میں شدید رغبت کا موجب اور علم و ایمان میں ازدیاد کا داعی ہے۔ یہ فرحت اور خوشی محمود ہے۔ اس کے برعکس دنیا کی شہوات ولذات اور باطل پر خوش ہونا مذموم ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قارون کے بارے میں اس کی قوم کا قول نقل فرمایا ہے: ﴿لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ﴾ ''اترا و مت! یقیناً اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' (القصص:76) اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا جو اپنے اس باطل پر اتراتے تھے جو انبیاء و رسل کی لائی ہوئی وحی کے متناقض تھا۔ ﴿فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''پھر جب ان کے رسول ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے تو وہ اس پر پھول گئے جو کچھ علم میں سے ان کے پاس تھا اور انہیں اُس چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اُڑاتے تھے۔'' (مومن:83) (تفسیر سعدی:2/1148)

(8) ﴿هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ ''وہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جسے لوگ جمع کرتے ہیں'' یعنی یہ قرآن مجید اس فانی دنیا اور اس کے برے اثرات سے جن کی انسان طاقت نہیں رکھتا ان سب سے بہتر ہے۔(ایسر التفاسیر:610,611)

(9) عقبہ بن ولید صفوان بن عمرو سے روایت کرتے ہیں۔ میں نے ابن عبداللہ الکلاعی کو یہ کہتے سنا جب عراق کا خراج سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے آزاد کردہ غلام نکلے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اونٹ گننا شروع کر دیے جب وہ گنے تو وہ زیادہ تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الحمدللہ۔ ان کے مولیٰ نے کہا: اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے جھوٹ بولا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت وہ نہیں ہے جو تم کہتے ہو وہ تو ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ﴾ ۔۔۔ ہے۔ ابن ابی حاتم اور طبرانی میں ہے کہ جب عراق فتح ہو گیا اور وہاں سے خراج دربار فاروق میں پہنچا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو آپ نے اونٹوں کی گنتی کرانا چاہی لیکن وہ بے شمار تھے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کے اسی آیت کی تلاوت کی۔ (ابن کثیر: 58/2)

(10) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اسی کتاب کے ذریعہ لوگوں کو بلند کرتا ہے اور اسی کتاب کے ذریعہ لوگوں کو پست و ذلیل کرتا ہے۔'' (مسلم: 1897)

سوال 2: قرآن مجید کے نزول پر انسان کو کیوں خوشیاں منانی چاہیں؟

جواب: (1) قرآن مجید کا نزول اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہے اس پر انسان کو خوشیاں منانی چاہئیں۔

(2) قرآن مجید انسان کو دنیا کی آلودگیوں اور زوال پذیر چیزوں کی محبت سے نکالتا ہے اس پر خوشیاں منانی چاہئیں۔

(3) قرآن مجید انسان کو دنیا کی پرستش اور غلامی سے آزاد کرواتا ہے اس پر خوشیاں منانی چاہئیں۔

(4) قرآن مجید انسان کا ذہنی افق وسیع کر دیتا ہے اس پر خوشیاں منانی چاہئیں۔

(5) قرآن مجید انسانی معاشرے کو اعلیٰ اقدار دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت ہے جو دلوں کی بیماریوں کے لیے شفا ہے۔

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ۭ قُلْ

''آپ کہہ دیں کہ تمہارا کیا خیال ہے جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اتارا ہے تم نے اس میں سے خود ہی کچھ حرام اور کچھ

آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ﴾

حلال بنا لیا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اس کی اجازت دی ہے؟ یا تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہو؟'' (59)

سوال: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو کسی چیز کو حلال و حرام قرار دینے کا کوئی حق نہیں، اس کی وضاحت ﴿قُلْ ... تَفْتَرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں ان مشرکوں کی مذمت کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی حلال چیزوں کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرا لیتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو کسی چیز کو حلال و حرام قرار دینے کا کوئی حق نہیں۔

(2) ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ تمہارا کیا خیال ہے جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اتارا ہے'' یعنی جانوروں، نباتات، کھانوں اور کھیتوں کی مختلف قسموں کو جنہیں اللہ تعالیٰ نے رزق اور رحمت بنایا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)رزق سے عموماً کھانے پینے کی چیزیں ہی مراد لیا جاتا ہے۔حالانکہ یہ لفظ وسیع مفہوم تک استعمال ہوتا ہے مثلاً آپ ﷺ یہ دعا مانگتے تھے۔﴿اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ عِلْمًا نَافِعًا﴾''یا اللہ مجھے نفع دینے والا علم عطا فرما''اسی طرح ایک مشہور دعا ہے ﴿اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ﴾اس پہلی دعا میں رزق کا لفظ عطا کرنے یا عطیہ کے معنوں میں آتا ہے۔اور دوسری دعا میں توفیق عطا کرنے کے معنوں میں اور اصل یہ ہے کہ ہر چیز جو انسان کی جسمانی یا روحانی تربیت میں کوئی ضرورت پوری کرتی ہو وہ رزق ہے چنانچہ ﴿وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ یہاں بھی رزق سے مراد صرف مال و دولت نہیں جس سے صدقہ فرضی یا نفلی ادا کیا جائے بلکہ اگر اللہ تعالیٰ نے علم عطا کیا ہے تو وہ بھی رزق ہے اور اسے بھی خرچ کیا جائے یعنی دوسروں کو سکھایا جائے اور اگر صحت عطا کی ہے تو کمزوروں کی مدد کر کے صحت سے صدقہ ادا کیا جائے گا۔(تیسیر القرآن:2/309,308)

(4)﴿فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا﴾''تم نے اس میں سے خود ہی کچھ حرام اور کچھ حلال بنا لیا ہے''یعنی تم بغیر کسی دلیل کے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہراتے ہو۔محض اپنی خواہشات اور اپنی رائے سے حلال و حرام بدلتے ہو۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ ۖ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ۗ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اس میں سے جو اس نے پیدا کیا کھیتی اور مویشیوں میں سے ایک حصہ مقرر کیا ہے، پس انہوں نے اپنے خیال کے مطابق کہا، یہ اللہ تعالیٰ کا (حصہ) ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا (حصہ) ہے، چنانچہ جو ان کے شریکوں کے لیے ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کو نہیں پہنچتا اور جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تو وہ ان شریکوں کی طرف پہنچ جاتا ہے، برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں!''(الانعام:136)

(5)مسند احمد میں ہے سیدنا عوف بن مالک بن فضیلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت میری حالت یہ تھی کہ میلا کچیلا جسم، بال بکھرے ہوئے۔آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا''تمہارے پاس کچھ مال بھی ہے؟''میں نے کہا جی ہاں۔آپ ﷺ نے فرمایا:''کس قسم کا مال؟''میں نے کہا:اونٹ، غلام، گھوڑے، بکریاں وغیرہ۔ غرض ہر قسم کا مال ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:''جب اللہ تعالیٰ نے تجھے سب کچھ دے رکھا ہے تو اس کا اثر بھی تیرے جسم پر ظاہر ہونا چاہئے۔''پھر آپ ﷺ نے پوچھا:''تیرے ہاں اونٹنیاں بچے دیتی ہیں؟''میں نے کہا ہاں۔فرمایا:''وہ بالکل ٹھیک ٹھاک ہوتے ہیں۔پھر تو اپنے ہاتھ میں چھری لے کر کسی کا کان کاٹ کے اس کا نام بحیرہ رکھ لیتا ہے۔کسی کی کھال کاٹ کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حرام نام رکھ لیتا ہے۔ پھر اسے اپنے اوپر اور اپنے والوں پر حرام سمجھ لیتا ہے؟'' میں نے کہا: ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سن اللہ تعالیٰ نے تجھے جو دیا ہے، وہ حلال ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بازو تیرے بازو سے زیادہ قوی ہے اور اللہ تعالیٰ کی چھری تیری چھری سے زیادہ تیز ہے۔'' (ابن کثیر: 441/2)

(6)﴿قُلۡ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمۡ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اس کی اجازت دی ہے؟'' یعنی تم یہ جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے بحیرہ، سائبہ، وسیلہ، حام کا حکم نہیں دیا۔

(7)﴿اَمۡ عَلَى اللّٰهِ تَفۡتَرُوۡنَ﴾ ''یا تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہو؟'' یعنی غور کرو حلال و حرام کو اپنی رائے سے بدل کر تم اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کرتے ہو۔

﴿وَمَا ظَنُّ الَّذِيۡنَ يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى

''اور کیا خیال ہے ان لوگوں کا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں قیامت کے دن کے بارے میں؟ یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا

النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَشۡكُرُوۡنَ﴾

فضل فرمانے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے'' (60)

سوال 1: اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والوں کو قیامت کے دن سے ڈرایا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَا ... يَشۡكُرُوۡنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والوں سے قیامت کے دن کے بارے میں سوال کیا گیا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا ظَنُّ الَّذِيۡنَ يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ﴾ ''اور کیا خیال ہے ان لوگوں کا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں قیامت کے دن کے بارے میں؟'' یعنی جب قیامت کے دن وہ لوٹ کر رب العزت کے پاس جائیں گے تو ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيۡنَ كَذَبُوۡا عَلَى اللّٰهِ وُجُوۡهُهُمۡ مُّسۡوَدَّةٌ ؕ اَلَيۡسَ فِيۡ جَهَنَّمَ مَثۡوًى لِّلۡمُتَكَبِّرِيۡنَ﴾ ''اور قیامت کے دن آپ ان لوگوں کو دیکھیں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا کہ ان کے چہرے سیاہ ہوں گے، کیا جہنم میں تکبر کرنے والوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔'' (الزمر: 60)

(3)﴿اِنَّ اللّٰهَ لَذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى النَّاسِ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بڑے فضل وکرم والا ہے اس لیے دنیا میں مہلت دیتا ہے اور یہ بھی اس کا فضل ہے کہ اس نے مفید اشیاء کو حلال اور نقصان دہ چیزوں کو حرام کیا ہے۔

(4)﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے'' یا تو اس کی صورت یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتے یا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو ٹھکرا کر اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں اور اپنے آپ کو تنگی میں ڈالتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کی نافرمانی میں استعمال کرتے ہیں۔(5) اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف نہیں کرتے۔

(6) قلیل لوگ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور اس کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کی فرماں برداری کے کاموں میں استعمال کرتے ہیں۔

(7) اس آیت کریمہ سے استدلال کیا جاتا ہے کہ کھانے والی تمام اشیاء میں اصل حلت ہے جب تک کہ اس کی حرمت پر شرعی حکم وارد نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر نکیر فرمائی ہے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے اس رزق کو حرام قرار دے دیا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے نازل کیا۔ (تفسیر سعدی:2/1149)

(8) نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کا ہر موقع پر شکر ادا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی امت کا نام حمادون اسی لیے ہے کہ وہ بھی سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنے والے ہیں اور قیامت کے دن لواء الحمد یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد کا جھنڈا بھی نبی ﷺ کے ہاتھ میں ہوگا۔ یا اللہ ہمیں ان قلیل لوگوں میں شامل فرما لینا جو آپ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

سوال 2: انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر کا جذبہ کب ابھرتا ہے؟

جواب: انسان جب اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے رزق کو اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق استعمال کرے تو اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر ابھرتا ہے۔ شیطان کوشش کرتا ہے کہ رزق کو استعمال کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی یاد نہ آئے تاکہ انسان ناشکرا بن جائے۔

﴿وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا

''اور آپ کسی حال میں نہیں ہوتے اور نہ آپ اس کی طرف سے قرآن میں سے کچھ پڑھتے ہیں اور نہ کوئی عمل کرتے ہیں مگر ہم

عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۭ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي

تمہارے اوپر گواہ ہوتے ہیں جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو اور آپ کے رب سے نہ کوئی ذرہ برابر چیز زمین میں غائب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ﴾

ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں ہے۔'' (61)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کے علم میں کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَا تَكُونُ... مُبِينٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے عام مشاہدے کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کی امت کی ہر حالت سے آگاہ ہے۔ اس کے علم سے اس کائنات کی چھوٹی بڑی کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔

(2) ﴿وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ﴾ ''اور آپ کسی حال میں نہیں ہوتے'' یعنی آپ ﷺ جس حال میں بھی ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ہر وقت آپ ﷺ کے حالات سے خبردار رہتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر چیز کا اندراج روشن کتاب میں ہوتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ﴾ ''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا، اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔'' (الانعام:59)

(4) اللہ تعالیٰ کائنات کی ہر چیز کی ہر حرکت اور ہر حالت سے باخبر ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُبِينٍ﴾ ''زمین میں چلنے والا کوئی جاندار نہیں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ کو بھی جانتا ہے اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی، سب کچھ ایک واضح کتاب میں ہے۔'' (ہود:6)

(5) اس ضمن میں اللہ تعالیٰ انہیں دائمی مراقبے کی دعوت دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1150/2)

(6) ﴿وَمَا تَتْلُو مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ﴾ ''اور نہ آپ اس کی طرف سے قرآن میں سے کچھ پڑھتے ہیں'' یعنی آپ ﷺ کی طرف جو وحی کی گئی اس قرآن میں سے آپ جو کچھ تلاوت کرتے ہیں۔

(7) ﴿وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ﴾ ''اور نہ کوئی عمل کرتے ہیں'' یعنی کوئی بھی عمل خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔

(8) ﴿إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ﴾ ''مگر ہم تمہارے اوپر گواہ ہوتے ہیں جب تم اس میں مشغول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتے ہو" یعنی تمہارے کام شروع کرنے اور اس کام میں تمہارے استمرار کے وقت، لہٰذا اپنے تمام اعمال میں اللہ تعالیٰ کی نگہبانی کو مدنظر رکھو اور تمام اعمال کو خیر خواہی اور خوب کوشش سے بجالاؤ۔ جو امور اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں ان سے بچو، کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام باطنی اور ظاہری امور سے آگاہ ہے۔ (تفسیر سعدی: 1150/2)

(9) ﴿وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ﴾ "اور آپ کے رب سے نہ غائب ہوتی ہے" یعنی کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں۔ ہر چیز اس کے علم، اس کی سماعت، اس کی بصارت اور اس کے مشاہدے کے اندر ہے۔

(10) ﴿مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ "نہ کوئی ذرہ برابر چیز زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں ہے" یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی ذرہ برابر اور اس سے بڑی چھوٹی چیزوں کا بھی اپنے علم سے احاطہ کر رکھا ہے۔ اس نے ہر چیز کو قلم سے تحریر کروا رکھا ہے۔ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے باہر نہیں۔

(11) اس کا علم تمام اشیاء کا احاطہ کرنے والا ہے اور اس کی تقدیر تمام وقوع پذیر ہونے والے امور کا احاطہ کرنے والی ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ "کیا آپ نہیں جانتے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو آسمان اور زمین میں ہے؟ یقیناً یہ سب ایک کتاب میں ہے، یقیناً یہ اللہ تعالیٰ پر بہت ہی آسان ہے۔" (الحج: 70)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا احساس انسان پر کیسے اثرات مرتب کرتا ہے؟

جواب: (1) یہ احساس امید افزا بھی ہے اور خوف ناک بھی۔ امید افزا ایسے ہے کہ اللہ تعالیٰ چھوٹے ذرے کو بھی تنہا نہیں چھوڑتا اس کی تدبیر کرتا ہے تو انسان کو کیسے تنہا چھوڑ سکتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا احساس خوف ناک اس لحاظ سے ہے کہ انسان کے دل کے احساسات، زبان پر آنے والی بات، دوسروں سے معلومات کچھ بھی اللہ تعالیٰ سے چھپا نہیں۔ اس کی نگاہوں کا احساس انسان کو الرٹ رکھتا ہے۔

(3) انسان ڈرتے ڈرتے اللہ تعالیٰ سے امید باندھ لیتا ہے۔

سوال 3: ایک داعی پر اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا احساس کس طرح سے اثر کرتا ہے؟

جواب: (1) داعی یہ محسوس کرتا ہے کہ نہ تلاوت کرنا اس سے چھپ سکتا ہے، نہ دعوت دینا، نہ عمل کرنا، ہر عمل اس کے سامنے حاضر ہے یہ احساس داعی کی دعوت کو مؤثر بنا دیتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) انسان کا شعور اس کائنات کے ذروں کے بارے میں محسوس کرتا ہے کہ ہر چھوٹی بڑی چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، ہر چیز کی نگہبانی ہو رہی ہے یہ سوچتے ہی اس کے دل پر خوف بھی چھا جاتا ہے لیکن وہ یہ بھی محسوس کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پناہ دینے والا نہیں پھر امید کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پناہ کے لیے دعائیں کرتا ہے اس کے شعور میں انس بھی ہے، اطمینان بھی یہ اللہ تعالیٰ اور دعوت الی اللہ دینے والے کا تعلق ہے۔

﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾

''سن لو! بلا شبہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر نہ خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے'' (62)

سوال: اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو جو بشارت دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اَلَآ ... يَحْزَنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پسندیدہ افراد، ان کی صفات اور اعمال اور ان کے ثواب کا تذکرہ فرمایا ہے۔ انہیں بشارت دی گئی ہے: ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ﴾ ''سن لو! بلا شبہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر نہ خوف ہے'' یعنی حشر کے میدان میں جو خوفناک حالات ہوں گے وہاں اولیاء اللہ کو کوئی خوف نہیں ہوگا۔

(2) اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو خوف لاحق نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہیں، ان کے لیے دنیا و آخرت میں خوش خبریاں ہیں، ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں، ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی حمایت ہے اس لیے ان کو خوف کیسے لاحق ہوسکتا ہے۔

(3) ﴿وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ ''اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے'' اولیاء اللہ کو اپنے گزشتہ اعمال پر کوئی غم نہیں ہوگا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾ ''انہیں بڑی گھبراہٹ غمگین نہ کرے گی اور فرشتے ان کے استقبال کو آئیں گے یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔'' (الانبیاء:103)

(4) ولی کے لغوی معنی قریبی ہیں اور اولیاء اللہ سے مراد خالص مومن ہیں گویا کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے اپنی اطاعت اور نافرمانی سے اجتناب کی وجہ سے قریب ہیں۔ (فتح القدیر:571/2)

(5) سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور بہت سے سلف صالحین فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ وہ ہیں جن کا چہرہ دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آجائے۔ (سنن نسائی الکبریٰ:11171)

(6) علماء نے لکھا ہے کہ ولایت کی ایک نشانی یہ ہے کہ ولی مستجاب الدعوات ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرتا ہے۔ (تیسیر الرحمن:619/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7) ابن جریر میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے بھی ہیں جن پر انبیا اور شہداء بھی رشک کریں گے۔'' لوگوں نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ وہ کون ہیں؟ ہمیں بتایئے تاکہ ہم بھی ان سے الفت ومحبت رکھیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ لوگ ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کے دین کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں، مالی فائدے کی وجہ سے نہ رشتہ داری اور نسب کی بناء پر۔ صرف اللہ تعالیٰ کے دین کی وجہ سے۔ ان کے چہرے نورانی ہوں گے، سب کو ڈر خوف ہوگا لیکن یہ بالکل بے خوف اور محض نڈر رہوں گے، جب لوگ غمزدہ ہوں گے یہ بے غم ہوں گے پھر آپ ﷺ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔'' (ابن کثیر: 444/2)

(8) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے بندوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو نبی ہوں گے نہ شہید، مگر قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے ہاں (بلند) مراتب ومنازل کی وجہ سے انبیاء وشہداء بھی ان پر رشک کریں گے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمیں بتائیں، وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہوں گے جو آپس میں اللہ تعالیٰ کی کتاب (یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت) کی بنا پر محبت کرتے تھے۔ حالانکہ ان کا آپس میں کوئی رشتہ ناتا یا مالی لین دین نہ تھا۔ اللہ کی قسم! ان کے چہرے پر نور ہوں گے اور وہ لوگ نور پر ہوں گے جب لوگ خوف زدہ ہو رہے ہوں گے، تو انہیں کوئی خوف نہ ہوگا۔ جب لوگ غمگین وپریشان ہو رہے ہوں گے، تو انہیں کوئی غم اور پریشانی نہ ہوگی۔'' آپ ﷺ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ ''آگاہ رہو! اللہ تعالیٰ کے ولیوں کو کوئی خوف ہوگا، نہ وہ غم کھائیں گے۔'' (سنن ابی داود: 3527) (مسند ابی یعلیٰ: 6110) (سنن نسائی الکبریٰ: 11236)

(9) صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ارشاد خداوندی ہے جس نے میرے کسی ولی سے عداوت کی میرا اس سے اعلان جنگ ہے۔ اور بندہ میرا سب سے زیادہ قرب فرائض کی ادائیگی کے ذریعے حاصل کرتا ہے نیز بندہ نفلی عبادات کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں بھی اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو پھر اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے (یعنی میری توفیق سے اس کے اعضاء وجوارح میری مرضی کے مطابق کام کرنے لگ جاتے ہیں)'' (انوار البیان: 711/2)

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾

''جو لوگ ایمان لائے اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے'' (63)

سوال: اللہ تعالیٰ کے اولیاء کی کیا پہچان ہے، اس کی وضاحت ﴿اَلَّذِيْنَ ... يَتَّقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کے اولیاء کی پہچان ایمان اور تقویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کا تعارف کرواتے ہوئے فرمایا:

(2) ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''جو لوگ ایمان لائے'' یعنی جو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، یوم آخرت اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لائے۔

(3) ﴿وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے'' یعنی جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی فرماں برداری کی اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے اجتناب کیا اور اپنے ایمان کے دعوے کو سچ ثابت کیا۔

(4) اولیاء اللہ کے لیے ایمان اور تقویٰ کی شرط ہے۔ تقویٰ والا مومن ہی اللہ تعالیٰ کا ولی ہو سکتا ہے اور بے ایمان وغیر پارسا ولی نہیں ہو سکتا اگرچہ ولایت کا دعویٰ کرتا ہو۔ (مختصر ابن کثیر: 803/1)

(5) نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ﴾ ''کہ تو اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچ، ایسا کرنے سے تو دوسروں سے بڑھ کر عبادت گزار ہو گا۔'' (مشکوٰۃ المصابیح: 440)

(6) تقویٰ دراصل سنت کی اتباع کے ساتھ آتا ہے اور اتباع کرنے والا ہی اللہ تعالیٰ کا ولی ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین حضرات نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں کی طرف آپ ﷺ کی عبادت کے متعلق پوچھنے آئے۔ جب انہیں رسول اللہ ﷺ کا عمل بتایا گیا تو جیسے انہوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ ہمارا نبی ﷺ سے کیا مقابلہ! آپ ﷺ کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف کر دی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ آج سے میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا اور کبھی ناغہ نہیں ہونے دوں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے جدائی اختیار کر لوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ پھر نبی ﷺ تشریف لائے اور ان سے پوچھا: ''کیا تم نے ہی یہی باتیں کہی ہیں؟ سن لو اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اللہ رب العالمین سے تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں، میں تم سب سے زیادہ پرہیز گار ہوں لیکن میں اگر روزے رکھتا ہوں تو افطار بھی کرتا ہوں، رات میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں۔ جس نے میرے طریقے سے بے رغبتی کی وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔'' (بخاری: 5063)

﴿لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ

''ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوش خبری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں، یہی بہت بڑی

الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾

کامیابی ہے'' (64)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: اولیاء اللہ کے لیے دنیا اور آخرت میں خوش خبری ہے، ان کی وضاحت ﴿لَهُمُ الْبُشْرٰى...الْعَظِيْمُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اولیاء اللہ کے لیے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں خوش خبری ہے، رب العزت نے اس کی خبر دیتے ہوئے فرمایا: (2) ﴿لَهُمُ الْبُشْرٰى﴾ ''ان کے لیے خوشخبری ہے'' ان کے لیے قرآن کریم میں جنت کی بشارت ہے اور موت کے وقت اور سچے خوابوں سے جو وہ دیکھتا ہے یا آپ ان کے لیے خواب دیکھو۔ (ایسر التفاسیر: 612)

(3) ﴿فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''دنیا کی زندگی میں بھی'' دنیا میں بشارت سے مراد اچھا تذکرہ، ایمان والوں کے دلوں میں محبت، سچے خواب، اعمال صالح اور اخلاق کے راستوں کا آسان ہونا اور بندے کو اخلاقی خرابیوں سے پاک کرنا۔

(4) اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے لیے دنیا میں خوش خبریاں یہ ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں، اس کی نگاہوں میں ہیں، اس کی نگرانی میں ہیں۔ وہ جہاں بھی ہوں اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے، اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے ساتھ ہے اور آخری فتح حق کو حاصل ہونے والی ہے۔

(5) ﴿وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ ''اور آخرت میں بھی'' آخرت کی بشارتوں میں سے پہلی بشارت موت کے وقت دی جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے پھر وہ ثابت قدم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کی بشارت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔'' (حم السجدۃ: 30) دوسری قبر میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور ہمیشہ رہنے والی جنتوں کی نعمتوں کی اور تیسری قیامت کے دن عذاب سے نجات اور جنت میں داخلے کی بشارت۔

(6) اس بشارت سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے یہ آیت پڑھ کر رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اس بشارت سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے مجھ سے ایسی بات کا سوال کیا ہے جو اس سے پہلے مجھ سے کسی نے بھی دریافت نہیں کی۔'' پھر فرمایا: ''اس سے اچھی خوابیں مراد ہیں جنہیں آدمی خود دیکھ لے یا اس کے لیے دیکھ لی جائے۔'' (مسند احمد: 315/5) (تفسیر انوار البیان: 713/2)

(7) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ارشاد فرمائیے ایک شخص کوئی خیر کا کام کرتا ہے اور لوگ اس پر اس کی تعریف کرتے ہیں (اس کی وجہ سے اس کا ثواب ختم تو نہیں ہو جاتا جب کہ اس نے وہ عمل اللہ تعالیٰ کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تو مومن کے لیے ایک بشارت ہے جو اسی دنیا میں اسے مل گئی۔'' (مسلم:2/332)

(8) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے جو ایک طویل حدیث اور مابعد الموت کے احوال کے بارے میں مروی ہے اس میں موت کے وقت اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی بشارت کا ذکر ہے نیز قبر میں بشارت دیے جانے کا ذکر بھی ہے۔ (مشکوۃ المصابیح:142) (تفسیر انوار البیان:2/713)

(9) ﴿لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں'' اللہ کی باتوں یعنی اللہ کے وعدوں میں کوئی تبدیلی نہیں۔ جو وعدے فرمائے ہیں وہ سب پورے ہوں گے، جو بشارتیں دی ہیں وہ سچی ہیں ان کے مطابق انعام دیا جائے گا۔ (انوار البیان:713)

(10) اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ کیا ہے وہ حق ہے جس میں تغیر و تبدل ممکن نہیں، کیونکہ وہ اپنے قول میں سچا ہے اور اس کی مقرر کی ہوئی قضا و قدر میں کوئی شخص اس کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ (تفسیر سعدی:2/1152) (11) اسی میں مومنوں کو جنت کی بشارت بھی شامل ہے۔

(12) ﴿مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ ''نہ میرے پاس بات بدلی جاتی ہے اور میں اپنے بندوں پر ہرگز ظلم ڈھانے والا نہیں ہوں۔'' (ق:29)

(13) ﴿ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''یہی بہت بڑی کامیابی ہے'' کیونکہ یہ تمام محذورات سے نجات اور ہر محبوب چیز کے حصول میں ظفر یابی پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ''فوز'' کو حصر کے ساتھ بیان کیا ہے، کیونکہ فوز و فلاح اہل ایمان اور اہل تقویٰ کے سوا کسی کے لیے نہیں۔ اس کا ماحصل یہ ہے کہ بشارت ہر خیر و ثواب کو شامل ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں ایمان اور تقویٰ پر مرتب فرمایا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1152)

(14) الفوز دوزخ سے نجات اور جنت میں داخلہ ہے۔ (ایسر التفاسیر:612)

سوال 2: حق کی دعوت دینے والا کس ماحول میں اللہ تعالیٰ کی خوش خبریوں پر، آخرت کی کامیابی پر یقین کرتا ہے؟

جواب: (1) دعوت دینے والا مخالف ماحول میں اپنے آپ کو پوری طرح سے دعوتی عمل میں شامل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر اسے یقین آتا ہے۔

(2) حق کی دعوت دینے والا جب حق کے دلائل دیتا ہے اس کے اپنے عزیز تک اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ معاشرے میں اس کے خلاف پروپیگنڈا ہوتا ہے مخالفانہ کارروائیاں ہوتی ہیں۔ جب مخالفین خود کو کامیاب سمجھتے ہیں تو مخالفین کے بے دلیل ہو جانے سے داعی کو اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا یقین آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہے اور دنیا میں امتحان ہے جلد ہی یہ صورت حال بدل جائے گی اور آخرت میں بے فکری سے زندگی گزارنے کا موقع ملے گا نہ وہاں غم ہوگا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ پچھتاوے اور حسرتیں۔ سچی عزت ہوگی، پاکیزہ زندگی اور رب کی رضا جو سب سے بڑی کامیابی ہے۔

﴿وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۭ﴾

''اور ان کی بات آپ کو غم زدہ نہ کرے، یقیناً ساری کی ساری عزت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔

﴿هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾

وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے''(65)

سوال 1: ساری عزت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَا ... الْعَلِيْمُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ﴾ ''اور ان کی بات آپ کو غم زدہ نہ کرے'' رب العزت نے اپنے پیغمبر کو تسلی دی ہے کہ جھٹلانے والوں کی باتیں آپ کو غم زدہ نہ کریں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں اور اسی پر بھروسہ رکھیں کیونکہ ساری عزت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔

(2) افترا پردازی کرنے والے مشرکوں کی باتیں آپ کو غمگین نہ کریں کہ ﴿لَسْتَ مُرْسَلًا﴾ آپ ﷺ رسول نہیں ہو اور آپ ﷺ شاعر ہو، ان کی باتیں ان کے برے انجام اور ان کی شکست کے لیے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:613)

(3)﴿اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا﴾ ''یقیناً ساری کی ساری عزت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے'' آپ ﷺ کا رب قادر، قوت والا عنقریب انہیں شکست دے گا اور ان کے خلاف آپ ﷺ کی مدد کرے گا۔ اس لیے اب اس پر صبر کرو جو وہ کہتے ہیں اور نہ افسوس کرو نہ غم۔ (ایسر التفاسیر:613)

(4) جھٹلانے والوں کی باتیں آپ ﷺ کی عزت کم اور ان کی زیادہ نہیں کر سکتیں۔ عزت تو ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جیسا کہ فرمایا:﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا﴾ ''جو عزت کا ارادہ رکھتا ہو تو عزت ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔'' (فاطر:10) (5) اللہ تعالیٰ جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کرتا ہے۔

(6) جسے عزت چاہیے اسے جان لینا چاہیے کہ عزت تو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور ایمان والوں کے لیے ہے جیسا کہ فرمایا:﴿يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۭ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ لوٹ گئے تو زیادہ عزت والا زیادہ ذلیل کو لازماً نکال دے گا، حالانکہ عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اور اُس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے ہے لیکن منافق جانتے نہیں ہیں۔'' (المنافقون:8)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7) جو عزت کا طلب گار ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کے ذریعے عزت حاصل کرے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ﴾ ''اُسی کی طرف پاکیزہ بات چڑھتی ہے اور نیک عمل اس کو بلند کرتا ہے۔'' (فاطر:10)

(8) ﴿هُوَ السَّمِيْعُ﴾ ''وہ سب کچھ سننے والا ہے'' وہ اپنے بندوں کے تمام اقوال اور ان کی آوازوں کو سنتا ہے۔

(9) ﴿الْعَلِيْمُ﴾ ''سب کچھ جاننے والا ہے'' وہ اپنے بندوں کے اعمال اور احوال کو جانتا ہے۔ اس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں۔ (ایسر التفاسیر:613)

(10) یعنی اس کی سماعت نے تمام آوازوں کا احاطہ کر رکھا ہے اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے اور اس کا علم تمام ظاہری اور باطنی چیزوں پر محیط ہے۔ آسمانوں اور زمین میں، کوئی چھوٹی یا بڑی ذرہ بھر بھی چیز اس سے اوجھل نہیں۔ وہ آپ کی بات سنتا ہے اور آپ کے بارے میں آپ کے دشمنوں کی باتیں بھی سنتا ہے اور پوری تفصیل کا علم رکھتا ہے۔ پس آپ اللہ تعالیٰ کے علم اور کفایت کو کافی سمجھئے۔ اس لئے کہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1152،1153)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کو لوگوں کی باتوں سے کیوں غمزدہ نہیں ہونا چاہیے؟

جواب: (1) اس دنیا میں داعی اکیلا نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا جو علیم بھی ہے سمیع بھی۔ اللہ تعالیٰ حق کے دشمنوں کی باتیں، سازشیں سنتا ہے ان سے باخبر ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو بچانے کی تدابیر کرتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کو لوگوں کی باتوں سے غمزدہ نہیں ہونا چاہیے۔

﴿اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ

''سن لو! جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے یقیناً اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَاۗءَ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾

وہ کسی قسم کے شریکوں کی پیروی نہیں کر رہے، وہ گمان کے سوا کسی کی پیروی نہیں کرتے اور وہ محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں'' (66)

سوال 1: اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور بت بالکل بے بس ہیں، اس کی وضاحت ﴿اَلَآ ... يَخْرُصُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ﴾ ''سن لو! جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے یقیناً اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' رب العزت نے فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ وہی ساری کائنات کا خالق ہے، ہر چیز اس کی ملکیت میں ہے۔ وہ جیسے چاہتا ہے اس میں تصرف کرتا ہے۔ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غلام ہے،اس کی تقدیر اور تدبیر کے تحت ہے۔کوئی مخلوق اس کی شریک نہیں ہوسکتی۔اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کسی کا حق نہیں۔

(2)﴿وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ﴾''اور جولوگ اللہ تعالیٰ کے سوادوسروں کو پکارتے ہیں وہ کسی قسم کے شریکوں کی پیروی نہیں کررہے''اللہ تعالیٰ کے سوالوگ جن بتوں کو پکارتے ہیں،ان کی پرستش کرتے ہیں وہ بالکل بے بس ہیں۔اپنے ذاتی نفع اور نقصان پر بھی اختیار نہیں رکھتے۔

(3)شرکاء سے مراد جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک سمجھتے ہیں کہ وہ انہیں نفع پہنچاتے ہیں اور نقصان دے سکتے ہیں۔(ایسرالتفاسیر:613)

(4)﴿اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ﴾''وہ گمان کے سوا کسی کی پیروی نہیں کرتے''یعنی وہ گمان جو حق کے مقابلے میں کام نہیں آتا یہ سب اس کی پیروی کرنے والے ہیں۔(5)ظن کمزور شک کو کہتے ہیں۔

(6)﴿وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾''اور وہ محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں''یعنی وہ بتوں کی عبادت میں افترا پردازی کرتے ہیں۔اگر سچے ہیں تو ایسے اوصاف سامنے لائیں جس کی وجہ سے ان کے عبادت کے حق کو ثابت کیا جاسکتا ہے۔وہ ایسے اوصاف سامنے نہیں لاسکتے کیونکہ بت نہ تخلیق کرسکتے ہیں،نہ رزق دے سکتے ہیں،نہ مخلوقات میں کسی چیز کے مالک ہوسکتے ہیں۔

سوال2:اس دنیا میں انسان کے لیے کون سا سوال پریشان کن رہا ہے؟

جواب:اس دنیا میں انسان کے لیے یہ سوال پریشان کن رہا ہے کہ زمین وآسمان کے پیچھے کون ہے جو اس کو سنبھالے ہوئے ہے،جو خالق ہے،مالک ہے،رازق ہے،مدبر ہے،وارث ہے۔

سوال3:زمین وآسمان کی اصل سچائی تک کیسے پہنچا جاسکتا ہے؟

جواب:(1)زمین وآسمان کی اصل سچائی تک محض قیاس اور گمان کی بنیاد پر نہیں پہنچا جاسکتا جب کہ عام طور پر انسان گمان کے پیچھے بھاگتا ہے۔

(2)زمین وآسمان کی اصل سچائی تک حقیقی علم یعنی وحی کے ذریعے پہنچا جاسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے ہمارے لیے محفوظ کردی ہے اس دنیا میں پیغمبر کا دیا ہوا علم ایسا ہے جس پر واقعی بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔

سوال4:وحی کے ذریعے سے جو علم پیغمبروں تک پہنچا اس سے اس کائنات کی سب سے بڑی سچائی کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب:وحی کے ذریعے سے جو علم پیغمبروں تک پہنچا اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کا خالق ہے۔اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہی مالک ہے۔اللہ تعالیٰ ہی رازق ہے۔اللہ تعالیٰ ہی اس کے انتظامات کرتا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

''وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تا کہ تم اس میں سکون حاصل کرو اور دن کو روشن بنایا، اس میں یقیناً ان لوگوں کے

لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ﴾

لیے واقعتاً نشانیاں ہیں جو سنتے ہوں'' (67)

سوال: دن اور رات اللہ تعالیٰ کی توحید کی نشانیاں ہیں، اس کی وضاحت ﴿هُوَ الَّذِيْ۔۔۔يَّسْمَعُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) دن اور رات بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کی نشانیاں ہیں۔اللہ تعالیٰ ہی نے رات کو آرام وسکون کے لیے اور دن کو روزی کمانے، سفر اور ضرورت کے دیگر کاموں کے لیے روشن بنایا۔

(2) ﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ﴾ ''وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تا کہ تم اس میں سکون حاصل کرو'' یعنی رات کی تاریکی کی وجہ سے تم نیند اور سکون حاصل کرو۔

(3) رات سکون کی علامت ہے۔رات آتی ہے تو اندھیرا چھا جاتا ہے۔سرگرمیاں سست پڑ جاتی ہیں۔ہر چیز سکون چاہتی ہے اور سکون کی چابی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔اللہ تعالیٰ کی چاہت ہے کہ انسان پرسکون رہیں اس لیے اس نے رات بنائی ہے۔(4) اگر سورج کی روشنی ہمیشہ رہتی تو کبھی سکون نہ ملتا۔

(5) ﴿وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا﴾ ''اور دن کو روشن بنایا'' اللہ تعالیٰ نے دن کو روشن بنایا، تا کہ دن کی روشنی میں مخلوق دیکھ سکے، لوگ اپنی معاش اور اپنے دینی اور دنیاوی مصالح کے لیے چل پھر سکیں۔

(6) دن سرگرمی کی حرکت کی علامت ہے۔دن آتا ہے تو روشنی ہو جاتی ہے۔روشنی سے ہر چیز میں حرکت آجاتی ہے۔انسان حرکت چاہتا ہے اور حرکت کی چابیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔اللہ تعالیٰ کی چاہت ہے کہ انسان حرکت کریں مختلف سرگرمیوں میں مصروف رہیں اس لیے اس نے دن بنایا ہے تا کہ انسانی زندگی کی سرگرمیاں جاری رہیں۔

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا﴾ ''اور ہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا پھر ہم نے رات کی نشانی کو بے نور کر دیا اور دن کی نشانی کو روشن بنایا ہے تا کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کر سکو اور تا کہ تم برسوں کی تعداد اور حساب معلوم کر سکو اور ہر چیز کو ہم نے خوب کھول کر بیان کیا ہے، خوب کھول کر بیان کرنا۔" (بنی اسرائیل:12)

(8)﴿وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا (۹) وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا (۱۰) وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا (۱۱)﴾ "اور ہم نے تمہاری نیند کو باعث آرام بنایا۔ اور ہم نے رات کو پردہ پوش بنایا۔ اور ہم نے دن کو روزی کمانے کا وقت بنایا۔" (النباء:9-11)

(9)﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ﴾ "اس میں یقیناً واقعتاً نشانیاں ہیں" یعنی اللہ تعالیٰ نے رات کو سکون اور دن کو روشن بنایا اس میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔

(10)﴿لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ﴾ "ان لوگوں کے لیے جو سنتے ہوں" جو سمجھنے، قبول کرنے اور رشد و ہدایت طلب کرنے کے لیے سنتے ہیں۔ عناد اور نکتہ چینی کے لئے نہیں سنتے۔ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں اور ان نشانیوں سے استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا معبود اور برحق ہے اور اس کے سوا ہر ایک ہستی کی الوہیت باطل ہے اور یہ کہ وہی رؤف و رحیم اور علم و حکمت والا ہے۔ (تفسیر سعدی:1154/2)

﴿قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِيُّ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنْ

"وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد بنا رکھی ہے، وہ پاک ہے، وہ بے پروا ہے، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ

عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

زمین میں ہے، تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں، کیا تم اللہ تعالیٰ پر وہ کہتے ہو جو تم جانتے ہی نہیں ہو؟" (68)

سوال: اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے، اس کے دلائل کی وضاحت ﴿قَالُوا ... تَعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا﴾ "وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد بنا رکھی ہے" مشرکوں نے کہا کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور یہود و نصاریٰ نے بھی اللہ تعالیٰ کی اولاد بنائی۔

(2)﴿سُبْحٰنَهٗ﴾ "وہ پاک ہے" یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اولاد بناتے ہیں یا نقص منسوب کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔

(3)﴿هُوَ الْغَنِيُّ﴾ "وہ بے پروا ہے" یہ اللہ تعالیٰ کے پاک ہونے کی پہلی دلیل ہے یعنی غنا (بے نیازی) اسی میں منحصر ہے اور غنا کی تمام اقسام کا وہی مالک ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)وہ غنی ہے جو ہر پہلو، ہر اعتبار اور لحاظ سے غنائے کامل کا مالک ہے۔جب وہ ہر لحاظ سے غنی ہے تب وہ کس لئے بیٹا بنائے گا؟ کیا اس وجہ سے کہ وہ بیٹے کا محتاج ہے؟ یہ تو اس کے غنا اور بے نیازی کے منافی ہے۔کوئی شخص صرف اپنے غنا میں نقص کی بنا پر بیٹا بناتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1154)(5)غنی وہ ہے جو کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔

(6)﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾''اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے'' یہ دوسری دلیل ہے یعنی زمین و آسمان کی ساری مخلوقات اس کی ملکیت ہیں۔ساری مخلوق اس کے بندے اور غلام ہیں۔بیٹا باپ کی جنس سے ہوتا ہے۔اس لیے اس کی مخلوق اور اس کے مملوک اس کی اولاد نہیں ہو سکتی۔آسمانوں اور زمین کی ملکیت اللہ تعالیٰ کی ہے اس لیے اس کی اولاد نہیں ہو سکتی۔

(7)﴿اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۭ بِهٰذَا﴾''تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں'' تیسری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔﴿اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۭ بِهٰذَا﴾یعنی تمہارے پاس تمہارے اس دعویٰ پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا ہے۔اگر ان کے پاس کوئی دلیل ہوتی تو وہ اسے ضرور پیش کرتے۔جب انہیں دلیل پیش کرنے کے لیے کہا گیا اور وہ دلیل قائم کرنے سے عاجز آ گئے تو ان کے دعوے کا بطلان ثابت ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان کا قول بلا علم ہے۔(تفسیر سعدی:2/1155)

(8)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَاۗءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَاۗءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى﴾''یہ (بت) کچھ نہیں سوائے چند ناموں کے جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں،ان کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی،نہیں وہ پیچھے چلتے مگر وہم و گمان کے اور جو ان کے دل چاہتے ہیں۔حالانکہ بلاشبہ یقیناً ان کے رب کی جناب سے ان کے پاس ہدایت آ چکی ہے۔''(النجم:23)

(9)﴿اَتَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾''کیا تم اللہ تعالیٰ پر وہ کہتے ہو جو تم جانتے ہی نہیں ہو؟''یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد منسوب کر کے جو کچھ تم کہتے ہو تم اس کا علم نہیں رکھتے اور علم کے بغیر اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی بات منسوب کرنا سب سے بڑا جرم ہے۔

(10)اللہ تعالیٰ کے اولاد نہیں ہو سکتی کیونکہ:(i)اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ رہنے والی ہے اس میں کوئی نقص نہیں جبکہ اولاد کا سلسلہ مختصر زندگی کی کمیوں کو پورا کرنے کا ذریعہ ہے۔(ii)اللہ تعالیٰ زندہ و جاوید ہے اس کو کوئی کمزوری لاحق نہیں ہوتی اسے جانشین کی ضرورت نہیں ہے جب کہ اولاد ان کی ضرورت ہوتی ہے جنہیں اپنے مرنے کے بعد جانشینوں کی ضرورت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے۔(iii)اللہ تعالیٰ کو کسی سہارے کی ضرورت نہیں جب کہ اولاد ان کی ضرورت ہوتی ہے جو جدوجہد کرتے ہیں مقابلہ کرتے اور اولاد ان کے لیے سہارا بنتی ہے۔(iv)اللہ تعالیٰ غنی ہے وہ ضرورت مند نہیں ہے۔ضرورت مندوں کی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔جب کہ مال کی ضرورت اولاد کا تقاضا کرتی ہے۔ان وجوہات کی بناء پر اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد کا عقیدہ رکھنے کا کوئی جواز نہیں۔

(11)رب العزت نے فرمایا:﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا (۹۰) اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا (۹۱) وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا (۹۲)﴾''قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہوجائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر گر پڑیں کہ انہوں نے رحمن کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا ہے۔حالانکہ رحمن کے لائق نہیں کہ وہ کسی کو اولاد بنائے۔''(مریم:90-92)

(12)اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:''ابن آدم نے مجھے جھٹلایا حالانکہ اس کے لیے یہ مناسب نہ تھا۔اس نے مجھے گالی دی حالانکہ اس کے لیے یہ مناسب نہ تھا۔اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں اسے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں ہوں اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ میرے لیے اولاد بتاتا ہے،میری ذات اس سے پاک ہے کہ میں اپنے لیے بیوی یا اولاد بناؤں۔''(بخاری:4482)

﴿قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ﴾

''آپ کہہ دیں یقیناً جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے''(69)

سوال:اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے دنیا و آخرت میں کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے،اس کی وضاحت ﴿قُلْ ... يُفْلِحُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ﴾''آپ کہہ دیں''اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ کافروں کی رسوائی اور خسارے کے لیے کہہ دیں۔

(2)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ﴾''یقیناً جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے''یعنی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے اپنا مقصد حاصل نہیں کرسکیں گے۔وہ نہ دنیا میں کامیاب ہوسکتے ہیں اور نہ آخرت میں۔اللہ تعالیٰ ان کے کفر کی سزا میں انہیں سخت عذاب دے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾''اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ اپنی جانوں پر خود ظلم کرتے ہیں۔''(آل عمران:117)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے اللہ تعالیٰ کے آگے جواب دہ ہیں۔ جواب دہی کے وقت انسان کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی ناکامی ہوگی اس لیے آخرت میں ناکام ہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے اللہ تعالیٰ کا مرتبہ گراتے ہیں۔ انسان کو اس کے مقام سے گرا کر حیوان بناتے ہیں۔ اخلاقی اور روحانی اقدار کو پامال کرتے ہیں جس کے نتیجے میں نہ انسانیت کو بلندی ملتی ہے نہ انسانی معاشروں کو۔ اس راستے سے انسان دنیا میں بھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔

﴿مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ﴾

''دنیا میں تھوڑا سا فائدہ ہے پھر ہماری ہی جانب انہیں لوٹنا ہے پھر ہم انہیں سخت عذاب چکھائیں گے اس وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے''(70)

سوال: اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والوں کے لیے دنیا میں تھوڑا سا فائدہ اور آخرت میں سخت عذاب ہے، اس کی وضاحت ﴿مَتَاعٌ... يَكْفُرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا﴾ ''دنیا میں تھوڑا سا فائدہ ہے'' اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والوں کے لیے دنیا کا تھوڑا سا فائدہ ہے وہ اپنی پہنچ تک فائدہ اٹھالیں۔

(2) اللہ تعالیٰ جب کسی کو دنیا میں ناکام کرتے ہیں تو انہیں ڈھیل دیتے ہیں تاکہ وہ آرام کی زندگی گزاریں اور کثرت سے گناہ کریں۔

(3) ﴿ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ﴾ ''پھر ہماری ہی جانب انہیں لوٹنا ہے'' یعنی دنیا کی زندگی گزار کر لوٹ کر تو ہمارے ہی پاس آنا ہے۔

(4) ﴿ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ﴾ ''پھر ہم انہیں سخت عذاب چکھائیں گے'' یعنی ایسے لوگ دنیا کے گناہوں کی پاداش میں آخرت کے عذابوں کے سب سے زیادہ حق دار ہوں گے۔

(5) ﴿بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ﴾ ''اس وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ نے شدید عذاب کی وجہ بتائی ہے کہ وہ دنیا میں کفر کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کے کمال اور اس کے غنا کا انکار کرتے تھے اور اس کی طرف اولاد اور شرکاء کو منسوب کرتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے۔(ایسرالتفاسیر:615)(6)اللہ تعالیٰ کافروں کو کفر،شرک اور افترا پردازی کا پورا پورا بدلہ دیں گے۔

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ

''اور آپ ان پر نوح کی خبر پڑھ دیں جب اس نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! اگر اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ

وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ

میرا کھڑا ہونا اور میرا نصیحت کرنا تم پر بھاری گزر رہا ہے تو میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا ہے، سو تم اپنے معاملے کا اپنے

اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ﴾

شریکوں سمیت کوئی متفقہ فیصلہ کرو پھر تمہارا معاملہ تم پر چھپا نہ رہے پھر مجھ پر کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو''(71)

سوال 1: مکہ کے مشرکوں کی عبرت کے لیے سیدنا نوح علیہ السلام کا جو واقعہ بیان کیا گیا، اس کی وضاحت ﴿وَاتْلُ ... تُنْظِرُوْنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے۔﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ﴾''اور آپ ان پر نوح کی خبر پڑھ دیں''یعنی آپ ﷺ مکہ کے مشرکوں کو اور جو لوگ آپ ﷺ کی مخالفت کر رہے ہیں انہیں نوح علیہ السلام کا واقعہ سنا دیجیے۔

(2)﴿نَبَاَ نُوْحٍ﴾''نوح کی خبر''یعنی سیدنا نوح علیہ السلام کی دعوت کا معاملہ، انھوں نے اپنی قوم کو طویل مدت تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا۔950 برس تک ان کے درمیان رہے مگر ان کی دعوت نے قوم کی سرکشی میں اضافہ کیا۔

(3)﴿اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ﴾''جب اس نے اپنی قوم سے کہا''سیدنا نوح علیہ السلام اپنی قوم سے کہتے رہے۔

(4)﴿يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ﴾''اے میری قوم! اگر میرا کھڑا ہونا تم پر بھاری گزر رہا ہے''یعنی اگر میرا رہنا سہنا تمہیں ناگوار گزرتا ہے۔

(5)﴿وَتَذْكِيْرِيْ﴾''اور میرا نصیحت کرنا''اور اللہ تعالیٰ کی آیات سے نصیحت کرنا تمہیں بھاری محسوس ہوتا ہے۔

(6)﴿بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾''اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ''یعنی واضح دلائل کے ذریعے نصیحت کرنا تم پر گراں گزرتا ہے اور تم مجھے اور میری دعوت کو جھٹلانا چاہتے ہو۔

(7)﴿فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ﴾''تو میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا ہے''یعنی ہر اس شر کو دور کرنے کے لیے جو تم مجھے اور میری دعوت کو پہنچانا چاہتے ہو، میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا ہے۔یہی توکل میرا کل اثاثہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(8) سیدنا نوح علیہ السلام کے پاس ایمان کی قوت تھی۔ ان کی پشت پر اللہ تعالیٰ کی قوت تھی اور اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی ٹھہر نہیں سکتا۔ ایمان کی قوت اتنی عظیم ہے کہ اس کے مقابلے میں دنیا کے سارے منصوبے ناکام ہوجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور بھروسہ کرنے سے مومن کا رابطہ اس قوت سے ہوجاتا ہے جس کے اختیار میں زمین وآسمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو تنہا نہیں چھوڑتا۔ یہ یقین انسان کو عظیم قوت عطا کرتا ہے۔

(9) ﴿فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ﴾ "سوتم اپنے معاملے کا کوئی متفقہ فیصلہ کرو" تم اپنے دیوتاؤں کو اور سب لوگوں کو جمع کرلو اور میرے خلاف اکٹھے ہوجاؤ، جو کرنا چاہو کرو۔

(10) ﴿وَشُرَكَآءَكُمْ﴾ "اپنے شریکوں سمیت" یعنی اللہ رب العالمین کو چھوڑ کر تم جن کی عبادت کرتے ہو ان تمام شریکوں کو بلالو۔

(11) ﴿ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً﴾ "پھر تمہارا معاملہ تم پر چھپا نہ رہے" یعنی میری مخالفت چھپی ہوئی نہ ہو تمہارا معاملہ ظاہر ہو۔

(12) ﴿ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ﴾ "پھر مجھ پر کر گزرو" یعنی میرے بارے میں جو تمہارے اختیار میں ہے سزا کا فیصلہ سنادو۔

(13) ﴿وَلَا تُنْظِرُوْنِ﴾ "اور مجھے مہلت نہ دو" اور مجھے ذرا سی بھی مہلت نہ دو۔ مجھ پر اچانک ٹوٹ پڑو۔

(14) سیدنا نوح علیہ السلام نے ان کے گھڑے ہوئے معبودوں کو جب ساتھ ملانے اور کاروائی کرنے کا حکم دیا مگر وہ کچھ نہ کر سکے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ سیدنا نوح علیہ السلام سچے اور قوم کے لوگ اپنی دھمکیوں میں جھوٹے تھے۔

سوال 2: سیدنا نوح علیہ السلام کے چیلنج میں ہمارے لیے کیا سبق ہے؟

جواب: (1) سیدنا نوح علیہ السلام کا چیلنج اس دور کا ہے جب قوم کے لیے ان کا وجود اور ان کا کام ناقابل برداشت ہوگیا تھا۔ (2) دعوت جب کبھی اس دور میں داخل ہوجائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والوں کو اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے اسی طرح سے مخالفین کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ (3) ایک داعی کو یہ یقین رکھنا چاہیے کہ اگر وہ سچائی کی سرزمین پر کھڑے ہو کر دعوت دے رہا ہے تو یہ دعوت ناکام نہیں ہوگی۔

سوال 3: اس مقام پر قصہ نوح کو لانے کا مقصد کیا ہے؟

جواب: اس مقام پر قصہ نوح کو لانے کا مقصد یہ ہے کہ دعوت دے کر اللہ تعالیٰ پر اعتماد کیا جائے۔ انجام کو سامنے لایا جائے کہ اہل ایمان کامیاب ہوں گے اور جھٹلانے والے ہلاک و برباد ہوں گے، اگرچہ قوت رکھتے ہوں، اگرچہ تعداد میں کثیر ہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 4: سیدنا نوح علیہ السلام قوم کی نظروں میں کب ناپسندیدہ شخصیت بن گئے؟

جواب: سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم اس وقت تک ان کی عزت کرتی رہی جب تک وہ خاموش رہے۔ جب وہ قوم کو حق کی دعوت دینے کے لیے اٹھے اور انہیں بھلائی کا حکم دینے لگے اور برائی سے روکنے لگے تو قوم کی نظروں میں ناپسندیدہ شخصیت بن گئے حتیٰ کہ انہوں نے اپنا فیصلہ بتا دیا کہ اگر تم اپنی نصیحت سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں اپنی زمین سے نکال دیں گے۔

سوال 5: ایک سچے داعی کی سچائی کو جانچنے کا معیار کیا ہے؟

جواب: (1) ایک سچے داعی کی سچائی کو جانچنے کا معیار یہ ہے کہ وہ ہر حال میں اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے نہ وہ کسی سے ڈرتا ہے۔ نہ کام ادھورا چھوڑتا ہے۔ نہ دباؤ میں آ کر سمجھوتا کرتا ہے۔

(2) سچے داعی کو زیر کرنے میں کبھی کوئی کامیاب نہیں ہوتا۔

سوال 6: اپنے خلاف ساری مخالف قوتوں کو اٹھنے، اتحاد کرنے، منصوبہ بندی کرنے اور پوری قوت کے ساتھ منصوبے پر عمل پیرا ہونے کا چیلنج کون دے سکتا ہے؟

جواب: (1) یہ چیلنج ایسا شخص دے سکتا ہے جو اپنی قوت کے بارے میں پر اعتماد ہو۔ (2) جس نے اپنی تیاریاں مکمل کر لی ہوں۔

سوال 7: اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیسے کیا جا سکتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والوں کو یہ یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ وہ قوت ہے جس کے مقابلے پر کوئی ٹھہر نہیں سکتا۔ (2) اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والوں کو یہ یقین رکھنا چاہیے کہ طاغوت اہل ایمان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ چھوٹی موٹی آزمائش آتی ہے تو وہ بھی اصلاح کے لیے اور دل و دماغ کی صفائی اور اخلاص کے لیے ہوتی ہے۔

(3) آخری فتح بہر حال اہل ایمان کی ہوتی ہے۔

﴿فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ

”پھر اگر تم نے منہ موڑا تو میں نے تم سے کوئی اجرت نہیں مانگی، میری اجرت اللہ تعالیٰ ہی کے ذمہ ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ

مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾

میں فرماں برداروں میں سے ہو جاؤں“ (72)

سوال 1: سیدنا نوح علیہ السلام نے دعوت سے منہ پھیرنے کی صورت میں قوم کو جو پیغام دیا، اس کی وضاحت ﴿فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

...﴿الْمُسْلِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)سیدنا نوح علیہ السلام نے دعوت سے منہ پھیرنے کی صورت میں قوم کو پیغام دیا:﴿فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ﴾''پھر اگر تم نے منہ موڑا''یعنی اگر تم نے اس دعوت کو ٹھکرا دیا تو حق تم پر واضح ہو چکا اور تم جانتے ہو کہ تم حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف جا رہے ہو جس کے فاسد ہونے کی دلیلیں ثابت ہو چکی ہیں۔

(2)یعنی اگر تم نے اس سے منہ موڑا جو میں تمہیں توحید کی دعوت دے رہا ہوں۔(ایسر التفاسیر:615)

(3)﴿فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ﴾''تو میں نے تم سے کوئی اجرت نہیں مانگی''یعنی میں نے اس دعوت کو قبول کرنے کے لیے تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگا کہ تم یہ کہو کہ ہمیں ڈر ہے کہ ہمارا مال نہ لے لیا جائے،اس لیے ہم اس کی دعوت قبول نہیں کرتے۔

(4)﴿اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ﴾''میری اجرت اللہ تعالیٰ ہی کے ذمہ ہے''یعنی میں تو اللہ تعالیٰ ہی سے اجر کا، صلے کا، معاوضے کا طلب گار ہوں جس نے مجھے بھیجا ہے۔

(5)ایک سچا داعی رب کی طرف بلاتا ہے۔مدعو سے اس کا یہی تعلق مطلوب ہے۔جب معاشی اور مادی مطالبات کیے جاتے ہیں یا توقعات رکھی جاتی ہیں یا مفادات حاصل کیے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کا عمل متاثر ہوتا ہے۔ مدعو کا ذہن دعوت سے ہٹ کر مادی رقابت کی طرف لگ جاتا ہے اور دعوت کا مقصد ختم ہو جاتا ہے۔اس لیے ایک سچے داعی کو معاشی مفادات سے دست برداری سے خواہ کتنا ہی نقصان ہو، دعوت کے عمل کو جاری رکھنے کے لیے بے غرض ہونا ضروری ہے۔انبیاء بے خوف اس لئے ہوتے ہیں کہ ان کی روزی لوگوں سے وابستہ نہیں ہوتی، وہ تبلیغ کے گراں قدر فرائض بھی ادا کرتے ہیں اور اپنا آزوقہ حیات بھی بہم پہنچاتے ہیں۔جو لوگ قوم کے صدقات پر پلتے ہیں ان سے حق گوئی کی توقع نہیں کی جا سکتی،انبیاء کا اسوہ یہ ہے کہ اس قسم کی مشخیت کا خاتمہ کر دیا جائے۔(تفسیر سراج البیان)

(6)میں تمہیں کسی ایسی بات کا حکم نہیں دیتا جس کی مخالفت کر کے اس کی متضاد بات پر عمل کروں، بلکہ﴿وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾''اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرماں برداروں میں سے ہو جاؤں''جن امور کا میں تمہیں حکم دیتا ہوں سب سے پہلے میں خود ان میں داخل ہوتا ہوں اور سب سے پہلے میں خود اس پر عمل کرتا ہوں۔(تفسیر سعدی:1157/2)

(7)﴿مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾''میں فرماں برداروں میں سے ہو جاؤں''یعنی جو اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل پیرا ہونے والے ہیں۔میں اس کی مخالفت نہیں کرتا اور نہ میں غیر اللہ سے امید رکھتا ہوں۔(تفسیر منیر:241/6)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال2: حق کی دعوت سے منہ پھیرنے والوں کے لیے داعی کو کیا پیغام دینا چاہیے؟

جواب: (1) اگر تم منہ پھیرتے ہو تو اس میں میرا کوئی نقصان نہیں ہے۔

(2) میں اگر تمہیں سیدھا راستہ دکھاتا ہوں تو اس سے میری کوئی غرض وابستہ نہیں ہے میرا اجر تو میرے رب کے ذمہ ہے۔

(3) مجھے سیدھے راستے پر چلنے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ میں اپنے اوپر ضرور اسلام نافذ کروں گا۔

(4) میں اس بات کا پابند ہوں کہ اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کا نمونہ بنا کر آپ کے سامنے رکھوں۔

﴿فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ

''پس انہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے اسے اور ان لوگوں کو نجات دی جو کشتی میں اس کے ساتھ تھے، اور ہم نے انہیں جانشین بنایا اور

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾

جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ان لوگوں کو ہم نے غرق کر دیا، سو آپ دیکھو ان کا کیسا انجام ہوا جنہیں ڈرایا گیا تھا!'' (73)

سوال1: سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کے بدترین انجام کی وضاحت ﴿فَكَذَّبُوْهُ ... عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَكَذَّبُوْهُ﴾ ''پس انہوں نے اسے جھٹلایا'' یعنی انہوں نے اس کو جھٹلا دیا جو نوح علیہ السلام لے کر آئے تھے۔ سیدنا نوح علیہ السلام نے انہیں دن، رات، کھلے، چھپے دعوت دی لیکن ان کی دعوت نے انہیں مزید سرکش کر دیا۔ قوم نوح نے سرکشی اختیار کی تو زمین ان سے خالی کروالی گئی۔ جو لوگ سیدنا نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں تھے ان کو بچا لیا گیا اور باقیوں کو غرق کر دیا گیا۔

(2) ﴿فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ﴾ ''تو ہم نے اسے اور ان لوگوں کو نجات دی جو کشتی میں اس کے ساتھ تھے'' اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو بچا لیا جو کشتی میں سیدنا نوح علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم دیا تھا اور انہیں وحی کی تھی کہ تمام حیوانات میں سے ایک ایک جوڑا لے لیں۔ اور اپنے گھر والوں اور اپنے ساتھی ایمان والوں کو کشتی میں سوار کر لیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو کشتی کے ذریعے نجات دی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ۭ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ﴾ ''حتیٰ کہ جب ہمارا حکم آ گیا اور تنور ابل پڑا، ہم نے کہا اس کشتی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

میں ہر چیز کا جوڑا (نر اور مادہ) دونوں کو سوار کر لو اور اپنے گھر والوں کو بھی مگر جن کے متعلق پہلے بات ہو چکی اور انہیں بھی (سوار کر لو) جو ایمان لائے ہیں اور اس پر تھوڑے لوگوں کے سوا کوئی ایمان نہیں لایا۔'' (ہود:40)

(3) رب العزت نے کشتی بنانے کے لیے حکم دیا پھر جب کشتی بن گئی تو تنور سے پانی ابل پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کو بچا لیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ﴾ ''اور نوح کو ہم نے کیلوں اور تختوں والی (کشتی) پر سوار کر دیا۔'' (القمر:13)

(4) ﴿وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ﴾ ''اور ہم نے انہیں جانشین بنایا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو جھٹلانے والوں کی ہلاکت کے بعد دوسرے لوگوں کو ان کا جانشین بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کی نسل کو زمین کے گوشے گوشے تک پھیلا دیا۔

(5) ﴿وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾ ''اور جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ان لوگوں کو ہم نے غرق کر دیا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے دلائل واضح ہونے کے بعد بھی اس کی آیات کو جھٹلایا۔

(6) ﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾ ''سو آپ دیکھو ان کا کیسا انجام ہوا جنہیں ڈرایا گیا تھا!'' رب العزت نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ غور فرمائیں کہ جن لوگوں کو ڈرایا گیا تھا ان کا کتنا برا انجام ہوا۔

(7) ان کا انجام ہلاکت تھی، ہر زمانے میں ان پر لعنت کی گئی۔ ہر دور کے لوگوں نے ان کی مذمت کی۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والوں کو اس عذاب سے ڈرنا چاہیے جو انبیاء کو جھٹلانے والی قوموں پر نازل ہوئے۔

(8) اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بچا لیا اور جھٹلانے والوں کو غرق کر دیا۔

(9) سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ظالم کو چند روز دنیا میں مہلت دیتا رہتا ہے لیکن جب پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔'' راوی نے بیان کیا پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی ''اور تیرے پروردگار کی پکڑ اسی طرح ہے جب وہ بستی والوں کو پکڑتا ہے جو (اپنے اوپر) ظلم کرتے رہتے ہیں بے شک اس کی پکڑ بڑی تکلیف دینے والی اور بڑی ہی سخت ہے۔'' (بخاری:4686)

سوال 2: سیدنا نوح علیہ السلام کے واقعات میں حق کی دعوت دینے والوں کے لیے کیا سبق ہے؟

جواب: سیدنا نوح علیہ السلام کے واقعات میں دعوت کا کام کرنے والوں کے لیے بہت سے اسباق ہیں۔

(1) دعوت کے راستے کی مشکلات اور طوالت سے نہ گھبرائیں۔

(2) دعوت دینے والوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے پر مستقل چلتے رہنا چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) دعوت دینے والوں کو یہ یقین رکھنا چاہیے کہ آخری انجام ایمان والوں کا ہے۔ان کو فتح نصیب ہوتی ہے۔

(4) دعوت دینے والوں کو یہ یقین رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے ساتھ دھوکہ نہیں کرتے، نہ مدد کرنے سے عاجز ہیں، نہ انہیں اکیلا چھوڑتے ہیں لیکن آزماتے ضرور ہیں اور اس طرح ان کی تربیت کرتے ہیں۔

﴿ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا

''پھر نوح کے بعد ہم نے کئی رسول ان کی قوم کی طرف بھیجے تو وہ ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے سو وہ ایسے نہیں تھے کہ اس

لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ﴾

پر ایمان لاتے اس وجہ سے جو وہ پہلے اسے جھٹلا چکے تھے۔حد سے گزرنے والوں کے دلوں پر ہم ایسے ہی مہر لگا دیتے ہیں'' (74)

سوال 1: انبیاء کو جھٹلانے والوں کے دلوں پر مہر لگا دی جاتی ہے، اس کی وضاحت ﴿ثُمَّ بَعَثْنَا ... الْمُعْتَدِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ﴾ ''پھر نوح کے بعد ہم نے بھیجے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کے بعد کثرت کے ساتھ رسول بھیجے۔

(2) ﴿رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ﴾ ''کئی رسول ان کی قوم کی طرف'' یعنی ہر رسول اپنی اپنی قوم کے پاس بھیجا گیا جو انہیں ہدایت کی طرف بلاتے تھے، جو انہیں نیک اعمال کرنے پر جنت کی خوش خبریاں دیتے اور برے اعمال کرنے پر جہنم کی وعیدیں سناتے تھے اور دنیا میں انہیں ہلاکت کے اسباب سے ڈراتے تھے۔

(3) ﴿فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ ''تو وہ ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے'' تمام رسول اپنی رسالت کے ثبوت میں ایسے دلائل پیش کرتے رہے جو ان کی رسالت کے گواہ تھے۔اس کے علاوہ رسول معجزات بھی لاتے رہے۔

(4) ﴿فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ﴾ ''سو وہ ایسے نہیں تھے کہ اس پر ایمان لاتے اس وجہ سے جو وہ پہلے اسے جھٹلا چکے تھے'' جن لوگوں کو رسولوں کی طرف سے حق کی دعوت دی جاتی رہی اور وہ جھٹلاتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی پھر جب اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب میں پکڑا تو اللہ تعالیٰ کا مہر لگانے کا فیصلہ ان کے اور ان کے ایمان کے درمیان رکاوٹ بن گیا جب کہ وہ اس وقت ایمان لانے پر قدرت رکھتے تھے جب رسولوں نے انہیں دعوت دی۔رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ ''اور ہم ان کے دلوں کو اوران کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسے پہلی بار وہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے اور ہم انہیں چھوڑ دیں گے وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں گے۔'' (الانعام:110)

(5)﴿كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ﴾ ''حد سے گزرنے والوں کے دلوں پر ہم ایسے ہی مہر لگا دیتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی سنت کا بیان ہے۔ ان کے دلوں پر اسی طرح مہر لگ گئی جیسے ان لوگوں کے دلوں پر مہر لگتی ہے جنہیں عذاب چکھنے سے پہلے ایمان نصیب نہیں ہوتا۔

(6) جب کسی کے دل پر مہر لگ جاتی ہے تو اس میں کوئی خیر اور بھلائی داخل نہیں ہوتی۔

(7) مہر لگا کر اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتے۔ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلا کر خود اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔

(8) اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ جھٹلانے والی قوموں کو ہلاک کر دیتا ہے اور ایمان والوں کو بچا لیتا ہے۔

(9) اس آیت میں عرب کے مشرکوں کے لیے جنہوں نے رحمت اللعالمین کو جھٹلایا سخت دھمکی ہے۔ جب نبیوں کو جھٹلانے کی وجہ سے پہلی قوموں کا عبرت ناک انجام ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب میں پکڑے گئے تو ان کا کیا حشر ہوگا جو سب سے بڑے پیغمبر کو جھٹلا رہے ہیں۔

سوال 2: ہر قوم نے رسولوں کو جھٹلایا، ساری قوموں کی روش ایک جیسی کیوں تھی؟

جواب: (1) جھٹلانے والوں کا مزاج، سوچ اور موقف ایک ہے۔ (2) وہ سب کلام اللہ کے دلائل کے لیے اپنے دل نہیں کھولتے تھے۔ (3) وہ عقل سے غور وفکر نہیں کرتے تھے۔ (4) ان کے دلوں تک حق پہنچنے کے تمام راستے بند ہو گئے تھے اس طرح ان سب نے ایک مزاج ہونے کی وجہ سے ایک جیسی روش اختیار کی۔

﴿ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا

''پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف اپنی نشانیاں دے کر بھیجا تو انہوں نے

وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ﴾

تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے'' (75)

سوال 1: سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا گیا، اس واقعے کی وضاحت ﴿ثُمَّ ... قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ﴾''پھران کے بعد ہم نے بھیجا''یعنی ان رسولوں اوران امتوں کے بعد۔

(2)یعنی پہلی قوموں کی ہلاکت کے بعد۔

(3)یعنی ان رسولوں کے بعد جن کوان کی قوموں نے جھٹلا دیا اوراللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا۔

(4)﴿مُّوْسٰى﴾''موسیٰ''اللہ رب العزت کے اولوالعزم رسول جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا۔ان پر شریعت کے بڑے بڑے احکامات نازل کیے گئے۔

(5)﴿وَهٰرُوْنَ﴾''اور ہارون''سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کے بھائی سیدنا ہارون علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کا وزیر بنایا۔

(6)﴿اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ﴾''فرعون اوراس کے سرداروں کی طرف''یعنی فرعون اوراس کے بڑے بڑے سرداروں کی طرف۔اگرچہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام تو اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے تھے یہاں سرداروں کی طرف بھیجنے کی بات اس لئے کی گئی کہ عوام سرداروں کے پیچھے ہوتی ہے،انہیں follow کرتی ہے۔

(7)﴿بِاٰيٰتِنَا﴾''اپنی نشانیاں دے کر''یعنی نونشانیوں کے ساتھ۔(تفسیر منیر:251/6)

(8)ان کوایسی آیات کے ساتھ مبعوث کیا جواس چیز کی صداقت پر دلالت کرتی تھیں جنہیں یہ دونوں رسول لے کر آئے تھے،یعنی توحید الٰہی اورغیر اللہ کی عبادت سے ممانعت۔(تفسیر سعدی:1161/2)

(9)﴿فَاسْتَكْبَرُوْا﴾''توانہوں نے تکبر کیا''یعنی فرعون اوراس کے سرداروں نے تکبر کیا۔انہوں نے دل سے آیات کو مان لیا تھا مگر ظلم کی وجہ سے انہوں نے آیات کو قبول نہیں کیا اور تکبر کیا۔

(10)انہوں نے حق کی اتباع کرنے اوراس پر عمل پیرا ہونے سے تکبر کیا۔(تفسیر منیر:252/6)

(11)﴿وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ﴾''اوروہ مجرم لوگ تھے''جب ان کے دل اور عقلیں بگڑ گئیں انہوں نے خون بہائے اور کمزوروں کو عذاب دیے تو مجرم بن گئے۔(ایسر التفاسیر:617)(12)ان کا جرم شرک تھا۔

سوال2:فرعون اوراس کے سرداروں نے حق کو کیوں نہ قبول کیا؟

جواب:(1)فرعون اوراس کی قوم کے سرداروں نے اپنی مجرمانہ ذہنیت کی وجہ سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی بات نہیں مانی وہ دعوت کو دلیل سے دیکھنے،پرکھنے کی بجائے جاہ واقتدار کے معیار سے دیکھتے تھے۔انہوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کے مقابلے میں خود کو بڑا سمجھا۔یہ تکبر قبول حق میں رکاوٹ بن گیا۔

(2)شوکانی لکھتے ہیں کہ اسی دنیاوی بڑائی اور کرسی کی محبت نے ہر دور میں کتنوں کو قبول حق سے روک دیا،اوراپنے آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو باطل پر سمجھتے ہوئے اس پر اصرار کیا۔ اسی بیماری کی وجہ سے کتنے کفر پر، کتنے بدعت پر اور کتنے صحیح حدیث ہونے کے باوجود اپنی فاسد رائے پر جمے رہے!!(تیسیر الرحمن:623/1)

﴿فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾

''چنانچہ جب ہمارے پاس سے حق ان کے پاس آ گیا تو انہوں نے کہا یقیناً یہ ضرور کھلا جادو ہے''(76)

سوال 1: فرعون اور اس کے ساتھیوں نے حق کو جھٹلا دیا، اس کی وضاحت ﴿فَلَمَّا ۔۔۔ لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا﴾ ''چنانچہ جب ہمارے پاس سے حق ان کے پاس آ گیا'' جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام حق لے کر آئے تو ان کی قوم نے اسے ٹھکرا دیا اور قبول نہ کیا۔

(2) سب سے بڑا حق توحید ہے کہ اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات کا مربی ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام جو نو معجزات لے کر آئے تھے ان کی قوم نے انہیں جھٹلا دیا۔

(4)﴿قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''انہوں نے کہا یقیناً یہ ضرور کھلا جادو ہے'' فرعون اور اس کے ساتھیوں نے جھوٹی قسمیں کھا کر صاف کہہ دیا کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے طرز عمل کے بارے میں فرمایا: ﴿وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا﴾ ''اور انہوں نے ان کا ظلم اور تکبر سے انکار کیا حالانکہ ان کے دل اس کا یقین کر چکے تھے۔''(النمل:14)

(5) ان کے دلوں میں یقین تھا مگر انہوں نے حق کو رد کر دیا اور اس حق کو سب سے بڑا باطل یعنی جادو قرار دیا۔

(6) معجزات کا کوئی توڑ فرعون اور قوم فرعون کے پاس نہ تھا اس لیے انہوں نے کہا یہ جادو ہے۔

سوال 2: جادو قرار دے کر فرعون نے دعوت حق کے بارے میں کیا تاثر دیا؟

جواب: فرعون نے لوگوں کو یہ تاثر دیا کہ معاملہ حق کا نہیں جادو کا ہے۔

سوال 3: فرعون نے دعوت حق کو جادو قرار دے کر کیا کوشش کی تھی؟

جواب: فرعون نے سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے مقابلے میں اپنی شکست کو چھپانے کی کوشش کی تھی۔

سوال 4: معجزات کو جادو کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: معجزے اور جادو میں کچھ ظاہری مشابہت ہوتی ہے مگر بہت جلد پتہ چل جاتا ہے کہ جادو محض شعبدہ ہے۔

سوال 5: حد سے گزرنے والے کیسے زیادتی کرتے ہیں؟

جواب: (1) ایک بار حق کا انکار کرنا حق کی حد سے گزر جانا ہے۔ (2) بار بار انکار کرنا زیادتی کرنا ہے۔

﴿قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ۭ اَسِحْرٌ هٰذَا ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ﴾

''موسیٰ نے کہا کہ کیا تم حق کو یہ کہتے ہو جب کہ وہ تمہارے پاس آچکا ہے؟ کیا یہ جادو ہے؟ حالانکہ جادوگر فلاح نہیں پاتے'' (77)

سوال 1: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے حق کو جادو قرار دینے والوں کو جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... السّٰحِرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ﴾ ''موسیٰ نے کہا کہ کیا تم حق کو یہ کہتے ہو جب کہ وہ تمہارے پاس آچکا ہے؟'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ جب سچا دین تمہارے پاس آ گیا تو تم اسے جادو کہتے ہو۔

(2) ﴿اَسِحْرٌ هٰذَا﴾ ''کیا یہ جادو ہے؟'' یعنی غور تو کرو کیا جادو ایسا ہوتا ہے؟ سوچو تو سہی جو کچھ میں تمہارے پاس لے کر آیا ہوں وہ کس چیز پر مشتمل ہے؟

(3) ﴿وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ﴾ ''حالانکہ جادوگر فلاح نہیں پاتے'' یعنی جادوگر بھی کبھی کامیاب ہوئے ہیں؟ جادو سے کبھی حقیقت نہیں بدلتی۔

(4) یعنی جادوگر دنیا میں فلاح پاتے ہیں نہ آخرت میں۔ پس غور کرو کہ انجام کس کا اچھا ہے، کس کے لیے فلاح ہے اور کس کے ہاتھ پر کامیابی ہے۔ اس کے بعد انہیں معلوم ہو گیا اور ہر ایک پر عیاں ہو گیا کہ وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام تھے جنہوں نے فلاح پائی اور دنیا و آخرت میں ظفریاب ہوئے۔ (تفسیر سعدی: 1162/2)

سوال 2: جادوگر کیوں کامیاب نہیں ہوتے؟

جواب: (1) جادوگروں کے دین کی بنیاد بے معنی کلام ہوتا ہے۔

(2) جادوگر زندگی کی بنیادی حقیقتوں کا نہ فہم رکھتے ہیں نہ اس کا شعور دیتے ہیں۔

(3) جادوگروں کے پاس انسانی زندگی کے مسائل کا حل نہیں ہوتا۔ اور نہ جادوگروں کا مقصد ہدایت دینا ہوتا ہے۔

(4) جادوگر انسانی زندگیوں کو مصیبتوں میں مبتلا کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) جادوگر انسانی زندگی کے لیے کوئی پروگرام نہیں رکھتے اس لیے جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔

﴿قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ ۭ

''انہوں نے کہا تم ہمارے پاس آئے ہو کہ ہمیں اس راستے سے پھیر دو جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے؟ اور زمین میں

وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ﴾

تم دونوں کی بڑائی قائم ہو؟ اور ہم تم دونوں کے لیے ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں'' (78)

سوال 1: قوم نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام پر جو الزام لگایا، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْٓا ... بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا﴾ ''انہوں نے کہا تم ہمارے پاس آئے ہو کہ ہمیں اس راستے سے پھیر دو جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے؟'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان کی بات کو رد کرتے ہوئے اور الزام لگاتے ہوئے کہا کیا تم ہمارے آباؤ اجداد کے دین سے پھیرنے کے لیے آئے ہو۔

(2) یعنی کیا تم ہمیں شرک اور غیر اللہ کی عبادت سے روک کر ہمارے بزرگوں کے دین سے ہمیں پھیرنا چاہتے ہو؟ اور ہمیں حکم دیتے ہو کہ ہم سارے معبودوں کو چھوڑ کر ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔

(3) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے اپنے آباؤ اجداد کے طور طریقوں کو اپنے لیے حجت بنالیا اور حق کو ٹھکرا دیا۔

(4) ﴿وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور زمین میں تم دونوں کی بڑائی قائم ہو؟'' یعنی تم یہ چاہتے ہو کہ تم سرزمین مصر پر اپنی بڑائی، اپنی سیادت، اپنی بادشاہت قائم کرلو۔ اس طرح انہوں نے الزام تراشی کا سیاسی مسلک اپنالیا۔

(5) اس بات سے ان کا مقصد یہ تھا کہ عوام الناس کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت پر ابھارا جائے۔

(6) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا مقصد زمین پر غلبہ حاصل کرنا نہیں تھا۔ ان کا مقصد تو اللہ تعالیٰ کے بندوں کی ہدایت اور ان کی ایسے معاملات کی طرف راہ نمائی کرنا تھا جو ان کے لیے نفع مند تھے۔

(7) ﴿وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور ہم تم دونوں کے لیے ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں'' یعنی ہم تمہاری تصدیق کرنے والے، تمہاری پیروی کرنے والے نہیں ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 617)

(8) انہوں نے تکبر اور عناد کی وجہ سے یہ کہا تھا ''ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے'' اور اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ جناب موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے جو دعوت پیش کی تھی وہ باطل تھی اور اس کی وجہ یہ بھی نہ تھی کہ اس میں یا اس کے معانی وغیرہ میں کوئی اشتباہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ ظلم وتعدی اورارادہ تغلب کے سوا کچھ نہ تھا جس کا الزام وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر لگا رہے تھے۔(تفسیر سعدی:2/1162)

سوال2:فرعون نے حق کی دعوت کو آبائی اور غیر آبائی معیار سے کیوں پرکھا؟

جواب:(1)فرعون نے حق کی دعوت کو آبائی اور غیر آبائی معیار سے اس لیے پرکھا کہ اس تقسیم میں اپنے دین پر قائم رہنے کا جواز مل رہا تھا۔(2)دعوت کو حق اور ناحق کے معیار پر پرکھنے سے خود کو غلط ماننا پڑتا اس لیے اس نے آبائی اور غیر آبائی تقسیم کر کے انسانی ذہنوں کو الجھا دیا۔

سوال3:فرعون نے یہ کیوں کہا تھا کہ موسیٰ اور ہارون اس ملک میں اپنی بڑائی قائم کرنا چاہتے ہیں؟

جواب:فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعوت سے توجہ ہٹانے کے لیے اور عوام کو ان کے خلاف بھڑکانے کے لیے یہ بات کہی تھی تاکہ لوگ حق قبول نہ کر سکیں۔

سوال4:حق اور باطل کی کشمکش کے پیچھے اصل سبب کیا ہوتا ہے؟

جواب:حق اور باطل کی کشمکش کے پیچھے اپنی بڑائی اور اقتدار چھن جانے کا ڈر چھپا ہوا ہوتا ہے۔

سوال5:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو ٹھکرانے کا سبب کیا تھا؟

جواب:اہل قریش کو یہ خطرہ تھا کہ ان کا موروثی مقام ومرتبہ ان سے چلا جائے گا۔

سوال6:فرعون کے طرز عمل سے حق کی طرف دعوت دینے والوں کو کیا سبق ملتا ہے؟

جواب:جب بھی کوئی رب العالمین کی طرف بلائے تو یہ کشمکش شروع ہو سکتی ہے اس لیے ایسے طرز عمل سے گھبرانا نہیں چاہیے۔

﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ﴾

''اور فرعون نے کہا کہ ہر ماہر جادوگر کو میرے پاس لاؤ''(79)

سوال1:فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے کے لیے جادوگروں کو بلا لیا،اس کی وضاحت ﴿وَقَالَ...عَلِيْمٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ﴾''اور فرعون نے کہا'' فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو رد کرتے ہوئے اپنے سرداروں اور اپنی قوم کو کنٹرول کرنے کے لیے کہا۔

(2)﴿ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ﴾''ہر ماہر جادوگر کو میرے پاس لاؤ''فرعون نے مصر میں ہرکارے دوڑائے تاکہ وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ماہر جادوگروں کواس کے پاس لے آئیں۔

(3) فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے معجزوں کے مقابلے میں جادوگروں سے مقابلہ کروانے کی ٹھان لی تاکہ اپنی قوم کی سوچ کا رخ بدل دے۔ (4) فرعون نے حق کو جادو بنا کر پیش کرنے کے لیے جادوگروں کو بلوا کر مقابلہ کروایا۔

(5) فرعون کو یہ یقین تھا کہ جادو کے زور سے وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو شکست دے دے گا اس لیے اس نے جادوگروں کو بلانے کا فیصلہ کیا۔ 14

سوال 2: منصوبے کی ناکامی کے شعور کے باوجود فرعون نے جادوگروں کو کیوں بلوایا؟

جواب: جب انسان کسی حقیقت کو تسلیم نہیں کرنا چاہتا تو بعض اوقات احمقانہ چالوں سے مقابلہ کرنے کی ناکام کوشش کرتا ہے۔ حالانکہ خود بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس تدبیر کی کوئی حقیقت نہیں۔

﴿فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ﴾

”تو جب تمام جادوگر آ گئے تو موسیٰ نے ان سے کہا کہ جو تم پھینکنے والے ہو پھینکو“ (80)

سوال: جادوگروں کے آنے پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کیا کہا، اس کی وضاحت ﴿فَلَمَّا ... مُّلْقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ﴾ ”تو جب تمام جادوگر آ گئے“ یعنی جادوگر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرنے کے لیے پہنچ گئے۔

(2) ﴿قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ﴾ ”موسیٰ نے ان سے کہا کہ جو تم پھینکنے والے ہو پھینکو“ یعنی سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تم جو کرنا چاہتے ہو کر لو میں تمہارے لیے کچھ نہیں کروں گا۔

(3) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو یہ یقین تھا کہ ان کے کسی کرتب کی کوئی حیثیت نہیں اور حق ہی غالب آئے گا اس لیے انہوں نے کہا ڈالو جو تم ڈالتے ہو۔

﴿فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا

”پھر جب انہوں نے پھینکا، موسیٰ نے کہا کہ تم جو کچھ لائے ہو وہ جادو ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ جلد ہی اسے باطل کر دے گا، بلاشبہ

يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾

اللہ تعالیٰ فساد برپا کرنے والوں کے کام درست نہیں کرتا“ (81)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: جادوگروں نے لاٹھیاں پھینکیں تو موسیٰ علیہ السلام نے کیا کہا، اس کی وضاحت ﴿فَلَمَّآ ... الْمُفْسِدِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّآ اَلْقَوْا﴾ ''پھر جب انہوں نے پھینکا'' یعنی جب جادوگروں نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں پھینکیں تو پورا میدان دوڑتے ہوئے سانپوں سے بھر گیا۔

(2) ﴿قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ﴾ ''موسیٰ نے کہا کہ تم جو کچھ لائے ہو وہ جادو ہے'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اس موقع پر سنبھل کر فرمایا جو تم نے کمالات دکھائے ہیں وہ نظر بندی ہے، بہت بڑا جادو ہے۔ اس بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى (٦٧) قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى (٦٨) وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى (٦٩)﴾ ''چنانچہ موسیٰ نے اپنے دل میں کچھ ڈر محسوس کیا۔ ہم نے کہا: ''ڈرو مت! یقیناً تم ہی غالب ہو۔ اور پھینک دو جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے، جو کچھ انہوں نے بنایا اسے ابھی وہ نگل جائے گا، یقیناً جو کچھ انہوں نے بنایا ہے جادوگر کی چال ہے اور جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہوتا جہاں سے بھی وہ آئے۔'' (طٰہٰ: 67-69)

(3) ﴿اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ جلد ہی اسے باطل کر دے گا'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے جادو کو تہ و بالا کر دے گا۔

(4) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ فساد برپا کرنے والوں کے کام درست نہیں کرتا'' یعنی اللہ تعالیٰ باطل کو نہ ثبات دیتا ہے نہ قوت۔ جادو فساد ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

(5) جادوگر جادو کے ذریعے سے حق کے خلاف باطل کی مدد کرنا چاہتے تھے اور اس سے بڑا اور کون سا فساد ہو سکتا ہے؟ اسی طرح ہر مفسد جب کوئی کام کرتا ہے یا کوئی چال چلتا ہے یا حق کے خلاف کوئی سازش کرتا ہے، تو اس کا عمل باطل ہو کر زائل ہو جاتا ہے ہر چند کہ کسی وقت مفسد کا عمل رائج ہو جاتا ہے مگر اعمال کا راسے مٹنا اور زائل ہونا ہے۔ رہے اصلاح کار تو ان کے اعمال میں ان کا مقصد، اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے۔ یہ اعمال و وسائل فائدہ مند ہیں اور ان اعمال کا ان کو حکم دیا گیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی اصلاح کرتا ہے اور ان میں ترقی عطا کرتا ہے اور ان کو ہمیشہ نشوونما دیتا رہتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1163)

(6) اس میں ایک دعوت دینے والے کے لیے سبق ہے کہ اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کے عمل کو کبھی سدھرنے نہیں دیتا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ مفسدوں کے عمل کو کیوں سدھرنے نہیں دیتا؟

جواب: اللہ تعالیٰ مفسدوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں اس لیے ان کے عمل کو سدھرنے نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ مفسدوں کی گمراہی کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

واضح کر کے لوگوں کو گمراہی سے بچانا چاہتے ہیں اس لیے مفسدوں کو ہدایت نہیں دیتے۔

﴿وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ﴾

''اور اللہ تعالیٰ اپنی باتوں سے حق کو حق کر دیتا ہے خواہ مجرم برا سمجھیں'' (82)

سوال: اللہ تعالیٰ حق کو حق کر دیتا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَيُحِقُّ اللّٰهُ ... الْمُجْرِمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ حق کو حق کر دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ حق کو ظاہر کرتا ہے اور اسے ثابت دیتا ہے۔

(2) ﴿بِكَلِمٰتِهٖ﴾ ''اپنی باتوں سے'' یعنی اپنے احکامات اور اپنی قضاوقدر سے۔ (تفسیر منیر: 256/6)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''سو حق ثابت ہو گیا اور جو کچھ وہ کر رہے تھے باطل ہو گیا'' (الاعراف: 118) ﴿وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى﴾ ''اور پھینک دو جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے، جو کچھ انہوں نے بنایا اسے ابھی وہ نگل جائے گا، یقیناً جو کچھ انہوں نے بنایا ہے جادوگر کی چال ہے اور جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہوتا جہاں سے بھی وہ آئے۔'' (طٰہٰ: 69)

(4) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پھینکا تو وہ ان کے جادو کو نگلتا چلا گیا۔ پس ان کا جادو باطل اور ان کا باطل زائل ہو کر رہ گیا۔ جب جادوگروں کے سامنے حق واضح ہو گیا تو انہوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے سامنے سر اطاعت خم کر دیا۔ فرعون نے ان کو سولی پر لٹکانے اور ہاتھ پاؤں کاٹ دینے کی دھمکی دی مگر انہوں نے اس کی کوئی پروانہ کی اور وہ اپنے ایمان میں ثابت قدم رہے۔ (تفسیر سعدی: 1163/2)

(5) ﴿وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ ''خواہ مجرم برا سمجھیں'' یعنی آل فرعون اسے کتنا ہی برا جانیں اللہ تعالیٰ نے حق کو حق ثابت کر دیا۔ (6) یعنی اللہ تعالیٰ اپنی دلیلوں سے سچی بات ثابت کر دے گا اگرچہ مجرم اس بات کو ناپسند کریں۔

(7) ایک سچے داعی کے لیے اس میں یہ سبق ہے کہ باطل بالآخر باطل ہو کر رہے گا۔ اور حق کو اللہ تعالیٰ حق کر دکھائے گا لہٰذا دعوت کے سلسلے میں کوئی رکاوٹ نہیں آنی چاہیے۔

(8) جادو دفع کرنے کا عمل یہ آیات اللہ تعالیٰ کے حکم سے جادو کے لیے شفا ہیں۔ پانی پر انہیں پڑھ کر دم کیا جائے پھر اس پانی کو جادو کیے ہوئے شخص کے سر پر بہا دیا جائے۔ ﴿فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ (81) وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ (82)﴾ ''پھر جب انہوں نے پھینکا، موسیٰ نے کہا کہ تم جو کچھ لائے ہو وہ جادو ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ جلد ہی اسے باطل کر دے گا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلاشبہ اللہ تعالیٰ فساد برپا کرنے والوں کے کام درست نہیں کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی باتوں سے حق کو حق کر دیتا ہے خواہ مجرم برا سمجھیں۔'' (یونس:82,81)﴿فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۱۱۸) فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ (۱۱۹) وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ (۱۲۰) قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۱۲۱) رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ (۱۲۲)﴾ ''سو حق ثابت ہو گیا اور جو کچھ وہ کر رہے تھے باطل ہو گیا۔ تو اس موقع پر جادوگر مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر واپس لوٹے۔ اور جادوگر سجدے میں گرا دیے گئے۔ انہوں نے کہا: ''ہم جہانوں کے بادشاہ پر ایمان لاتے ہیں۔ جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔'' (الاعراف:118-122)﴿وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى﴾ ''اور پھینک دو جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے، جو کچھ انہوں نے بنایا اسے ابھی وہ نگل جائے گا، یقیناً جو کچھ انہوں نے بنایا ہے جادوگر کی چال ہے اور جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہوتا جہاں سے بھی وہ آئے۔'' (طٰہٰ:69)(مختصر ابن کثیر:810/1)

﴿فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰي خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ۭ

''موسیٰ پر اس کی قوم کے چند لڑکوں کے سوا کوئی ایمان نہ لایا، فرعون کے اور اس کے سرداروں کے ڈر سے کہ وہ انہیں کسی فتنے میں

وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ﴾

ڈال دے گا، اور بلاشبہ فرعون زمین میں سرکش تھا اور یقیناً وہ بلاشبہ حد سے گزرنے والوں میں سے تھا'' (83)

سوال 1: سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر قوم فرعون کے صرف چند نوجوان ایمان لائے، اس کی وضاحت ﴿فَمَآ اٰمَنَ... الْمُسْرِفِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ﴾ ''موسیٰ پر اس کی قوم کے چند لڑکوں کے سوا کوئی ایمان نہ لایا'' موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو واضح معجزات دکھائے مگر قوم فرعون کے چند نوجوانوں کے سوا کوئی ایمان نہ لایا۔

(2)﴿عَلٰي خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ﴾ ''فرعون کے اور اس کے سرداروں کے ڈر سے کہ وہ انہیں کسی فتنے میں ڈال دے گا'' یعنی فرعون اور اس کے حکام کے ڈر سے کہ کہیں انہیں ایذا نہ پہنچائیں۔

(3) ان میں سے چند نوجوان تھے جو حق کے آگے جھک گئے۔ انہوں نے فرعون کی سخت گیری کی پرواہ نہ کی۔

(4)﴿وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ﴾ ''اور بلاشبہ فرعون سرکش تھا'' فرعون متکبر اور قوی تھا۔

(5)﴿فِي الْاَرْضِ﴾ ''زمین میں'' سرزمین مصر میں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)فرعون ظالم اور سخت گیر تھا۔اس کا رعایا پر اتنا رعب تھا کہ اس سے دور رہنے کے باوجود اس سے ڈرتے تھے۔

(7)فرعون کو غلبہ اور اقتدار حاصل تھا اس لیے لوگ اس کی پکڑ سے ڈرتے تھے۔

(8)﴿وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ ''اور یقیناوہ بلاشبہ حد سے گزرنے والوں میں سے تھا''یعنی فرعون ظلم میں حد سے بڑھا ہوا تھا۔وہ لوگوں کو قتل کرواتا،سولی چڑھاتا اور طرح طرح کی اذیتیں دے کر خوف زدہ کرتا تھا۔

سوال2:سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے دور کے حالات اور رسول اللہ ﷺ کے حالات کی مماثلت کی وضاحت کریں؟

جواب:سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے بھی چند نوجوان تھے۔ایسی ہی صورتحال رسول اللہ ﷺ کو بھی پیش آئی۔ آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں میں اکثر نوجوان تھے۔مثلاً سیدنا علی رضی اللہ عنہ،سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ،سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ،سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ،سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ۔ان سب کی عمریں قبول اسلام کے وقت بیس سال سے کم تھیں۔سیدنا بلال رضی اللہ عنہ،سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ،سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ وغیرہ کی عمریں بیس سے تیس سال کے درمیان تھیں۔دو صحابہ ہی بڑے تھے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جو آپ ﷺ سے دو برس چھوٹے تھے اور سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جو آپ ﷺ کے ہم عمر تھے۔

سوال3:انبیاء پر نوجوانوں کے ایمان لانے میں کیا حکمت ہے؟

جواب:(1)انبیاء پر نوجوانوں کے ایمان لانے میں حکمت یہ ہے۔واللہ اعلم۔کہ حق کو نوجوان زیادہ قبول کرتے ہیں اور اس کی اطاعت میں زیادہ سرعت سے آگے بڑھتے ہیں اس کے برعکس بوڑھے جنہوں نے کفر میں پرورش پائی ہوتی ہے، ان کے دلوں میں چونکہ عقائد فاسدہ راسخ ہوتے ہیں،اس وجہ سے وہ دوسروں کی نسبت حق سے زیادہ دور ہوتے ہیں۔(تفسیر سعدی:2/1164)

(2)نوجوان لوگ عام طور پر مصلحتوں کو قبول نہیں کرتے اور معاشرے سے زیادہ خوف نہیں کھاتے۔بڑی عمر کے لوگ مصلحت پسند ہوتے ہیں کیونکہ ان کے اپنے مفادات ہوتے ہیں۔ایسے لوگ محتاط ہوتے ہیں۔وہ معاشرے کے بڑوں سے زیادہ خوف کھاتے ہیں۔وہ اگر نئی فکر قبول بھی کر لیں تو ساتھ نہیں دے پاتے۔

سوال4:نئی فکر قبول کرنے کے لیے کیا قیمت چکانی پڑتی ہے؟

جواب:نئی فکر قبول کرنے کے لیے انسان کو نئے نئے مسائل سے دوچار ہونے کی قیمت چکانی پڑتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ﴾

''اور موسیٰ نے کہا کہ اے میری قوم! اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو تو اسی پر بھروسہ رکھو، اگر تم فرماں بردار ہو'' (84)

سوال 1: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو توکل علی اللہ کی جو نصیحت کی، اس کی وضاحت ﴿وَقَالَ ... مُّسْلِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ مُوْسٰى﴾ ''اور موسیٰ نے کہا'' جب بنی اسرائیل کا خوف ظاہر ہو گیا تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو وہ اعمال اختیار کرنے کی نصیحت کی جو صبر کرنے میں معاونت کرتے ہیں۔

(2) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کا خوف دور کرنے اور ان کے دلوں کے اطمینان کے لیے کہا۔

(3) ﴿يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ﴾ ''اے میری قوم! اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو'' یعنی اگر تم مسلمان ہو اور تمہارا اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے۔ (4) اس آیت سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ تمام اسرائیلی مسلمان تھے۔

(5) ﴿فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ﴾ ''تو اسی پر بھروسہ رکھو، اگر تم فرماں بردار ہو'' تو ایمان کے تقاضے کو پورا کرو، اللہ تعالیٰ پر توکل کرو، اسی پر اعتماد کرو وہ تمہارے لیے کافی ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہی اُس کو کافی ہے۔'' (الطلاق:3)

(6) اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دو۔ فرمایا: ﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ۭ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟ اور یہ لوگ اس کے سوا آپ کو دوسروں سے ڈراتے ہیں اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اسے کوئی راہ پر لانے والا نہیں۔'' (الزمر:36)

(7) ﴿اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ﴾ ''اگر تم فرماں بردار ہو'' اگر تم واقعی اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار مسلمان ہو، اس کے احکامات کو تسلیم کرتے ہو، اس کے روکے ہوئے سے رکتے ہو۔ (ایسر التفاسیر:619) (8) یعنی تم اس کے لیے خالص ہو۔ (تفسیر قاسمی:70/9)

(9) قاشانی فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے توکل کو اسلام کے لوازم میں سے بنایا ہے اور اسلام اللہ تعالیٰ کی خوشی ہے یعنی تم اپنے ایمان اور یقین کو مکمل کرو یہی تمہارے نفسوں پر اثر انداز ہوگا اور اس کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے خالص کر دے گا۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کرنا لازم ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ ''سو آپ اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسہ رکھیں۔'' (ہود:123) اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اپنی نماز میں اس کی تکرار کا حکم دیا ہے۔ ہر نماز کی ہر رکعت میں اس کے حکم سے ہم یہ الفاظ ادا کرتے ہیں۔ ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ ''ہم صرف تیری عبادت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔'' (الفاتحہ:5)(تفسیر المنیر:263/6)

(10) ایک اور مقام پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت ملتی ہے۔ ﴿قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ إِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: ''تم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور صبر کرو، یقیناً زمین اللہ تعالیٰ کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور اچھا انجام متقیوں ہی کے لیے ہے۔'' (الاعراف:128)

سوال 2: ایمان کا تقاضا کیا ہے؟

جواب: (1) ایمان اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین کرنا اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے دین کو سچا مان لینا ہے۔

(2) ایمان ظالموں اور جابروں کے مقابلے میں مومن کا ہتھیار ہے۔

(3) ایمان کا تقاضا ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ پر توکل کرے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ پر توکل کون کرتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ پر وہ توکل کرتا ہے جو اس کو نفع و نقصان کا مالک سمجھتا ہے، جو اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتا ہے کہ وہ ایمان والوں کی مدد کرتا ہے، جو اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر کے مطمئن ہو سکتا ہے۔

(2) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے سامنے گزشتہ امتیں پیش کی گئیں اور انبیاء گزرنے لگے۔ کسی کے ساتھ ایک آدمی، کسی کے ساتھ دو آدمی، کسی کے ساتھ ان کی امت کے کچھ لوگ تھے اور ایک نبی کے ساتھ کوئی بھی (امتی) نہ تھا۔ یہاں تک کہ ایک بہت بڑی جماعت میرے سامنے کی گئی۔ میں نے پوچھا یہ کس کی امت ہے؟ کیا یہ میری امت ہے؟ تو مجھ سے کہا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت ہے۔ (پھر) کہا گیا کہ تم آسمان کو دیکھو (تو کیا دیکھتا ہوں) کہ ایک بڑی جماعت نے آسمان کے کناروں کو گھیر رکھا ہے۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ ادھر ادھر آسمان کے دوسرے کنارے بھی دیکھو۔ میں نے دیکھا کہ واقعی بہت بڑی جماعت افق کو گھیرے ہوئے تھی۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ یہ تمہاری امت ہے اور ان میں سے ستر ہزار (صاحب توکل) بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔'' اس قدر فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حجرہ میں) تشریف لے گئے اور ہم لوگوں سے یہ ظاہر نہ فرمایا کہ وہ کون لوگ ہوں گے۔ (اس پر) لوگوں نے جھگڑنا شروع کیا۔ کہنے لگے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں برداری کی، اس لیے وہ لوگ ہم ہیں یا ہماری اولاد ہو گی جو کہ (اب دور) اسلام میں پیدا ہوئے ہیں کیونکہ ہم دور جاہلیت کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیدائش ہیں۔ یہ خبر نبی ﷺ کو بھی پہنچ گئی۔ رسول اللہ ﷺ (یہ سن کر باہر) تشریف لائے اور فرمایا: ''وہ تو وہ لوگ ہیں جو نہ دم کریں (کروائیں) اور نہ کسی شے میں بدفالی سمجھیں اور نہ (علاج کے لیے آگ سے) داغیں بلکہ اپنے اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں۔'' سیدنا عکاشہ بن محصن نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ فرمایا: ''ہاں (تو ان میں سے ہے)۔'' پھر کوئی دوسرا شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ کیا میں بھی انہی میں سے ہوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''بس عکاشہ تم پر سبقت لے چکا۔'' (بخاری:5707)

﴿فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾

''تو انہوں نے کہا: ''ہم نے اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کیا اے ہمارے رب! ہمیں ظالم لوگوں کے لیے آزمائش نہ بنا'' (85)

سوال 1: اسرائیلیوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت پر کیسے عمل کیا، اس کی وضاحت ﴿فَقَالُوْا ... الظّٰلِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَقَالُوْا﴾ ''تو انہوں نے کہا'' اسرائیلیوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے کہا: ﴿عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا﴾ ''ہم نے اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کیا'' (2) یعنی ہم نے اپنے امور اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیے اور ہم اس کی قضاوقدر پر راضی ہو گئے اور ہم اس کے حکم کو پہنچ گئے۔ (تفسیر قرطبی:222/4)

(3) توکل کو دعا سے پہلے لانے میں تنبیہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ پر توکل کریں تاکہ تمہاری دعا قبول ہو۔ (تفسیر منیر:261/6)

(4) ﴿رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اے ہمارے رب! ہمیں ظالم لوگوں کے لیے آزمائش نہ بنا'' یعنی ہمیں ظالموں کے لیے نشانہ ستم نہ بنانا، انہیں ہم پر غلبہ نہ دینا۔ اے اللہ! ہمیں فرعونیوں کے عذاب سے بچا۔ انہیں ہم پر مسلط نہ فرمانا کہ وہ ہمیں فتنے میں ڈال کر حق سے بہکا دیں۔

﴿وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾

''اور اپنی رحمت سے ہمیں کافر لوگوں سے نجات دے'' (86)

سوال 1: اسرائیلیوں کی دعا ﴿وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اسرائیلیوں نے دعا مانگتے ہوئے کہا: ﴿وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ﴾ ''اور اپنی رحمت سے ہمیں نجات دے'' یعنی اے اللہ ہمیں اپنی رحمت سے، اپنے احسان سے بچا لے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''کافرلوگوں سے'' ان لوگوں سے جوحق کا علم نہیں رکھتے، جوحق کو چھپاتے ہیں تاکہ ہم ان کے شر سے بچ سکیں۔

(3) یااللہ ہمارا تجھ پر ایمان ہے، ہم تجھ پر توکل کرتے ہیں ہماری حفاظت فرما تاکہ ہم اپنے دین پر عمل کریں اور شریعت کے احکامات کو قائم کرسکیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنا کہ ''ہمیں کافروں سے نجات دے دے'' اللہ تعالیٰ پر توکل کے خلاف تو نہیں؟

جواب: (1) ''ہمیں کافروں سے نجات دے دے'' یہ دعا عین توکل اور بھروسے کا اظہار ہے۔

(2) مومن آزمائش کا مطالبہ نہیں کرتا لیکن اگر آزمائش آجائے تو ثابت قدم رہتا ہے۔

﴿وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ

''اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کو وحی کی کہ تم دونوں اپنی قوم کے لیے مصر میں چند گھروں کو ٹھکانا مقرر کرلو اور اپنے انہی

قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

گھروں کو مسجد بناؤ اور نماز قائم کرو اور ایمان والوں کو خوش خبری دے دو'' (87)

سوال 1: سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کو گھروں میں نماز ادا کرنے کا جو حکم دیا گیا، اس کی وضاحت ﴿وَاَوْحَيْنَاۤ ... الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ﴾ ''اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کو وحی کی'' اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی دعا پر کیسے فرعون اور اس کے مظالم سے نجات دلائی۔

(2) اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو حکم دیا کہ ﴿اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا﴾ ''کہ تم دونوں اپنی قوم کے لیے مصر میں چند گھروں کو ٹھکانا مقرر کرلو'' اپنی قوم کے لیے مصر میں گھر بناؤ اور انہیں وہاں ٹھہراؤ یعنی وہ کچھ گھروں میں چھپ سکیں۔

(3)﴿وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً﴾ ''اور اپنے انہی گھروں کو مسجد بناؤ'' یعنی جب موسیٰ اور ان کی قوم کے ساتھ معاملہ زیادہ سخت ہو گیا اور قوم نے انہیں آزمائش میں ڈالنا چاہا اور کنیسوں اور عام عبادت گاہوں میں عبادت ممکن نہ رہی تو حکم دیا گیا کہ گھروں کو نماز کی جگہ بنالو۔ کچھ گھروں کو قبلہ بنانا بنی اسرائیل کی تربیت کے لیے تھا۔ یہ روحانی اور انتظامی تیاری کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے ناگزیر تھا۔عملی اقدام سے پہلے افراد اور جماعت کی تیاری کی ضرورت تھی۔

(4)﴿وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾''اور نماز قائم کرو''یعنی اس طرح نماز قائم کرو جیسے تمہیں سکھائی گئی ہے۔

(5)نماز قائم کرنے کا حکم اس لیے دیا کہ نماز تمام معاملات میں بندے کی مددگار ہوتی ہے۔اسی لیے فرمایا:﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾''اور صبر اور نماز کے ذریعے سے مدد مانگو۔''(البقرۃ:45)

(6)﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾''اور ایمان والوں کو خوش خبری دے دو''یعنی ایمان والوں کو دنیا میں نصرت اور آخرت میں جنت کی بشارت دے دو۔(7)انہیں دین کے غالب آنے کی خوش خبری دے دو۔

(8)ایمان لانے والوں کے لیے نظام صلوٰۃ کے توسط سے خوش خبری دی گئی کہ اس پروگرام کی تکمیل میں ان کی کامیابی کا راز چھپا ہوا ہے۔

سوال2:اہل ایمان کے لیے اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا تجربہ بیان کیا ہے،اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب:(1)سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے تجربے کو اہل ایمان کے لیے نمونہ بنانے کے لیے بیان کیا گیا ہے۔

(2)یہ ایک خالص ایمانی تجربہ ہے۔حقیقت یہ ہے کہ ہر دور میں داعیوں کو ایسے طاغوت کا مقابلہ کرنا پڑ سکتا ہے۔فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر پابندیاں لگا دی تھیں اس وقت ٹکراؤ کی بجائے چھوٹے دعوتی مراکز میں خاموشی کے ساتھ کام کروایا گیا۔(3)نبی ﷺ کو بھی ایسے حالات درپیش آئے تھے اور آج کل بھی طاغوت کا دور دورہ ہے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے تجربے میں ہمارے لیے نمونہ ہے۔

سوال3:سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے تجربے کی خاص باتیں کیا ہیں؟

جواب:(1)پاکیزہ اور سچے مومنوں کو شر اور فساد سے الگ کیا جائے۔

(2)جو لوگ پاک معاشرے کے قیام کے لیے تیار ہوں ان کو منظم کر کے ان کی تربیت کی جائے۔

سوال4:زمین پر ہونے والی تبدیلیاں کیسے اثر انداز ہوئیں؟

جواب:سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی کوشش اور رب کا فیصلہ تھا اس لئے کوششیں اثر انداز ہوئیں۔

﴿وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ

''اور موسیٰ نے کہا کہ اے ہمارے رب!بلاشبہ آپ نے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں زینت اور اموال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الدُّنۡيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِكَ ۚ رَبَّنَا اطۡمِسۡ عَلٰٓى اَمۡوَالِهِمۡ وَاشۡدُدۡ عَلٰى

دیے ہیں اے ہمارے رب! تاکہ وہ لوگوں کو آپ کی راہ سے بھٹکا دیں؟ اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو مٹا دے اور ان

قُلُوۡبِهِمۡ فَلَا يُؤۡمِنُوۡا حَتّٰى يَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِيۡمَ ﴿﴾

کے دلوں پر سخت گرہ لگا دے، سو وہ ایمان نہ لائیں حتیٰ کہ دردناک عذاب دیکھ لیں'' (88)

سوال 1: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے سرداروں کے لیے جو بددعا کی، اس کی وضاحت ﴿وَقَالَ ... يَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِيۡمَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ مُوۡسٰى رَبَّنَاۤ اِنَّكَ اٰتَيۡتَ فِرۡعَوۡنَ وَمَلَاَهٗ زِيۡنَةً وَّاَمۡوَالًا فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا﴾ ''اور موسیٰ نے کہا کہ اے ہمارے رب! بلاشبہ آپ نے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں زینت اور اموال دیے ہیں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے سرداروں کے حق کو ٹھکرانے، کفر اور شرک پر جمے رہنے اور ظلم اور غرور و تکبر سے حق کا مقابلہ کرنے پر ان کے لیے جب بددعا کی تو کہا کہ اے ہمارے رب! تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کا سارا ساز و سامان دیا، بے شمار دولت، سجے سجائے گھر، اعلیٰ سواریاں، زیورات، طرح طرح کے لباس، غلام اور دنیاوی آسائشیں دیں۔

(2) ﴿رَبَّنَا لِيُضِلُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِكَ﴾ ''اے ہمارے رب! تاکہ وہ لوگوں کو آپ کی راہ سے بھٹکا دیں؟'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ان کے بے شمار مال سے لوگوں کو یہ خیال گزرے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں ورنہ یہ مال و دولت انہیں کیسے ملتا؟

(3) اے ہمارے رب! تو جانتا ہے کہ یہ تجھ پر، تیرے رسولوں پر ایمان لانے والے نہیں تو نے استدراج کے طور پر انہیں سب کچھ دے رکھا ہے مگر لوگ گمراہ ہو جائیں گے۔ (4) اس مال سے وہ خود گمراہ ہوتے اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔

(5) ﴿رَبَّنَا اطۡمِسۡ عَلٰٓى اَمۡوَالِهِمۡ﴾ ''اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو مٹا دے'' یعنی ان کے مال و دولت کو پتھر بنا دے جس سے یہ فائدہ نہ اٹھا پائیں۔

(6) سیدنا مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ان کی کھجوریں، پھل اور کھانے بھی پتھر کے کر دیے۔ یہ نو میں سے ایک نشانی تھی۔ (زاد المسیر: 49/4)

(7) نبی کی بددعا سے اللہ تعالیٰ نے ان کے سونے چاندی کے سکے پتھر کے بنا دیے اور ان پر نقوش بدستور باقی رہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اناج کی بالیوں میں بجائے دانوں کے سنگریزے پیدا ہو گئے۔(مختصر ابن کثیر:812/1)

(8)﴿وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾''اوران کے دلوں پر سخت گرہ لگا دے''یعنی ان کے دلوں پر مہر لگا دیں۔

(9)﴿فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ﴾''سو وہ ایمان نہ لائیں حتیٰ کہ دردناک عذاب دیکھ لیں''سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے قانون کی توہین اور دین کی بے حرمتی کی وجہ سے ان پر بددعا کی تھی۔

(10)انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روک دیا تھا۔نیز موسیٰ علیہ السلام کو اپنے رب کی کامل معرفت حاصل تھی کہ اللہ تعالیٰ ان پر ایمان کا دروازہ بند کر کے ان کو ان کی بداعمالیوں کی سزا دے گا۔(تفسیر سعدی:1165/2)

سوال 2: جو لوگ آخرت کی فکر کرتے ہیں وہ کس میدان میں دوسروں سے پیچھے رہ جاتے ہیں؟

جواب: جو لوگ آخرت کی فکر کرتے ہیں وہ عام طور پر دنیا کے مال واسباب کے حصول میں ان لوگوں سے پیچھے رہ جاتے ہیں جو آخرت کو بھول کر دنیا کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔

سوال 3: جن لوگوں کے پاس مادی وسائل ہوتے ہیں وہ ان کو حق کو دبانے میں کیوں استعمال کرتے ہیں؟

جواب: جن لوگوں کے پاس مادی وسائل ہوتے ہیں وہ اپنی بڑائی کے احساس میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔وہ حق کو پہچاننے کی صلاحیت کو کھو دیتے ہیں اور اپنے وسائل کو اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھنے کے بجائے اپنا ذاتی کمال سمجھتے ہیں۔اس لیے وہ مال کو حق کو دبا کر اپنی برتری قائم کرنے میں لگا دیتے ہیں۔

سوال 4: مادی وسائل رکھنے والوں کے دباؤ کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟

جواب: (1)مادی وسائل رکھنے والوں کے دباؤ کے نتیجے میں لوگوں کا ایمان متزلزل ہوتا ہے۔

(2)اس دباؤ کے نتیجے میں لوگ مادی وسائل، حیثیت اور مرتبے سے متاثر ہو جاتے ہیں اور وہی کام کرتے ہیں جو یہ وسائل والے کرتے ہیں۔

سوال 5: ایک داعی کن حالات میں ان لوگوں کو چھوڑ سکتا ہے جن کو وہ دعوت دیتا ہے؟

جواب: ایک داعی تب ان لوگوں کو چھوڑ سکتا ہے جب اسے ان لوگوں سے ایمان لانے کی اور توبہ کرنے کی کوئی امید نہ رہے جن کو وہ دعوت دیتا ہے۔

﴿قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بلاشبہ تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی چنانچہ تم دونوں ثابت قدم رہو اور ان کے راستے کی ہرگز اتباع نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿يَعۡلَمُوۡنَ﴾

کرو جو نہیں جانتے'' (89)

سوال1: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی بددعا قبول کرلی گئی، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ...لَا يَعۡلَمُوۡنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ قَدۡ اُجِيۡبَتۡ دَّعۡوَتُكُمَا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بلاشبہ تم دونوں کی دعا قبول کرلی گئی'' ان دونوں کی دعا قبول کرلی گئی، فیصلہ ہوگیا کہ اب فرعون اور اس کی قوم کو تباہ کردیا جائے گا۔

(2) اس آیت میں دونوں کی دعا قبول کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے جاتے تھے اور سیدنا ہارون علیہ السلام اس پر آمین کہتے جاتے تھے۔ جو شخص دعا کرنے والے کی دعا پر آمین کہتا ہے وہ دعا میں شریک ہوتا ہے۔

(3) ﴿فَاسۡتَقِيۡمَا﴾ ''چنانچہ تم دونوں ثابت قدم رہو'' یعنی تم اپنے دین پر جمے رہو اور توحید کی دعوت پھیلاتے رہو۔

(4) ﴿وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيۡلَ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''اور ان کے راستے کی ہرگز اتباع نہ کرو جو نہیں جانتے'' یعنی جاہلوں کے راستے پر نہ چلنا جنہوں نے جہنم کا راستہ اختیار کرلیا۔ اس دعا کے بعد فرعون چالیس دن تک زندہ رہا۔ (مختصر ابن کثیر: 812/1)

﴿وَجٰوَزۡنَا بِبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ الۡبَحۡرَ فَاَتۡبَعَهُمۡ فِرۡعَوۡنُ وَجُنُوۡدُهٗ بَغۡيًا وَّعَدۡوًا ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ

''اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار گزار دیا تو فرعون اور اس کے لشکروں نے سرکشی اور زیادتی کرتے ہوئے ان کا پیچھا کیا

اَدۡرَكَهُ الۡغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنۡتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِىۡۤ اٰمَنَتۡ بِهٖ بَنُوۡۤا اِسۡرَآءِيۡلَ وَاَنَا مِنَ

کیا یہاں تک کہ جب اس نے غرق ہونے کو پالیا تو اس نے کہا کہ میں ایمان لایا اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل

الۡمُسۡلِمِيۡنَ﴾

ایمان لائے ہیں اور میں فرماں برداروں میں سے ہوں'' (90)

سوال: بنی اسرائیل کے نجات پانے اور آل فرعون کے غرق ہونے کے واقعے کی وضاحت ﴿وَجٰوَزۡنَا ...مِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَجٰوَزۡنَا بِبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ الۡبَحۡرَ﴾ ''اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار گزار دیا'' یعنی انہوں نے جب سمندر پار کیا اور یہ اس طرح ہوا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سمندر پر اپنا عصا مارا تو سمندر پھٹ گیا اور بارہ راستے بن گئے اور بنی اسرائیل پار چلے گئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا﴾ ''تو فرعون اور اس کے لشکروں نے سرکشی اور زیادتی کرتے ہوئے ان کا پیچھا کیا'' فرعون نے ظلم اور زیادتی کے ساتھ لشکر جمع کیے۔ جب موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی سمندر کے درمیان میں پہنچے تو فرعون اور اس کے لشکر ان کا پیچھا کرتے ہوئے داخل ہو گئے۔

(3)﴿حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ﴾ ''یہاں تک کہ جب اس نے غرق ہونے کو پالیا'' جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی سمندر سے باہر نکل گئے اور فرعون اور اس کے ساتھی سمندر کے بیچوں بیچ پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا اور فرعون اور اس کے لشکر سمندر کی گرفت میں آئے یوں وہ غرق ہو گئے۔

(4) جب فرعون غرق ہونے لگا اور اسے علم ہو گیا کہ اس کی ہلاکت یقینی ہے تو وہ پکار اٹھا:﴿قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ﴾ ''تو اس نے کہا کہ میں ایمان لایا اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی حقیقی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(5)﴿وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ ''اور میں فرماں برداروں میں سے ہوں'' یعنی میں اللہ تعالیٰ کو، اس کے رسولوں اور اس دین کو مانتا ہوں جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے۔

(6) رب العزت نے فرمایا:﴿فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ (40) وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ (41) وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ (42)﴾ ''تو ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا، پھر ان کو سمندر میں پھینک دیا سو آپ دیکھیں ظالموں کا کیسا انجام تھا۔ اور ہم نے انہیں ایسے راہ نما بنا دیا جو آگ کی طرف بلاتے تھے، اور قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ اور ہم نے اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت لگا دی ہے اور قیامت کے دن وہ بدحال لوگوں میں سے ہوں گے۔'' (القصص:40-42)

(7)﴿فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ وَهُوَ مُلِيْمٌ﴾ ''چنانچہ ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو آ پکڑا، پھر ہم نے انہیں سمندر میں پھینک دیا اس حال میں کہ وہ قابل ملامت کام کرنے والا تھا۔'' (الذاریات:40)

(8) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا تو اس نے کہا: میں اس اللہ وحدہ لاشریک لہ پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے تو جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: اے محمد! کاش آپ اس وقت مجھے دیکھتے کہ میں اس کے منہ میں کیسے کیچڑ ٹھونس رہا تھا، اس خیال سے کہ کہیں اس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بات پوری ہونے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کی دست گیری نہ کرے۔" (ترمذی:3107)

﴿آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾

"کیا اب؟ حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے تو نے نافرمانی کی اور تو فساد برپا کرنے والوں میں سے تھا" (91)

سوال 1: فرعون کی بات کا جو جواب دیا گیا، اس کی وضاحت ﴿آٰلْـٰٔنَ ... مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿آٰلْـٰٔنَ﴾ "کیا اب؟" اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرعون کی بات کا جواب دیتے ہوئے اور یہ واضح فرماتے ہوئے کہ موت کے وقت ایمان لانا فائدہ نہیں دیتا، یہ فرمایا کہ اب تم ایمان لاؤ گے اور اب موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا یقین کرو گے؟

(2) ﴿وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ﴾ "حالانکہ بلاشبہ اس سے پہلے تو نے نافرمانی کی" یعنی اس سے پہلے تو تم نے جی بھر کے نافرمانیاں کیں، ظلم کیے اور لوگوں کو گمراہ کیا۔

(3) ﴿وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ "اور تو فساد برپا کرنے والوں میں سے تھا" یعنی شہروں میں، انسانوں پر ظلم کرتا رہا اور شر اور فساد پھیلاتا رہا۔

(4) اب ایمان لانا کیسے نفع مند ہو سکتا ہے جب کہ تو نے موت کا مشاہدہ ہی کر لیا۔ ایمان تو وہی مفید ہے جو غیب پر ہو۔

﴿فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ

"سو آج ہم تیرے بدن کو بچائیں گے تاکہ تو ان کے لئے جو تیرے پیچھے ہیں نشانی بن جائے اور بلاشبہ بہت سے لوگ ہماری

اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ﴾

نشانیوں سے یقیناً غافل ہیں" (92)

سوال: فرعون کے بدن کو عبرت کا نشان بنا دیا گیا، اس کی وضاحت ﴿فَالْيَوْمَ ... لَغٰفِلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ﴾ "سو آج ہم تیرے بدن کو بچائیں گے" یعنی ہم تیری لاش کو نجوۃ (اونچی جگہ) پر ڈال دیں گے جس کو سب دیکھیں اور عبرت حاصل کریں۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(2) یعنی تیرے بدن کو بچائیں گے، روح کو نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً﴾ ''تاکہ تو ان کے لئے جو تیرے پیچھے ہیں نشانی بن جائے'' یعنی تم بعد والی کافر قوموں کے لیے عبرت بن جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مقابلے میں سرکشی اختیار کرتے ہیں۔(تفسیر قاسمی:75/9)

(4) تاکہ یہ بنی اسرائیل کے لیے تیری موت اور ہلاکت کی دلیل ہو اور بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، ہر جان دار کی پیشانی اسی کے ہاتھ میں ہے، کوئی چیز اس کے غضب کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔(المصباح المنیر :252/3)

(5) مفسرین کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے دلوں پر فرعون کا رعب اور دہشت چھائی ہوئی تھی۔ گویا انہیں فرعون کے ڈوبنے کا یقین نہیں آ رہا تھا اور اس بارے میں انہیں شک تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا کہ وہ فرعون کی لاش کو کسی بلند جگہ پر ڈال دے، تاکہ وہ لوگوں کے لیے نشان عبرت بن جائے۔(تفسیر سعدی:1167,1166/2)

(6) آج تک جزیرہ نمائے سینا کے مغربی ساحل پر اس مقام کی نشاندہی کی جاتی ہے جہاں فرعون کی لاش سمندر میں تیرتی ہوئی پائی گئی تھی۔ اس زمانے میں اس مقام کو جبل فرعون یا حمام فرعون کہا جاتا ہے اس کی جائے وقوع ابوزنیمہ (جہاں تانبے وغیرہ کی کانیں ہیں) سے چند میل اوپر شمال کی جانب ہے آج قاہرہ کے عجائب گھر میں جن فراعنہ کی لاشیں موجود ہیں۔ ان میں لاش کو اسی فرعون کی لاش بتایا جاتا ہے۔ 1907ء میں جب فراعنہ کی یہ لاشیں دریافت ہوئی تھیں تو اس فرعون کی لاش پر نمک کی ایک تہ جمی ہوئی پائی گئی تھی جو سمندر کے کھاری پانی میں اس کی غرقابی کی کھلی علامت تھی۔(اشرف الحواشی:263/1)

(7)﴿وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے یقیناً غافل ہیں'' اللہ تعالیٰ کی نشانیاں لوگوں کے سامنے آتی ہیں لیکن وہ بے پرواہ رہتے ہیں ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔

(8)(i) غافل لوگ اپنی قوت پر نازاں ہوتے اور تکبر میں مبتلا ہوتے ہیں۔

(ii) غافل اللہ تعالیٰ کی آیات اور نشانیوں کی طرف توجہ نہیں کرتے، غور و فکر نہیں کرتے ہیں۔

(9) فرعون اپنی قوم کے ساتھ محرم کی دسویں تاریخ کو ہلاک ہوا۔

(10) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہود عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ اسی دن موسیٰ علیہ السلام کو فرعون پر فتح ملی تھی۔ اس پر آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: ''موسیٰ علیہ السلام کے ہم ان سے بھی زیادہ مستحق ہیں، اس لئے تم بھی روزہ رکھو۔''(بخاری:4680)

﴿وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو ٹھکانا دیا تھا، باعزت ٹھکانا اور انہیں پاک چیزوں میں سے رزق دیا تھا تو انہوں نے باہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

اختلاف نہیں کیا حتی کہ ان کے پاس علم آ گیا، یقیناً آپ کا رب ان کے درمیان قیامت کے روز اس کا فیصلہ کر دے گا

فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴾

جس میں وہ اختلاف کرتے تھے'' (93) 15

سوال 1: بنی اسرائیل کو عمدہ ٹھکانہ اور پاکیزہ رزق دیا گیا، اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ ... مِّنَ الطَّيِّبٰتِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو ٹھکانا دیا تھا باعزت ٹھکانا'' اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر جو انعامات کیے ان کو بیان فرمایا ہے کہ ہم نے انہیں شہروں میں اور بیت المقدس کے اردگرد جگہ دی۔

(2) اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو آل فرعون کے مسکنوں میں آباد کیا اور ان کو آل فرعون کی اراضی اور ان کے گھروں کا مالک بنا دیا۔ (تفسیر سعدی: 1167/2)

(3) بنی اسرائیل فرعون کی ساری سلطنت پر قابض ہو گئے۔ ﴿وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ﴾ ''اور جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے انہیں ہم نے اس زمین کے مشرقوں اور اس کے مغربوں کا وارث بنا دیا، جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور آپ کے رب کی بہترین بات بنی اسرائیل پر پوری ہو گئی کیونکہ انہوں نے صبر کیا اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کا وہ سب کچھ تباہ کر دیا جو (محلات) وہ بناتے تھے اور جو عمارتیں وہ بلند کرتے تھے۔'' (الاعراف: 137) (مختصر ابن کثیر: 814/1)

(4) ﴿وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ﴾ ''اور انہیں پاک چیزوں میں سے رزق دیا تھا'' یعنی پاکیزہ، دل پسند اور لذیذ چیزیں کھانے کو دیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کثیر پھل، جانور، خشکی اور تری کا شکار دیا۔

(5) اللہ تعالیٰ نے انہیں حلال روزی دی جو طبیعت کو بھی بھائے اور جسے شریعت بھی سراہے۔

سوال 2: بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے کب پرامن اور مضبوط اصولوں پر چلنے والے معاشرے میں خوش حال زندگی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گزارنے کا موقع دیا؟

جواب: مصر میں فرعون کی غلامی سے نجات پانے کے بعد صحرائے سینا میں خصوصی تربیت کے ذریعے ایک طاقت ور نسل تیار کی گئی۔ اس نسل نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد عظیم فتوحات حاصل کیں۔ پھر شام، اردن اور فلسطین میں بنی اسرائیل کی سلطنت قائم کی جس کو امن بھی ملا۔ سچائی کے اصولوں پر معاشرہ قائم ہوا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بہترین معاشی سہولتیں عطا کیں۔ کئی سو سال تک یہ سلطنت قائم رہی۔

سوال 3: بنی اسرائیل نے علم آجانے کے بعد بھی اختلاف کیا، اس کی وضاحت ﴿فَمَا اخْتَلَفُوْا ... يَخْتَلِفُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ﴾ ''تو انہوں نے باہم اختلاف نہیں کیا حتیٰ کہ ان کے پاس علم آ گیا'' یعنی علم آنے کے بعد انہوں نے مسائل میں اختلاف کیا حالانکہ انہیں اختلاف نہیں کرنا چاہئے تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حق کو واضح کر کے ہر قسم کے شک و شبے کو دور کر دیا تھا۔ (المصباح المنیر: 254/1)

(2) انہوں نے اپنے دینی امور کے بارے میں اختلافات کیے اور مختلف ٹکڑوں میں بٹ گئے حالانکہ پہلے وہ ایک ہی طریقے پر تھے جس میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ (فتح القدیر: 519/2)

(3) بنی اسرائیل اپنی خواہشات کے پیچھے لگ گئے جو حق کے مخالف تھیں۔ انہوں نے ایک دوسرے پر ظلم کیا تو ان کے درمیان بہت زیادہ اختلاف ہو گیا۔

(4) علم بنی اسرائیل کو متحد رکھے ہوئے تھا مگر جب انہوں نے علم پر خواہشات کو ترجیح دی تو ان میں اختلافات پیدا ہو گئے۔

(5) ﴿اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''یقیناً آپ کا رب ان کے درمیان قیامت کے روز اس کا فیصلہ کر دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے'' آپ کا رب قیامت کے دن ان کے درمیان ان کے اختلافات کا فیصلہ کرے گا تو حق باطل سے جدا ہو جائے گا۔

(6) اللہ تعالیٰ فیصلے کے دن اہل حق کو نجات دے کر اور اہل باطل کو ہلاک کر کے حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

(7) یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی حکمت عدل سے جو علم کامل اور قدرت شاملہ سے جنم لیتی ہے، قیامت کے روز ان کے اختلاف کا فیصلہ کرے گا۔ یہی وہ بیماری ہے، جس سے دین صحیح کے پیروکاروں کو سابقہ پڑتا ہے۔ شیطان جب کلی طور پر بندوں کو اپنی اطاعت کروانے اور دین ترک کروانے سے عاجز آ جاتا ہے، تب وہ ان کے درمیان اختلافات ابھارتا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اوران کے درمیان عداوت اور بغض ڈال دیتا ہے اس طرح وہ ان میں اختلافات پیدا کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے جو شیطان کا مقصد پورا کرنے کا موجب بنتے ہیں، پھر ایک دوسرے پر گمراہی کے فتوے لگانے سے ایک دوسرے کے خلاف عداوت پیدا ہوتی ہے اور یہ چیز اس لعین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ ورنہ جب ان کا رب ایک ہے، ان کا رسول ایک ہے، ان کا دین ایک ہے اور ان کے مصالح عامہ بھی متفق علیہ ہیں، پھر کس لئے وہ ایسے اختلافات میں مبتلا ہوتے ہیں جو ان کی وحدت کو پارہ پارہ کرتے ہیں، ان کے اتحاد کو پراگندہ کرتے ہیں، ان کے نظم اور ربط کی رسی کو کھول دیتے ہیں اور یوں ان کے دینی اور دنیاوی مصالح فوت ہوجاتے ہیں اور اختلافات کے سبب سے دین کے بہت سے امور معدوم ہو جاتے ہیں۔ اے اللہ! ہم تیرے مومن بندوں کے لیے تیرے لطف وکرم کا سوال کرتے ہیں، جو ان کے بکھرے ہوئے امور کو مجتمع کردے، جو ان کے درمیان حائل خلیج کو پر کردے، جو ان کے دور اور نزدیک کے لوگوں کو اکٹھا کردے۔ یاذا الجلال والاکرام۔ (تفسیر سعدی: 2/1168,1169)

سوال 4: اختلافات کیوں ہوتے ہیں؟

جواب: (1) کچھ اختلافات لاعلمی کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔ ایسے اختلافات کا علاج علم ہے۔

(2) جو علم آنے کے بعد اختلاف کرتا ہے اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔

سوال 5: کسی قوم میں اتحاد اور اتفاق کب تک رہتا ہے؟

جواب: جب تک کوئی قوم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ''العلم'' پر قائم رہتی ہے، اتحاد قائم رہتا ہے۔

سوال 6: اتحاد کے بعد اختلاف کیسے شروع ہوتا ہے؟

جواب: اختلاف ''العلم'' کی تشریح سے شروع ہوتا ہے۔ کچھ لوگ ایک رائے کو لے لیتے ہیں اور باقی لوگ دوسری رائے لے لیتے ہیں۔ پھر اپنی رائے کو درست ثابت کرنے کے لیے بحث مباحثہ ہوتے ہیں۔ مناظرے ہوتے ہیں حتیٰ کہ ''العلم'' کو ایک طرف کردیا جاتا ہے۔ یوں لوگ بنیادی تعلیمات سے الگ ہوکر جزوی اختلافات کی تعلیم میں لگ جاتے ہیں اور اختلاف شدید ہوجاتا ہے۔

سوال 7: کیا دنیا میں اختلافات ختم نہیں ہوسکتے؟

جواب: دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ڈر سے لوگ ایک رائے تک پہنچ سکتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ سے بے خوف رہنے کی وجہ سے اختلافات ختم نہیں ہوتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَاسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ

"پھر اگر آپ اس بارے میں کسی شک میں ہو جو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تو آپ ان لوگوں سے پوچھیں جو آپ سے پہلے کتاب

لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ﴾

پڑھتے ہیں، بلاشبہ یقیناً آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے حق ہی آیا ہے سو آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں" (94)

سوال 1: نبی ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر قرآن مجید کے حق ہونے کے بارے میں شک ہے تو اہل کتاب سے پوچھ لیں، اس کی وضاحت ﴿فَاِنْ... الْمُمْتَرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ﴾ "پھر اگر آپ اس بارے میں کسی شک میں ہو جو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے" یعنی اگر آپ کو شک ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر نازل کیا ہے وہ درست ہے یا نہیں۔

(2) ﴿فَاسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ﴾ "تو آپ ان لوگوں سے پوچھیں جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں" یعنی آپ ﷺ اہل کتاب اور انصاف کرنے والے لوگوں اور پختہ علم والوں سے اللہ تعالیٰ کی وحی کے بارے میں پوچھیں جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی تو وہ کتاب کے نازل ہونے کی گواہی دیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہر دور میں آنے والی ہدایت کے سلسلے کی کڑی ہے اور اسی ہدایت کے مطابق ہے جو پہلے اہل کتاب کے پاس موجود ہے۔

(3) جب یہ آیت اتری تو محمد ﷺ نے فرمایا: "نہ مجھے شک ہے نہ میں کسی سے پوچھوں گا۔" (ایسر التفاسیر: 623)

(4) آیت سے غرض یہ ہے کہ امت کے ایمان مضبوط ہو جائیں اور انہیں بتا دیا جائے کہ ان کے پیارے نبی کی صفتیں ان آسمانی کتابوں میں موجود ہیں جو اہل کتاب کے ہاتھوں میں ہیں جیسے اس آیت میں فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ﴾ "جو لوگ اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو امی نبی ہے، جسے وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔" (الاعراف: 157) (تفسیر منیر: 283/6)

(5) ﴿لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ﴾ "بلاشبہ یقیناً آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے حق ہی آیا ہے" رب العزت نے فرمایا، آپ ﷺ کے پاس حق آیا ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ "ایک کتاب ہے جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے چنانچہ آپ کے دل میں اس سے کوئی تنگی نہ ہو، تاکہ آپ اس کے ذریعے سے خبردار کریں اور مؤمنوں کے لئے نصیحت ہے۔" (الاعراف: 2)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6) قرآن حق ہے، نبی ﷺ کی نبوت حق ہے۔ قرآن وسنت کے دلائل یہ ثابت کرتے ہیں۔

(7)﴿فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ﴾ ''سو آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں'' لہٰذا آپ اسلام کی صحت پر شک نہ کریں۔ وہ دین حق جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اعلان کر رکھا ہے: ﴿لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ ''تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرک ناپسند کریں۔'' (ایسر التفاسیر:623)

(8)﴿فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ﴾ ممترین میں سے نہ ہو جاؤ سے مراد ہے کہ مسلسل حالت شک میں نہ رہو۔ شک دور کرنے کی کوشش کرو۔ جو کوشش کرتا ہے وہ ممترین میں سے نہیں رہتا۔

(9) دعوت دینے والا جب حق کی بے وقعتی دیکھتا ہے تو کبھی کبھی اس پر یہ شبہ گزرتا ہے کہ میں غلطی پر تو نہیں۔ ایک سچے داعی کو اس نفسیانی کمزوری سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔

سوال 2: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اہل کتاب، یعنی یہود ونصاریٰ میں سے بہت سے لوگوں نے، بلکہ ان میں سے اکثر لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کی، آپ سے عناد رکھا اور آپ کی دعوت کو ٹھکرا دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ وہ اہل کتاب سے اپنی صداقت پر گواہی لیں اور ان کی گواہی کو اپنی دعوت پر حجت اور اپنی صداقت پر دلیل بنائیں، تو یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

جواب: اس کا جواب متعدد پہلوؤں سے دیا جاتا ہے۔ (1) جب شہادت کی اضافت کسی گروہ، کسی مذہب کے ماننے والوں یا کسی شہر کے لوگوں کی طرف کی جاتی ہے تو اس کا اطلاق صرف ان لوگوں پر ہوتا ہے جو ان میں عادل اور سچے ہوتے ہیں اور ان کے علاوہ دیگر لوگ خواہ اکثریت ہی میں کیوں نہ ہوں، ان کی شہادت معتبر نہیں، کیونکہ شہادت، عدالت اور صدق پر مبنی ہوتی ہے اور یہ مقصد بہت سے ربانی احبار کے ایمان سے حاصل ہو گیا تھا، مثلاً عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب اور بہت سے دیگر اہل کتاب جو نبی اکرم ﷺ اور آپ کے خلفاء کے عہد میں اور بعد کے زمانوں میں ایمان لاتے رہے۔

(2) رسول اللہ ﷺ کی صداقت پر اہل کتاب کی شہادت دراصل ان کی کتاب تورات، جس کی طرف یہ اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں، کے بیان پر مبنی ہے جب تورات میں ایسا مواد موجود ہو جو قرآن کی موافقت اور اس کی تصدیق کرتا ہو اور اس کی صحت کی شہادت دیتا ہو، تب اگر اولین وآخرین تمام اہل کتاب اس کے انکار پر متفق ہو جائیں، تو ان کا یہ انکار رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے قرآن میں قادح نہیں۔

(3) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ اپنے لائے ہوئے قرآن کی صداقت پر اہل کتاب سے استشہاد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کریں اور ظاہر ہے کہ یہ حکم علی الاعلان دیا گیا تھا اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ اہل کتاب میں بہت سے لوگ رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے ابطال کے بڑے حریص تھے۔ اگر ان کے پاس کوئی ایسا مواد موجود ہوتا جو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو رد کر سکتا، تو وہ ضرور اسے پیش کرتے، چونکہ ان کے پاس کوئی ایسی چیز موجود نہ تھی اس لئے دشمنوں کا عدم جواب اور مستجیب کا اقرار اس قرآن اور صداقت پر سب سے بڑی دلیل ہے۔

(4) اکثر اہل کتاب ایسے نہ تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو رد کر دیا، بلکہ ان میں سے اکثر ایسے لوگ تھے جنہوں نے آپ کی دعوت کو قبول کر لیا تھا اور انہوں نے اپنے اختیار سے آپ کی اطاعت کی، کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو روئے زمین پر اکثر لوگ اہل کتاب تھے۔ اسلام پر زیادہ مدت نہیں گزری تھی کہ شام، مصر، عراق اور ان کے آس پاس کے علاقوں کے اکثر لوگ مسلمان ہو گئے، یہ ممالک اہل کتاب کے مذہب کا گڑھ تھے۔ اسلام قبول کرنے سے صرف وہی لوگ باقی رہ گئے تھے جن کے پاس سرداریاں تھیں اور جنہوں نے اپنی سرداریوں کو حق پر ترجیح دی تھی، نیز وہ لوگ باقی رہ گئے جنہوں نے ان سرداروں کی پیروی کی جو حقیقی طور پر نہیں، بلکہ برائے نام اس دین کی طرف منسوب تھے، مثلاً فرنگی، جن کے دین کی حقیقت یہ ہے کہ وہ دہریے ہیں اور تمام انبیاء و مرسلین کے مذاہب کے دائرے سے خارج ہیں وہ صرف ملکی رواج کے طور پر اور اپنے باطل پر ملمع کی خاطر دین مسیح کی طرف منسوب ہیں۔ جیسا کہ ان کے حالات کی معرفت رکھنے والے جانتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2/1168,1169)

﴿وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾

"اور آپ ہرگز ان لوگوں میں نہ ہونا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلا دیا ورنہ آپ خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے" (95)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والوں میں سے نہ ہو جائیں، اس حکم کی وضاحت ﴿وَلَا تَكُوْنَنَّ ... مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا﴾ "اور آپ ہرگز ان لوگوں میں نہ ہونا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلا دیا" اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کو روکا ہے کہ اے نبی! آپ ﷺ ان لوگوں میں سے نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا جو اس کی قدرت اور وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں اور یہ کہ اس نے انسانیت کی ہدایت کے لیے رسول بھیجے۔ اگر آپ ﷺ ان لوگوں میں سے ہوئے تو ان لوگوں میں سے ہو جاؤ گے جنہوں نے دنیا اور آخرت کا خسارہ پایا۔ (تفسیر منیر: 6/283)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی آیات کو'' اللہ تعالیٰ کی آیات واضح ہیں جن کو کسی بھی اعتبار سے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

(3)﴿فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ ''ورنہ آپ خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے'' یعنی قیامت کے دن آپ ﷺ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

(4)تکذیب کا نتیجہ خسارہ ہے اور وہ ہے منافع کا بالکل معدوم ہونا اور یہ خسارہ دنیا و آخرت کے ثواب کے فوت ہونے اور دنیا و آخرت کے عذاب سے لاحق ہوتا ہے۔کسی چیز سے روکنا دراصل اس کی ضد کا حکم دینا ہے۔تب قرآن کی تکذیب سے منع کرنا درحقیقت قرآن کی تصدیق کامل، اس پر طمانیت قلب اور علم و عمل کے اعتبار سے اس کی طرف توجہ دینے کا نام ہے اور یوں بندہ مومن نفع کمانے والوں میں شامل ہو جاتا ہے جو جلیل ترین مقاصد، بہترین خواہشات اور کامل ترین مناقب کے حصول میں کامیاب ہو جاتا ہے اور اس خسارے کی نفی ہو جاتی ہے۔(تفسیر سعدی:1170/2)

سوال2:اللہ رب العزت نے قرآن مجید کے بارے میں کن چیزوں سے منع کیا ہے؟

جواب:ان دونوں آیات کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (قرآن کریم کے بارے میں) دو چیزوں سے منع کیا ہے:

(1)قرآن مجید میں شک کرنا اور اس کے بارے میں جھگڑنا۔

(2)اور اس سے بھی شدید تر چیز اس کی تکذیب کرنا ہے، حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کی واضح آیات ہیں جن کو کسی لحاظ سے بھی جھٹلایا نہیں جا سکتا۔(تفسیر سعدی:1170/2)

سوال3:رسول اللہ ﷺ پر جو کلام اترا برحق ہے اس میں کوئی شک نہیں پھر لوگ اس کو کیوں جھٹلاتے ہیں؟

جواب:اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ ہے کہ جو ہدایت حاصل کرنا چاہے اور اس کے لیے کوشش کرے اسے ہدایت دی جائے گی۔ جو شخص ہدایت کو حاصل کرنے کے لیے کوئی ذریعہ اختیار نہیں کرے گا اسے ہدایت نہیں دی جائے گی۔ایسے لوگ سن کر نہیں سنتے، دیکھ کر نہیں دیکھتے اگرچہ ان کے سامنے بے شمار دلائل پیش کیے جائیں وہ ایمان نہیں لاتے۔

سوال4:کون سا شخص خسارے میں جا پڑتا ہے؟

جواب:سچائی کی دلیل کا حق یہ ہے کہ اسے مانا جائے۔جو انسان سچائی کی دلیل کا حق ادا نہ کرے اسے جھٹلا دے تو وہ نقصان میں پڑ جاتا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾

''یقیناً جن لوگوں پر آپ کے رب کی بات ثابت ہو گئی وہ ایمان نہیں لائیں گے''(96)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال1:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ ... يُؤْمِنُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ﴾''یقینا جن لوگوں پر آپ کے رب کی بات ثابت ہوگئی''یعنی جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے آگ واجب ہوگئی۔یہی بات لوح محفوظ میں ہے۔(ایسر التفاسیر:623)

(2)﴿لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾''وہ ایمان نہیں لائیں گے''مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ان پر ثابت ہوگئی۔(فتح القدیر:594/2)

(3)یعنی وہ لوگ جن پر یہ بات صادق آئی کہ وہ گمراہ، بھٹکے ہوئے اور جہنمی ہیں،تو یہ لابدی ہے کہ وہ وہی کچھ کریں گے جو اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر میں مقدر ہو چکا ہے اگر ان کے پاس ہر قسم کی نشانی اور معجزہ بھی آجائے،تب بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے۔یہ آیات ومعجزات ان کی سرکشی اور گمراہی میں اضافہ ہی کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا، بلکہ انہوں نے حق کو جھٹلا کر، جب حق ان کے پاس پہلی مرتبہ آیا خود اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔پس اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ سزا دی کہ ان کے دلوں پر،کانوں پر اور آنکھوں پر مہر لگادی۔(تفسیر سعدی:1170/2)

سوال2:ایک انسان سچائی کے دلائل مل جانے پر بھی اس پر یقین کیوں نہیں کرتا؟

جواب:انسانی نفسیات ہے کہ ایک بار انسان کا ذہن جس رخ پر چل پڑے اس سے کم ہی ہٹتا ہے اسی وجہ سے ایسا نہیں ہوتا کہ انسان دوبارہ حق کی طرف لوٹے کیونکہ جوں جوں وقت گزرتا ہے اس کی سوچ آگے کا سفر طے کرتی ہے حتیٰ کہ وہ اس قابل ہی نہیں رہتا کہ حق کی طرف لوٹ جائے۔

﴿وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ﴾

''اگر چہ ان کے پاس ہر نشانی آجائے یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں''(97)

سوال1:﴿وَلَوْ جَآءَتْهُمْ ... الْاَلِيْمَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ﴾''اگر چہ ان کے پاس ہر نشانی آجائے''پچھلے حکم کی تاکید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آگ میں داخلے کا حکم دے رکھا ہے اس لیے وہ ایمان نہیں لائیں گے اور وہ کفر کی حالت میں ہی مریں گے تاکہ اللہ تعالیٰ نے جو قضاوقدر میں فیصلہ کیا اور جو حکم،جو وعدے کیے وہ پورے ہو جائیں۔(ایسر التفاسیر:624,623)

(2)﴿حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ﴾''یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں''یعنی وہ آپ ﷺ کے اور جو آپ ﷺ لے کر آئے ہیں،اس کے انکار پر قائم رہیں گے یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کا مشاہدہ کرلیں۔اس وقت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ ایمان لائیں گے جیسے فرعون غرق ہوتے ہوئے ایمان لایا تھا،لیکن اس وقت انہیں ان کا ایمان نفع نہیں دے گا۔ (ایسر التفاسیر)اس روز ظالموں کی معذرت انہیں فائدہ نہیں دے گی۔

(3)اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود حق کو جھٹلا کر،جب وہ ان کے پاس پہلی بار آیا،اپنے اوپر ظلم کیا۔اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کی یہ سزا دی کہ ان کے دلوں پر،کانوں پر اور آنکھوں پر مہر لگا دی اور اب وہ تب تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک وہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔کل انہیں یقین کے ساتھ معلوم ہو جائے گا کہ وہ گمراہی کے راستے پر چلتے رہے اور رسول جو کچھ لے کر آیا وہ حق ہے مگر اس دن معذرت قبول نہیں ہوگی۔حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات ان ہی کو نفع دیتی ہیں جو قلب سلیم رکھتے ہیں اور وہ توجہ سے سنتے ہیں۔

سوال 2:ہولناک عذاب آنے سے ہی سرکش انسان کیوں ایمان لاتا ہے؟

جواب:(1)ہولناک عذاب دیکھ کر انسان کو ایمان لانے کے سوا کوئی راستہ نہیں ملتا۔

(2)ہولناک عذاب انسان کو خوف میں مبتلا کر دیتا ہے اور انسان کی فطرت کے اوپر پڑے ہوئے پردے ہٹ جاتے ہیں اور انسان سچائی کا اعتراف کر لیتا ہے۔

﴿فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۚ لَمَّآ اٰمَنُوْا

”سو کیوں نہ کوئی بستی ایسی ہوئی کہ ایمان لائی ہو،پھر اس کے ایمان نے اسے نفع دیا ہو یونس کی قوم کے سوا کہ جب وہ ایمان

كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ﴾

لائے تو ہم نے اس دنیا کی زندگی میں ان سے رسوائی کا عذاب ہٹا دیا اور انہیں ایک وقت تک کے لیے سامان زندگی دے دیا“(98)

سوال 1:نزول عذاب کے وقت ایمان لانے کا قوم یونس کے سوا اور کسی کو فائدہ نہیں ہوا،اس کی وضاحت ﴿فَلَوْ...حِيْنٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ نزول عذاب کے وقت ایمان لانے کا قوم یونس کے سوا اور کسی کو فائدہ نہیں ہوا۔قوم یونس اس وقت ایمان لائی جب انہوں نے اس عذاب کی علامات دیکھ لیں جس سے ان کے نبی نے انہیں ڈرایا تھا۔انہوں نے عذاب دیکھ کر توبہ کی اور ایمان لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور ان سے عذاب دور فرما دیا اور انہیں دنیا میں مہلت دی۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ﴾ ''سو کیوں نہ کوئی بستی ایسی ہوئی'' یعنی جتنی بستیوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں، اس کی کتابوں اور آخرت کو جھٹلایا۔(3)﴿اٰمَنَتْ﴾ ''کہ ایمان لائی ہو'' یعنی عذاب دیکھ کر وہ ایمان لائے۔

(4)﴿فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ﴾ ''پھر اس کے ایمان نے اسے نفع دیا ہو'' یعنی کسی بستی کو عذاب دیکھ کر ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہ ہوا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ (۸۴) فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۭ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ (۸۵)﴾ ''پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور ہم نے ان کا انکار کیا جسے ہم اس کے ساتھ شریک بناتے تھے۔ پھر ان کا ایمان نہ تھا کہ انہیں کوئی فائدہ دیتا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، اللہ تعالیٰ کا طریقہ جو یقیناً اس کے بندوں میں پہلے گزر چکا ہے، اور اس وقت کافر لوگ خسارے میں رہے۔'' (المومن:85,84)

(5)﴿حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ (۹۹) لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَاۗىِٕلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (۱۰۰)﴾ ''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک پر موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے اے میرے رب! مجھے لوٹا دے۔ تاکہ میں اس (دنیا) میں نیک کام کروں جسے میں چھوڑ آیا ہوں۔ ہرگز نہیں، بس ایک بات ہے جو وہ کہنے والا ہے اور اس دن تک ان سب کے آگے ایک برزخ ہے جب وہ اٹھائے جائیں گے۔'' (المومنون:100,99)

(6) اللہ تعالیٰ مجبوری میں ایمان قبول کرنے والوں کے ایمان کو قبول نہیں کرتے کیونکہ ایسے لوگوں سے عذاب دور کر دیا جائے تو وہ دوبارہ کفر کی طرف لوٹ جائیں گے۔

(7)﴿اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ﴾ ''یونس کی قوم کے سوا'' وہ یونس بن متی اللہ تعالیٰ کے نبی اور اس کے رسول تھے۔(ایسر التفاسیر:624)

(8) یعنی یونس علیہ السلام کی قوم نے جب عذاب دیکھا اور وہ ایمان لے آئی تو یہ عذاب دیکھ کر ایمان لانا عمومی طور پر نفع نہیں دیتا۔ قوم یونس علیہ السلام کا معاملہ عمومی اصول سے مستثنیٰ ہے۔ یقیناً اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے جہاں تک ہماری عقل اور فہم کی رسائی نہیں۔

(9)﴿لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ﴾ ''کہ جب وہ ایمان لائے تو ہم نے اس دنیا کی زندگی میں ان سے رسوائی کا عذاب ہٹا دیا اور انہیں ایک وقت تک کے لیے سامان زندگی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دے دیا" (i) سیدنا یونس علیہ السلام عراق کے قدیم شہر نینویٰ کی طرف بھیجے گئے تھے۔

(ii) سیدنا یونس علیہ السلام کی دعوت پر قوم ایمان نہ لائی۔

(iii) سیدنا یونس علیہ السلام نے ہجرت کی اور یہ کہہ کر چلے گئے کہ اب اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا۔

(iv) سیدنا یونس علیہ السلام کے جانے کے بعد عذاب کی ابتدائی علامات شروع ہو گئیں۔

(v) عذاب کی علامتیں دیکھ کر قوم یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے آگے جھکی وہ اپنے مویشیوں، عورتوں اور بچوں کو لے کر میدان میں جمع ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے آگے عاجزی اختیار کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے عذاب ان پر سے اٹھا دیا اور انہیں دنیا و آخرت کی رسوائی سے بچا لیا اور ایک مدت تک انہیں دنیا سے نفع اٹھانے کا موقع دیا۔

(10) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (۱۳۹) اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ (۱۴۰) فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ (۱۴۱) فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ (۱۴۲) فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ (۱۴۳) لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (۱۴۴) فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ (۱۴۵) وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ (۱۴۶) وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ (۱۴۷) فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ (۱۴۸)﴾ "اور یقیناً یونس پیغمبروں میں سے تھا۔ جب وہ ایک بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگ گیا۔ پھر انہوں نے قرعہ ڈالا تو وہ مات کھانے والوں میں سے تھا۔ چنانچہ اس کو مچھلی نے نگل لیا اور اس حال میں کہ وہ ملامت زدہ تھا۔ یقیناً پھر اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتا۔ یقیناً وہ اس دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہتا جب وہ لوگ اٹھائے جائیں گے۔ پھر ہم نے اسے ایک چٹیل زمین میں پھینک دیا اس حال میں کہ وہ بیمار تھا۔ اور ہم نے اسے ایک بیل دار پودا اس پر اگا دیا۔ اور ہم نے اسے ایک لاکھ لوگوں کی طرف بھیجا یا اس سے زائد ہوں گے۔ سو وہ ایمان لائے تو ہم نے انہیں ایک خاص مدت تک فائدہ دیا۔" (الصافات:139-148)

(11) سیدنا یونس علیہ السلام کی قوم عذاب کے بعد جب ایمان لائی تو اپنے ایمان پر قائم رہی جب کہ عمومی طور پر عذاب کے بعد ایمان لانے والے حالات درست ہونے پر ایمان پر قائم نہیں رہتے۔ یقیناً قوم یونس کے معاملے کی حقیقت کو رب خوب جانتا ہے۔

سوال 2: قوم یونس علیہ السلام کے واقعے سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: جس طرح عذاب ظاہر ہونے سے پہلے کا ایمان قابل قبول ہے۔ اسی طرح عذاب واقع ہونے کے قریب کا ایمان بھی قابل قبول ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ایمان کامل ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 3: اس قصے کو اس مقام پر لانے کا مقصد کیا ہے؟

جواب: (1) اس قصے کو اس مقام پر لانے کا مقصد انکار کرنے والوں کو ڈرانا اور متوجہ کرنا ہے کہ اگر اب بھی مان جاؤ تو قوم یونس علیہ السلام کی طرح عذاب سے بچ سکتے ہو۔

(2) لوگوں کو یہ بتانا مقصود ہے کہ اگر لوگ اپنے رویے میں تبدیلی پیدا کر لیں تو اللہ تعالیٰ بھی اسی کے مطابق تبدیلی کر دیتے ہیں۔

﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ

''اور اگر آپ کا رب چاہتا تو جو زمین میں ہیں سب اکٹھے ضرور ایمان لاتے، تو کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے

حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾

یہاں تک کہ وہ سب مومن ہو جائیں'' (99)

سوال 1: اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور نہیں کرتا، اس کی وضاحت ﴿وَلَوْ شَآءَ ... جَمِيْعًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ رب العزت نے اپنے نبی محمد ﷺ سے فرمایا: ﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا﴾ ''اور اگر آپ کا رب چاہتا تو جو زمین میں ہیں سب اکٹھے ضرور ایمان لاتے'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں ایمان الہام کر دیتا اور ان کے دلوں کو تقویٰ کے لیے درست کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ ایسا کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے مگر اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ ان میں سے بعض لوگ ایمان لائیں اور بعض لوگ کافر رہیں۔ (تفسیر سعدی: 1172/2)

(2) اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ممکن تھا کہ انسان کو بھی دوسری مخلوقات کی طرح مجبور پیدا کر دیتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کا مجبوراً پابند ہوتا اس طرح سب لوگ مومن بن جاتے یعنی وہ ایمان کے سوا کسی اور عقیدے کو اپنا ہی نہ سکتے جیسے فرشتے یعنی کفر کا ارادہ کرنے کی قوت ہی انسان کو نہ ملتی یوں سب ایمان والے ہوتے مگر یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت نہ تھی۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ (۱۱۸) اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۭ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَــَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (۱۱۹)﴾ ''اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام انسانوں کو یقیناً ایک ہی امت بنا دیتا اور وہ ہمیشہ اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے۔ مگر جن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر آپ کا رب رحم کرے اور اسی لیے اس نے ان کو پیدا کیا اور تیرے رب کی وہ بات پوری ہوگئی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سبھی سے ضرور بھر دوں گا۔'' (ہود:119,118)

سوال 2: انسان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی سکیم کیا ہے؟

جواب: انسان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی سکیم ہے کہ اس نے انسان کے اندر ہدایت اور گمراہی کی استعداد رکھ دی اُسے آزادانہ ماحول میں رکھ کر یہ اختیار دیا کہ وہ ہدایت یا گمراہی کا راستہ اختیار کرنے کا خود فیصلہ کرلے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل عطا کی اور اچھائی برائی کی تمیز دی، یہ دونوں اندورنی مددگار کے طور پر کام کرتے ہیں اور دوسری طرف پیغمبر بھیجے، کتابیں بھیجیں تاکہ پیغمبروں کی دعوت سے نیکی کا شعور اُبھرے اس طرح انسان کے لیے ہدایت کا راستہ آسان ہوجاتا ہے۔ دوسری طرف شیطان کی دعوت سے ایک انسان کے اندر گمراہی کی استعداد ابھر کر سامنے آتی ہے اور انسان گمراہی کے راستے پر چل پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے تھے کہ انسان اپنی آزاد مرضی سے اپنے لیے راستہ منتخب کرے یہی انسان کا امتحان ہے۔

سوال 3: ہدایت دینا رسول اللہ ﷺ کے اختیار میں ہے نہ آپ کا فرض ہے، اس کی وضاحت ﴿اَفَاَنْتَ ... مُؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ ''تو کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے یہاں تک کہ وہ سب مومن ہوجائیں'' یعنی کیا پھر آپ لوگوں کو مجبور کریں گے حتیٰ کہ وہ مومن ہوجائیں؟ یہ نہ آپ کا حق ہے اور نہ آپ پر فرض ہے بلکہ یہ تو اللہ رب ذوالجلال کے قبضہ اختیار میں ہے۔ (المصباح المنیر :259/3)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، چنانچہ آپ کی جان ان پر افسوس کرکے نہ جاتی رہے۔'' (فاطر:8)

(3) یعنی اے محمد ﷺ! کیا آپ لوگوں پر لازم کریں گے کہ وہ ایمان لے آئیں۔ ایمان کے لیے تو مجبور نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ایمان اختیاری معاملہ ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ ''دین میں کوئی زبردستی نہیں۔'' (البقرۃ:256)

(4) فرمایا: ﴿نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۣ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ﴾ ''ہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کو زیادہ جاننے والے ہیں لوگ جو باتیں بناتے ہیں اور آپ ان پر کوئی جبر کرنے والے نہیں ہو آپ اس قرآن سے اس شخص کو نصیحت کر دو جو میرے عذاب کے وعدے سے ڈرتا ہے۔" (ق:45) فرمایا: ﴿فَذَكِّرْ ۗ إِنَّمَآ أَنْتَ مُذَكِّرٌ (٢١) لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ (٢٢)﴾ "پس آپ نصیحت کریں، یقیناً آپ نصیحت کرنے والے ہی ہیں۔ آپ ان پر ہرگز کوئی مسلط کیے ہوئے نہیں ہیں۔" (الغاشیۃ:22,21)

(5) نبی ہدایت دینے کی قدرت نہیں رکھتا۔ ہدایت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے اختیار میں نہیں۔

(6) کسی نبی کی یہ ذمہ داری بھی نہیں کہ وہ لوگوں کو ہدایت دے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ "ان کو ہدایت دینا آپ کا ذمہ نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔" (البقرۃ:272)

(7) ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾ "یقیناً آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور وہ ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔" (القصص:56)

(8) نبی کا کام تو خوش خبریاں دینا اور ڈراوے دینا ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ﴾ "آپ پر پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔" (الشوریٰ:48)

(9) رب العزت نے نبی ﷺ کی لوگوں کے ایمان پر حرص پر انہیں تسلی دی۔ ﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ "شاید آپ خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ مومن کیوں نہیں ہوتے؟" (الشعراء:3)

﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾

"اور کسی انسان کے لیے ممکن نہیں کہ وہ ایمان لائے مگر اللہ تعالیٰ کے اذن سے اور وہ ان پر گندگی ڈال دیتا ہے جو لوگ نہیں سمجھتے" (100)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کے ارادے کے بغیر کوئی ایمان نہیں لا سکتا، اس کی وضاحت ﴿وَمَا كَانَ ... يَعْقِلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ "اور کسی انسان کے لیے ممکن نہیں کہ وہ ایمان لائے مگر اللہ تعالیٰ کے اذن سے" یعنی اللہ تعالیٰ کے ارادے اور اس کی قضا و قدر کے مطابق ہی کوئی ایمان لا سکتا ہے۔ (ایسر التفاسیر:624)

(2) اللہ تعالیٰ کے اذن، اس کے الہام کے بغیر کوئی ایمان نہیں لا سکتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)یعنی اللہ تعالیٰ کے ارادہ ومشیت اوراس کے قدری وشرعی حکم سے۔پس مخلوق میں سے جواس کے قبول کرنے کے قابل ہوتا ہے،توایمان اس کے پاس پھلتا پھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس کوتوفیق سے نوازتا اوراس کی راہ نمائی کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:1172/2)

(4)کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر ایمان نہیں لاسکتا:(i)اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کواس دنیا میں ایمان کی نعمت اس وقت نصیب ہوسکتی ہے جب وہ اس طریقے پر چلے گا جواللہ تعالیٰ نے مقرر کیا اور جس پر اللہ تعالیٰ کے رسول محمد ﷺ چلے۔(ii)اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی شخص کے دل میں ایمان کی چاہت ہووہ اس راستے پر چلنا بھی چاہتا ہومگر اللہ تعالیٰ اس کے اور ایمان کے درمیان رکاوٹ بن جائے۔(iii)اس کا مطلب یہ ہے کہ جوشخص ایمان لانا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایمان کا راستہ استوار کردیتا ہے یہی اللہ تعالیٰ کا اذن ہے۔

(5)﴿وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ﴾''اور گندگی ڈال دیتا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ جس پر چاہیں گمراہی اور شر ڈال دیں۔

(6)﴿عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾''ان پر جولوگ نہیں سمجھتے''اللہ تعالیٰ انہی پر گمراہی ڈالتا ہے جواس کے دلائل پر غور نہیں کرتے،جوعقل سے کام نہیں لیتے،جواللہ تعالیٰ کی نصیحتوں پر کان نہیں دھرتے۔

﴿قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ

''کہہ دو کہ دیکھو آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ ہے؟اور نشانیاں اور ڈرانے والی چیزیں ان کے کام نہیں آتیں

قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾

جولوگ ایمان نہیں لاتے''(101)

سوال 1:آسمانوں اور زمین میں غوروفکر کی جودعوت دی گئی ہے،اس کی وضاحت ﴿قُلِ...لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قُلِ﴾''کہہ دو''اے محمد ﷺ آپ کفار مکہ سے کہہ دیں:﴿انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''کہ دیکھو آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ ہے؟''اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کودعوت دیتا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین میں غور کریں اوراس سے مراد یہ ہے کہ تفکر اور عبرت کی نظر سے آسمان کودیکھیں،ان میں جو کچھ موجود ہے اس میں تدبر کریں اور بصیرت حاصل کریں۔ان میں اہل ایمان کے لئے نشانیاں اور اہل ایقان کے لیے عبرت ہے جواس پر دلالت کرتی ہیں کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی معبود ومحمود ہے،وہی صاحب جلال واکرام اور عظیم اسماء وصفات کا مالک ہے۔(تفسیر سعدی:1173/2)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی راہ نمائی فرمائی ہے کہ وہ اس کی نعمتوں کے بارے میں غور کریں اور دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے عقل والوں کے لیے آسمان اور زمین میں کس قدر دلائل مہیا فرما رکھے ہیں۔ مثلاً آسمان میں روشن نجوم و کواکب (جو) ثابت و سیار ہیں، شمس و قمر، رات اور دن اور ان کا ایک دوسرے کے بعد آنا، پھر ایک دوسرے میں داخل ہونا اور گھٹنا بڑھنا اور آسمان کی بلندی، وسعت اور حسن و زینت اور آسمان سے اللہ تعالیٰ کا بارش نازل فرما کر مردہ زمین کو زندہ کر دینا اور اس سے مختلف انواع و اقسام کے پھلوں، فصلوں اور جڑی بوٹیوں کو پیدا فرمانا، زمین میں مختلف شکلوں، رنگوں اور فائدوں پر مشتمل جانوروں کا پیدا فرمانا اور زمین میں پہاڑوں، میدانوں اور جنگلوں، آبادیوں اور صحراؤں کے یہ وسیع و عریض سلسلے اور دریاؤں اور سمندروں کی موجیں اور ان کے عجائبات اور اس کے باوجود ان کا دریاؤں اور سمندروں میں سفر کرنے والوں کے لیے مسخر ہونا اور ان کی کشتیوں کو اٹھانا اور انہیں سہولت اور آسانی کے ساتھ (ساحل مراد تک) چلانا، یہ سب کچھ اس قادر و قدیر ذات گرامی کی قدرت کاملہ ہی کی کرشمہ سازیاں ہیں جس کے سوا کوئی نہ معبود ہے اور نہ پروردگار۔ (المصباح المنیر :261,260/3)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ (۲۰) وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (۲۱)﴾ ''اور یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور خود تمہاری ذات میں بھی تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟'' (الذاریات:21,20)

(4) ﴿قُلِ انْظُرُوْا﴾ یعنی تفکر کرو۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے کمال قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیوں میں۔ سیوطی رحمہ اللہ نے کہا: یہ آیت دلیل ہے کہ تفکر اور اجتہاد واجب ہے اور عقیدے میں تقلید کو ترک کرنا ہے۔ (تفسیر قاسمی:85/9)

(5) خالق کی معرفت کے لیے زمین و آسمان کے دلائل پر غور کرنا واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا دلائل میں تدبر کے سوا کوئی راستہ نہیں جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مخلوق میں غور و فکر کرو اور خالق میں غور و فکر نہ کرو۔'' تو لوگوں پر اعتبار اور ایسی چیزوں پر غور و فکر کرنا لازم ہے جو صانع اور قادر کے کمال پر دلیل ہوں۔ (تفسیر منیر:298/6)

(6) ﴿وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور نشانیاں اور ڈرانے والی چیزیں ان کے کام نہیں آتیں جو لوگ ایمان نہیں لاتے'' یعنی اللہ تعالیٰ کی آیات ان لوگوں کو فائدہ نہیں دیتیں جو حق سے دشمنی رکھتے ہیں اور اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

(7) ایمان نہ لانے والوں کو نہ آسمان کی نشانیاں کام دے سکتی ہیں، نہ زمین کی اور نہ ہی وہ رسولوں کے معجزات سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ یقینی بات ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''یقیناً جن لوگوں پر آپ کے رب کی بات ثابت ہو گئی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔'' (یونس:96)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(8) اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی حکمت کے مطابق ایمان نہ لانے والے اللہ تعالیٰ کی آیات اور نشانیوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

سوال 2: انسان کے تصورات کی تشکیل کے لیے قرآن حکیم کیا طریقہ اختیار کرتا ہے؟

جواب: انسان کے تصورات کی تشکیل کے لیے قرآن حکیم انسان کو دعوت دیتا ہے کہ وہ زندگی کی بنیادی حقیقتوں پر غور وفکر کرے اس کے لیے قرآن حکیم انسان کی نظر، اس کی عقل اور اس کے دل کو کائنات کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

سوال 3: جب انسان زمین و آسمان پر تدبر و تفکر کرتا ہے تو کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب: (1) جب انسان زمین و آسمان پر تدبر و تفکر کرتا ہے تو انسان کے دل پر اس کا گہرا اثر مرتب ہوتا ہے۔ (2) اس کے نتیجے میں انسان کو بنیادی سوالات کا جواب ملتا ہے۔ (3) انسان کے غور وفکر کی وجہ سے اس کے شعور کو وسعت ملتی ہے۔ (4) انسان کو کائنات پر غور وفکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی موجودگی کا، اس کی قدرتوں کا، اس کی بڑائی کا احساس ہوتا ہے۔

﴿فَهَلۡ يَنۡتَظِرُوۡنَ اِلَّا مِثۡلَ اَيَّامِ الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ‌ؕ قُلۡ فَانۡتَظِرُوۡۤا اِنِّىۡ مَعَكُمۡ

''تو نہیں وہ انتظار کرتے سوائے ان لوگوں جیسے دنوں کا جو ان لوگوں سے پہلے گزر چکے ہیں آپ کہہ دیں پس تم انتظار کرو بلاشبہ

مِّنَ الۡمُنۡتَظِرِيۡنَ﴾

میں بھی تمہارے ساتھ ہی انتظار کرنے والوں میں سے ہوں'' (102)

سوال: رسول اللہ ﷺ کو جھٹلانے والے عذاب کے انتظار میں ہیں، اس کی وضاحت ﴿فَهَلۡ ... الۡمُنۡتَظِرِيۡنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَهَلۡ يَنۡتَظِرُوۡنَ﴾ ''تو نہیں وہ انتظار کرتے'' یعنی اے نبی ﷺ جو لوگ آپ ﷺ کو جھٹلاتے ہیں وہ اسی عذاب کے انتظار میں ہیں؟

(2) ﴿اِلَّا مِثۡلَ اَيَّامِ الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ﴾ ''سوائے ان لوگوں جیسے دنوں کا جو ان لوگوں سے پہلے گزر چکے ہیں'' یعنی جیسا پہلی جھٹلانے والی قوموں میں عذاب آیا تھا۔

(3) یعنی اللہ تعالیٰ کی آیات کے واضح ہو جانے کے بعد بھی یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو کیا یہ انتظار کر رہے ہیں کہ ان کو بھی پہلے لوگوں کی طرح عذاب بھیج کر ہلاک کر دیا جائے؟ ان لوگوں کے اعمال بھی پہلے لوگوں والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی سنت پہلے لوگوں قوم نوح، قوم عاد اور قوم ثمود وغیرہ اور بعد میں آنے والوں میں جاری ہے۔

16

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا﴾ ''آپ کہہ دیں پس تم انتظار کرو'' یعنی آپ کہہ دو کہ عذاب کا انتظار کرو۔اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے شدید وعید ہے۔

(5)﴿اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ﴾ ''بلاشبہ میں بھی تمہارے ساتھ ہی انتظار کرنے والوں میں سے ہوں'' یعنی تمہارے ساتھ میں بھی انتظار کرتا ہوں۔عنقریب تمہیں بھی علم ہوجائے گا کہ دنیا وآخرت میں نجات کس کے لیے اور عذاب کس کے لیے؟ کس کا انجام اچھا ہے اور کس کا برا؟ یقیناً نجات انبیاء اور ان کی پیروی کرنے والوں کے لیے ہے۔

﴿ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ع 10 11 15

''پھر ہم اپنے رسولوں کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے نجات دیتے ہیں اسی طرح ہم پر حق ہے کہ ہم مومنوں کو نجات دیں''(103)

سوال 1: عذاب آنے پر رسولوں اور ایمان والوں کو بچالیا جاتا ہے، اس کی وضاحت ﴿ثُمَّ ... الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''پھر ہم اپنے رسولوں کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے، نجات دیتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جب عذاب آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں اور ایمان والوں کو بچا لیتے ہیں اور جھٹلانے والوں کو تباہ وبرباد کردیتے ہیں۔

(2)﴿كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا﴾ ''اسی طرح ہم پر حق ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر واجب کرلیا ہے۔

(3)﴿نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''ہم مؤمنوں کو نجات دیں'' کیونکہ اللہ تعالیٰ مومن بندوں میں جذبہ ایمان کی مقدار کے مطابق ان کا دفاع کرتا ہے اس سے انہیں تکلیف دہ امور سے نجات ملتی ہے۔(تفسیر سعدی:2/1173,1174)

(4) یہ وہ حق ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے جیسا کہ فرمایا:﴿كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ ''اس نے رحمت کرنا اپنے اوپر لکھ دیا ہے۔''(الانعام:12)

(5) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ایک کتاب میں یہ لکھ دیا ہے اور اسے عرش پر رکھا ہے۔﴿اِنَّ رَحْمَتِيْ تَغْلِبُ غَضَبِيْ﴾ ''بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی۔''(مسلم:6969)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے کس چیز کو اپنے اوپر فرض کرلیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ایمان کے بیج کو برقرار رکھنے کا فیصلہ کرلیا ہے کہ اسے تمام خطرات، سختیوں کے باوجود کامیابی نصیب ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ

''کہہ دو کہ اے لوگو! اگر تم میرے دین کے بارے میں کسی شک میں ہو تو میں ان کی عبادت نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۖ وَاُمِرْتُ اَنْ

عبادت کرتے ہو لیکن میں اس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہیں موت دیتا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ

اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

میں ایمان لانے والوں میں سے ہو جاؤں'' (104)

سوال 1: رسول اللہ ﷺ کو اپنے دین کے بارے میں جو اعلان کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ ... الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ﴾ ''کہہ دو کہ اے لوگو! اگر تم میرے دین کے بارے میں کسی شک میں ہو'' اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ سے فرمایا ہے: ''آپ اعلان فرما دیں کہ اے لوگو! اگر تمہیں اس دین حنیف کے بارے میں ذرہ بھر بھی شک ہے جسے میں تمہارے پاس لایا ہوں اور جسے اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کے ذریعے بھیجا ہے تو سن لو!'' (المصباح المنیر: 262/3)

(2) ﴿اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ﴾ یعنی اگر تم اس شک میں ہو کہ یہ درست دین ہے یا نہیں۔

(3) یعنی اگر تم شک میں مبتلا ہو تو میں نہیں۔ میں تو یقین رکھتا ہوں کہ دین اسلام ہی حق ہے۔

(4) ﴿فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''تو میں ان کی عبادت نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو میں ان باطل معبودوں کی عبادت نہیں کرتا۔

(5) تمہارے معبود نہ کسی چیز کو تخلیق کر سکتے ہیں، نہ رزق دے سکتے ہیں، نہ کائنات کے معاملات چلانے میں ان کا کوئی اختیار ہے۔ (6) تمہارے معبود تو خود مخلوق ہیں، بے بس ہیں، ان میں ایسی صفات نہیں ہیں جو ان کو عبادت کا مستحق بنائیں۔

(7) ﴿وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ﴾ ''لیکن میں اس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہیں موت دیتا ہے'' یعنی جو تمہیں موت دے گا، تمہاری روحیں قبض کرے گا، تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا، تمہیں تمہارے اعمال کی جزا سزا دے گا، وہی حق رکھتا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(8) میں تو اسی کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری موت پر اختیار رکھتا ہے۔

(9) ﴿وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے ہو جاؤں'' یعنی میرے رب نے مجھے حکم دیا کہ میں ایمان والوں میں سے ہو جاؤں لہٰذا میں ایمان لے آیا اور اب میں مومنوں میں سے ہوں۔ (ایسر التفاسیر:626) (10) میں اپنے رب کی آیات کی تصدیق کرنے والا ہوں۔

سوال 2: موت کے اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، اس یقین سے مومن کے اندر کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب: (1) ''موت'' کا نام انسان پر خوف طاری کرتا ہے۔ یہ خوف اس لیے پیدا ہوتا ہے کہ انسان کو یہ یقین حاصل ہوتا ہے کہ وہ اس دنیا میں بے اختیار ہے۔

(2) موت کی وجہ سے انسان سے وہ سہارے چھوٹ جاتے ہیں جن کی وجہ سے انسان سرکشی اختیار کرتا ہے۔

(3) موت ایک طرف انسان کو بے بسی کا یقین دلاتی ہے تو دوسری طرف یہ یقین بھی دلاتی ہے کہ موت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

(4) موت کا تصور انسان کو سب سے کاٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف لے جاتا ہے۔

(5) موت کا تصور انسان کو اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت کرنے والا بنا دیتا ہے۔

(6) موت کے تصور کے ساتھ ہی سارے معبود گم ہونے لگتے ہیں۔ انسان کو یقین آ جاتا ہے کہ نہ کوئی زندگی عطا کر سکتا ہے نہ موت۔ (7) موت کا تصور یہ بتاتا ہے کہ انسان بے اختیار ہے کوئی اور ہے جو اس پر حکمرانی کر رہا ہے۔

(8) انسان اگر نصیحت حاصل کرنا چاہے تو موت کا تصور اس کی اصلاح کے لیے کافی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ موت کے اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔

سوال 3: جب لوگوں کو رب کی طرف بلایا جاتا ہے اور وہ دلیل سے بھی شک میں پڑے رہتے ہیں تو ایک داعی کو کس طرح اپنا پیغام پہنچانا چاہیے؟

جواب: جب لوگ دلیل نہ سنیں، شک میں پڑے رہیں تو داعی کو اپنے پیغام کی سچائی کا پورے عزم کے ساتھ اظہار کرنا چاہیے۔

سوال 4: دعوت دینے والے کا یہ بات کہنا کہ ''میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی عبادت تم کرتے ہو'' کس سوچ کو ابھارتا ہے؟

جواب: (1) داعی کی جانب سے اس بات کہ ''میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو'' سے یہ سوچ ابھاری جاتی ہے کہ میں بھی تمہاری طرح کا انسان ہوں میرے پاس بھی ویسی ہی عقل ہے پھر جو بات مجھے سمجھ آ رہی ہے وہ تمہیں سمجھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیوں نہیں آتی۔(2) سچ اگر ایک کو سمجھ میں آ رہا ہے اور دوسرے کو نہیں تو یہ نہ سمجھنے والے کا نقص ہے، نہ کہ دعوت کا۔

﴿وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾

''اور یہ کہ اپنے چہرے کو یک سو ہو کر اسی دین کے لیے سیدھا رکھو اور مشرکوں میں سے ہرگز نہ ہو جانا'' (105)

سوال 1: اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کے حکم کی وضاحت ﴿وَاَنْ اَقِمْ...مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ''اور یہ کہ اپنے چہرے کو یک سو ہو کر اسی دین کے لیے سیدھا رکھو اور مشرکوں میں سے ہرگز نہ ہو جانا'' یعنی مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں یک سو ہو کر خالص اللہ وحدہ لاشریک ہی کی عبادت کروں اور شرک سے بچتا رہوں۔

(2) ﴿وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا﴾ ''اور یہ کہ اپنے چہرے کو یک سو ہو کر اسی دین کے لیے سیدھا رکھو'' یعنی میں فرائض کی ادائیگی سے اور قبیح کاموں سے اجتناب کر کے دین پر قائم رہوں۔ (تفسیر منیر: 304/6)

(3) یعنی اپنے ظاہری اور باطنی اعمال کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کیجئے اور یک سو ہو کر تمام شرائع کو قائم کیجئے، یعنی ہر طرف سے منہ موڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کو مبذول رکھیے۔ (تفسیر سعدی: 1175,1174/2)

(4) ﴿وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ''اور مشرکوں میں سے ہرگز نہ ہو جانا'' یعنی میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں شرک کرنے سے بچتا رہوں یعنی کہ مشرکوں کا ساتھ دوں نہ ان جیسا حال اختیار کروں۔

(5) جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا: ﴿اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ''یقیناً میں نے اپنا چہرہ اس کی طرف متوجہ کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، یک سو ہو کر، اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔'' (الانعام: 79)

سوال 2: یک سو ہو کر ٹھیک ٹھیک اپنے دین پر قائم رہنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے کہ اپنے دین میں ملاوٹ نہ کرو، مصلحتیں اختیار نہ کرو۔

(2) یک سو رہو یعنی اپنی سوچ یا عمل کا رخ کسی اور کی طرف نہ کرو، کسی اور سے راہ نمائی مت لو۔

(3) دین وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے بھیجا اور محمد رسول اللہ ﷺ نے جس کی طرف بلایا اس لیے اپنی یا غیروں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ

''اور آپ اللہ تعالیٰ کے ماسوا نہ کسی کو پکاریں جو نہ آپ کو نفع دے سکتے ہیں اور نہ آپ کو نقصان دے سکتے ہیں، پھر اگر آپ نے

اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾

ایسا کیا تو یقیناً آپ تب ظالموں میں سے ہوں گے'' (106)

سوال 1: ﴿وَلَا تَدْعُ ... مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ﴾ ''اور آپ اللہ تعالیٰ کے ماسوا نہ کسی کو پکاریں جو نہ آپ کو نفع دے سکتے ہیں'' یعنی نہ دنیا میں کوئی ایسا ہے جو نفع پہنچا سکے اور نہ آخرت میں کوئی ایسا ہے۔

(2) ﴿وَلَا يَضُرُّكَ﴾ ''اور نہ آپ کو نقصان دے سکتے ہیں'' یعنی باطل معبود کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

(3) نفع اور نقصان کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جب کہ باطل معبود تو اپنے ذاتی نفع و نقصان پر بھی قدرت نہیں رکھتے۔

(4) ﴿فَاِنْ فَعَلْتَ﴾ ''پھر اگر آپ نے ایسا کیا'' اگر آپ نے غیر اللہ کو نفع یا نقصان کے لیے پکارا جب کہ وہ کوئی اختیار نہیں رکھتے۔

(5) ﴿فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''یقیناً آپ تب ظالموں میں سے ہوں گے'' اللہ تعالیٰ نے کائنات کی بہترین مخلوق سے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو پکارو گے تو ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ اگر بہترین کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ معاملہ ہے تو باقیوں کا کیا حال ہوگا؟

(6) ظالم وہ ہے جو ظلم کرتا ہے اور یہاں ظلم سے مراد شرک ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ ''بلاشبہ شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔'' (لقمان:13)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نفع و نقصان کا مالک ہے پھر انسان دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کیوں ٹھہراتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو پکارنے کی وجہ انسان کے شعور کی خرابی ہے۔ ایسے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دوسری ہستیاں بھی نفع پہنچا سکتی ہیں یا نقصان سے بچا سکتی ہیں۔

﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ

''اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی نقصان پہنچائے تو اس کے سوا اسے دور کرنے والا کوئی نہیں اور اگر وہ آپ سے کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾

کے فضل کو ہٹانے والا کوئی نہیں، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے فضل پہنچا دیتا ہے اور وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے" (107)

سوال 1: اللہ تعالیٰ ہی نفع ونقصان کا مالک ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاِنْ ... الرَّحِيْمُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) یہ آیت کریمہ اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلا عبادت کا مستحق ہے، کیونکہ نفع ونقصان اسی کے قبضہ قدرت میں ہے، وہی عطا کرتا ہے وہی محروم کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1175/2)

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے: ﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ﴾ "اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی نقصان پہنچائے" اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کسی بیماری یا تنگ دستی میں مبتلا کر دے۔

(3) ﴿فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ﴾ "تو اس کے سوا اسے دور کرنے والا کوئی نہیں" تو اللہ تعالیٰ کے سوا ساری مخلوق بھی اکٹھی ہو جائے تو تکلیف دور نہیں کر سکتی سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نفع اور نقصان کا مالک ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ کے ارادے کے بغیر کوئی کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا، کسی کی تکلیف دور نہیں کر سکتا۔

(5) ﴿وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ﴾ "اور اگر وہ آپ سے کسی بھلائی کا ارادہ کرے" یعنی اگر وہ آپ کے ساتھ خیر کا یعنی عافیت، صحت، خوش حالی اور مدد کا ارادہ کر لے۔

(6) ﴿فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ﴾ "تو اس کے فضل کو ہٹانے والا کوئی نہیں" تو کوئی ایسا نہیں ہے جو اس کے فضل اور احسان کو روک سکے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ "اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں سے جو کچھ کھول دیتا ہے تو اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جسے وہ بند کر دیتا ہے تو اس کے بعد اسے کوئی بھیجنے والا نہیں اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔" (فاطر: 2)

(7) ﴿يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ "وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے فضل پہنچا دیتا ہے" یعنی وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنے انعامات، فضل اور رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے۔

(8) وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو ارادہ کرتا ہے اس کا حکم دیتا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 627)

(9) ﴿وَهُوَ الْغَفُوْرُ﴾ "اور وہ بے حد بخشنے والا ہے" سعید بن جبیر کا قول ہے: "غفور" کہ وہ گناہوں کو بخشنے والا ہے۔ ﴿الرَّحِيْمُ﴾ "نہایت رحم والا ہے" یعنی مومنوں پر رحم کرنے والا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: 1992/6)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(10)﴿وَهُوَ الْغَفُوْرُ﴾اللہ تعالیٰ تمام لغزشوں کو بخش دیتا ہے۔وہ اپنے بندے کو مغفرت کے اسباب کی توفیق سے نوازتا ہے۔بندہ جب ان اسباب پر عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کو بخش دیتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1175,1176)(11)انسان غلطیاں کرتا ہے پھر جب توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔

(12)اللہ تعالیٰ تب معاف فرماتا ہے جب بندے اپنے رویے کو بدل لیں اور سیدھے راستے پر چل پڑیں۔

(13)سیدنا عامر رضی اللہ عنہ بن قیس کہتے ہیں کہ قرآن کی تین آیتوں نے مجھے سارے جہان سے بے نیاز کر دیا۔﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ﴾''اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی نقصان پہنچائے تو اس کے سوا اسے دور کرنے والا کوئی نہیں اور اگر وہ آپ سے کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو ہٹانے والا کوئی نہیں۔''(یونس:107)﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ﴾''اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں سے جو کچھ کھول دیتا ہے تو اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جسے وہ بند کر دیتا ہے تو اس کے بعد اسے کوئی بھیجنے والا نہیں۔''(فاطر:2)﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾''زمین میں چلنے والا کوئی جان دار نہیں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔''(ہود:6)(تفسیر سمرقندی:2/139)

سوال2:اس کائنات میں نفع ونقصان کا سلسلہ کیسے جاری ہے؟

جواب:(1)اس کائنات میں نفع ونقصان کا سلسلہ اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق جاری ہے۔

(2)انسان اگر خیر اور نفع کے اسباب اختیار کرے تو اسے نفع مل سکتا ہے۔

(3)انسان اگر شر اور نقصان کے اسباب اختیار کرے تو اسے نقصان ملے گا۔

(4)اگر اللہ تعالیٰ نقصان پہنچانا چاہے تو انسان بچ نہیں سکتا۔

(5)اگر اللہ تعالیٰ نفع پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں۔

سوال3:انسان نقصان سے کیسے بچ سکتا ہے؟

جواب:(1)انسان سنت الٰہی کے مطابق چل کر نقصان سے بچ سکتا ہے۔

(2)انسان نقصان کے اسباب سے بچ کر نقصان سے بچ سکتا ہے لیکن یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب انسان کو نقصان کے اسباب کا علم ہو۔

(3)اگر انسان کو نقصان کے اسباب کا علم نہ ہو تو پھر اللہ تعالیٰ سے دعا اور آہ وفریاد کے ذریعے بچا جا سکتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمیں اس راستے پر چلا کہ ہم نقصان سے بچ سکیں۔

سوال 4: انسان کو اللہ تعالیٰ کا فضل کیسے ملتا ہے؟

جواب: (1) انسان کو اللہ تعالیٰ کا فضل تب ملتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق خیر اور نفع کے اسباب اختیار کرے۔

(2) اگر انسان کو خیر اور نفع کے اسباب کا علم نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے کلام سے ان کا علم حاصل کرے۔

(3) انسان خیر اور نفع مند علم کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا ئیں کرے تو انسان اللہ تعالیٰ کا فضل حاصل کر سکتا ہے۔

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ

''آپ کہہ دیں اے لوگو! بلاشبہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس حق آ گیا ہے تو جس نے ہدایت کو اپنایا وہ بلاشبہ اپنے ہی

لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ﴾

لیے ہدایت کو اپناتا ہے اور جو گمراہ ہوا تو یقیناً وہ اپنے ہی نفس کے خلاف گمراہ ہوتا ہے اور میں تمہارے اوپر کوئی نگران نہیں ہوں'' (108)

سوال 1: دین حق آ چکا ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ... بِوَكِيْلٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ﴾ ''آپ کہہ دیں اے لوگو!'' اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ کہہ دیں ﴿قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ﴾ ''بلاشبہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس حق آ گیا ہے'' یعنی تمہارے پاس سچا دین اسلام آ گیا ہے جو قطعی حق ہے، جس کی تائید دلائل سے ہوتی ہے، جس کی سچائی میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ رب العالمین کی جانب سے آپ ﷺ کے پاس آیا ہے۔ اس نے اپنی رحمت سے یہ قرآن نازل کیا ہے جس میں تمہاری تربیت کے لیے ہدایات ہیں۔ اس قرآن کی وجہ سے ہدایت اور گمراہی کا فرق واضح ہو گیا ہے۔

(2) یہ ساری انسانیت کے لیے ندا ہے جس کی ابتدا مکہ سے ہوئی۔ (ایسر التفاسیر: 628,627)

(3) ﴿فَمَنِ اهْتَدٰى﴾ ''تو جس نے ہدایت کو اپنایا'' جس نے ایمان اور اتباع کے ذریعے ہدایت پالی تو اس کی ہدایت کا ثواب اس کی اپنی ذات کے لیے ہے۔ جب وہ اس کے ذریعے پاکیزگی حاصل کرے گا تو دونوں جہانوں کی سعادت ملے گی۔ (ایسر التفاسیر)

(4) جس نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے ذریعے سیدھا راستہ پالیا یعنی اس نے حق کو جان کر، سمجھ کر اسے ہر چیز پر ترجیح دی۔

(5) ﴿فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ﴾ ''وہ بلاشبہ اپنے ہی لیے ہدایت کو اپناتا ہے'' یعنی جس نے ہدایت کو اپنا لیا اس پر عمل کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کا فائدہ اس کی اپنی ذات کو ہوگا۔رب العزت نے فرمایا:﴿اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۙ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا﴾ ''اگر تم نے بھلائی کی،تو تم نے اپنے آپ کے لیے بھلائی کی اور اگر تم نے برائی کی تو (وہ بھی) ان کے لیے ہے۔'' (بنی اسرائیل:7)

(6) بندوں کے اعمال کا ثواب ان ہی کو ملتا ہے،اللہ تعالیٰ بندوں سے بے نیاز ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ﴾ ''اور جو کوئی شکر کرے تو یقیناوہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے۔'' (النمل:40)

(7)﴿وَمَنْ ضَلَّ﴾ ''اور جو گمراہ ہوا'' جس نے قرآن اور رسول کے ساتھ کفر کیا۔(تفسیر منیر:305/6)

(8) جس نے شرک،کفر اور تکذیب پر اصرار کیا تو اس کی گمراہی کا بدلہ اسی کی طرف لوٹے گا۔

(9)﴿فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا﴾ ''تو یقینا وہ اپنے ہی نفس کے خلاف گمراہ ہوتا ہے'' یعنی جو حق کے علم یا اس پر عمل سے روگردانی کر کے ہدایت کی راہ سے بھٹک جائے وہ اپنے لئے گمراہی اختیار کرتا ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا،وہ صرف اپنے آپ ہی کو نقصان پہنچاتا ہے۔(تفسیر سعدی:1177,1176/2)

(10)﴿وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ﴾ ''اور میں تمہارے اوپر کوئی نگران نہیں ہوں'' یعنی میں تم پر کوئی حاکم نہیں کہ تمہارے اعمال کی نگرانی کروں اور ان کا حساب کتاب رکھوں۔

(11) میں تم کو جبری مومن نہیں بنا سکتا۔اللہ تعالیٰ تمہارا نگران ہے،وہ تمہارا وکیل ہے۔

(12) میں تو محض تمہیں جگانے والا ہوں۔ہدایت اور ایمان تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

(13) تمہیں جب تک مہلت ملی ہوئی ہے اپنے اعمال کا خود محاسبہ کرو۔

سوال 2: دعوت اسلامی کا اصل کام کیا ہے؟

جواب:(1) دعوت اسلامی کا اصل کام اعلان حق کا کام ہے۔

(2) حق کو زوردار اور دوٹوک انداز میں پیش کرنا ہے۔

سوال 3: دعوت کے مخاطبین پر کب حجت تمام ہوجاتی ہے؟

جواب:(1) دعوت کے مخاطبین پر تب حجت تمام ہوجاتی ہے جب داعی نفع ونقصان سے بالاتر ہو کر حق کی مکمل شہادت دے۔(2) جب داعی ہر تکلیف،مصیبت اور ناگوار حالات میں اپنے دعوتی کام کو جاری رکھے۔

(3) جب داعی حق کو دلائل کے ساتھ پوری طرح واضح کر دے تو مخاطبین پر حجت تمام ہوجاتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے معاملے میں لوگوں کو کیا اختیار دیا ہوا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ جو ہدایت اختیار کرنا چاہے اختیار کر سکتا ہے اس کے لیے مفید ہے۔

(2) جو گمراہ ہونا چاہے اس کا بھی اختیار ہے اگرچہ اس کے لیے گمراہی تباہ کن ہے۔

﴿وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ﴾

''اور آپ اس کی پیروی کریں جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے اور آپ صبر کریں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما دے

ع 11 16

﴿وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ﴾

اور وہی سب فیصلہ کرنے والوں میں سے بہترین ہے'' (109)

سوال: دین کو مضبوطی سے تھامنے اور صبر کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿وَاتَّبِعْ ... خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰى اِلَيْكَ﴾ ''اور آپ اس کی پیروی کریں جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے'' اللہ تعالیٰ نے آپ پر جس دین کو نازل فرمایا اور وحی فرمایا ہے، اسے مضبوطی سے تھام لیں۔ (المصباح المنیر: 263/3)

(2) یعنی اے رسول! آپ ﷺ اس حق کی اتباع کرتے رہیں جو آپ ﷺ کی طرف وحی کیا گیا ہے۔

(3) یعنی اللہ تعالیٰ نے جو علم دیا اس کی اتباع کریں، جو عمل کرنے کے لیے کہا اس کی پابندی کریں۔ جس چیز کی دعوت دینے کا حکم دیا ہے اس کی دعوت دیں۔

(4) ﴿وَاصْبِرْ﴾ ''اور آپ صبر کریں'' یعنی اپنی دعوت اور لوگوں کی اذیتوں پر صبر کریں۔ (تفسیر منیر: 305/6)

(5) دعوت میں لوگوں کی ایذا کو برداشت کریں۔ (قاسمی: 90/9)

(6) یہ صبر کی بلند ترین نوع ہے اور اس کا انجام بھی قابل ستائش ہے۔ سستی اور کسل مندی کا شکار ہوں نہ تنگ دل ہوں، بلکہ اس پر قائم و دائم اور ثابت قدم رہیں۔ (تفسیر سعدی: 1177/2)

(7) ﴿حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ﴾ ''حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما دے'' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے اور آپ ﷺ کے مخالفوں کے درمیان فیصلہ کر دے۔

(8) اللہ تعالیٰ کی نظر میں جب دعوتی کام اپنے مطلوبہ مقام تک پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسی تبدیلیاں پیدا کرتے ہیں کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دعوت کا کام اگلے مرحلے میں داخل ہو جاتا ہے یہی اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہوتا ہے۔

(9)﴿وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ﴾ ''اور وہی سب فیصلہ کرنے والوں میں سے بہترین ہے'' یقیناً وہ حکمت اور عدل کے ساتھ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

(10) نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی اور صراط مستقیم پر قائم رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب کر دیا۔ آپ کو آپ کے دشمنوں کے مقابلے میں دلائل و براہین کے ذریعے سے نصرت عطا کرنے کے بعد شمشیر و سناں کے ذریعے سے فتح و نصرت سے نوازا۔ پس اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے ہر قسم کی حمد و ستائش اور ثنائے حسن جیسا کہ اس کی عظمت و جلال، اس کے کمال اور اس کے بے پایاں احسان کے لائق ہے۔ (تفسیر سعدی:1177/2)

آیاتہا 123	11- سُوْرَةُ هُوْدٍ مَّكِّيَّةٌ -52	رکوعاتہا 10

سوال1: سورہ ہود کب اور کہاں نازل ہوئی؟

جواب: سورہ ہود مکہ میں نازل ہوئی۔ یہ سورت ایک ہی بار سورۃ یونس کے بعد نازل ہوئی۔

سوال2: اس سورت میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: اس سورت میں 10 رکوع اور 123 آیات ہیں۔

سوال3: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ سورت کس نمبر پر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ سورت گیارہویں نمبر پر ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 52 ہے۔

سوال4: سورہ ہود کا نام ''ہود'' کیوں ہے؟

جواب: اس سورت میں دوسرے انبیاء کے واقعات کے ساتھ ہود علیہ السلام کی قوم کا واقعہ بیان کیا گیا اسی مناسبت سے اس کا نام ''ہود'' رکھا گیا۔

سوال5: یہ سورت کن حالات میں نازل ہوئی؟

جواب: یہ سورت جب نازل ہوئی حالات انتہائی پریشان کن اور ہمت توڑنے والے تھے۔ مکہ کے دور دعوت میں اتنی مشکلات کبھی پیش نہیں آئی تھیں جتنی اس سورۃ کے نزول سے فوراً پہلے پیش آئیں۔ خصوصاً معراج کے واقعے کے بعد جب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ کچھ لوگ مرتد ہو گئے تھے اور باقی لوگوں نے طوفان بدتمیزی برپا کر رکھا تھا۔ قریش نے آپ ﷺ کی دعوت کے مقابلے میں زیادتیوں کی انتہا کر دی تھی۔ اس وجہ سے دعوت پر جمود کی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔

مقریزی امتاع الاسماع میں کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ پر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابو طالب کی موت کی وجہ سے مشکلات بڑھ گئیں۔ آپ ﷺ نے اس سال کو عام الحزن قرار دیا۔ ابو طالب کی وفات کی وجہ سے آپ ایک مضبوط اور طاقت ور حامی سے محروم رہ گئے۔ ان حالات میں یہ سورۃ نازل ہوئی۔ اس دور کے حالات سورت کے ماحول سے اچھی طرح واضح ہو جاتے ہیں۔

سوال 6: اس سورت کا موضوع کیا ہے؟

جواب: (1) یہ سورت اصول اسلام کے بارے میں ہے اور وہ توحید، نبوت، بعث، حساب اور جزا ہیں۔ (تفسیر مراغی)

(2) اس سورت میں گزشتہ قوموں کے واقعات، ان کی سرکشی اور اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید ہے۔ مکہ کے مشرکوں کو اس سے عبرت حاصل کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

سوال 7: سورہ ہود کی فضیلت کیا ہے؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ جب اس سورت کی تلاوت فرماتے تھے تو آپ ﷺ کے دل و دماغ پر اس کا گہرا اثر ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کو مکہ والوں کی سرکشی اور اللہ تعالیٰ سے بغاوت کی وجہ سے خوف آتا تھا کہ کہیں ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نہ نازل ہو جائے۔

(2) سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کو کس چیز نے بوڑھا کر دیا؟ فرمایا: ”ہود، واقعہ، النباء، تکویر نے۔“ (ابو یعلیٰ)

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ فرمایا: ”مجھے ہود، واقعہ، مرسلات، نباء اور تکویر نے بوڑھا کر دیا۔“ (ترمذی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''الر۔ایک کتاب ہے جس کی آیات پختہ کی گئی ہیں پھر کمال حکمت والے، پوری خبر رکھنے والے کی طرف سے

﴿حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ﴾

تفصیل سے بیان کی گئی ہیں''(1)

سوال1:﴿الٓرٰ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿الٓرٰ﴾ان حروف مقطعات کے بارے میں مفسرین کی بہترین رائے یہی ہے کہ ان کا مقصود حقیقی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ہے۔(تیسیر الرحمٰن:631)

سوال2:قرآن مجید کی آیات محکم اور مفصل ہیں،اس کی وضاحت ﴿كِتٰبٌ...خَبِيْرٍ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿كِتٰبٌ﴾''ایک کتاب ہے'' یہ عظیم کتاب اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔

(2)﴿اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ﴾''جس کی آیات پختہ کی گئی ہیں'' قرآن مجید کی آیات محکم ہیں:

(i)حسن نے کہا کہ یہ کتاب اوامر ونواہی میں پختہ ہے۔

(ii)قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے:اللہ تعالیٰ نے اسے باطل کے مقابلے میں مضبوط کیا ہے۔(جامع البیان)

(iii)یعنی اس کی آیات کو محکم طریقے سے بیان کیا گیا ہے۔اس کے الفاظ اور معنی محکم ہیں اور اس کی خبریں سچی ہیں۔

(3)کتاب کی آیات محکم کرنے سے مراد ہے:

(i)کتاب کی آیات مضبوط کی گئی ہیں اگرچہ وہ ایسے الفاظ سے بنی ہیں جو لوگوں کی دسترس میں ہیں لیکن لوگ ایسی آیات بنانے سے عاجز ہیں۔

(ii)کتاب کی آیات مربوط ہیں۔

(iii)کتاب کا ہر حکم بامقصد ہے۔(iv)کتاب کی ہر ہدایت انسانوں کی ضرورت ہے۔

(4)﴿ثُمَّ فُصِّلَتْ﴾''پھر تفصیل سے بیان کی گئی ہیں'' قرآن مجید کی آیات مفصل ہیں یعنی اس کے معانی کو بہترین طریقے سے کھول کھول کر بیان کیا گیا ہے۔

(5)یعنی اس کے احکامات، قصص، نصیحتیں اور قسم قسم کی ہدایات۔(ایسر التفاسیر:628)

(6)سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ اسی کتاب کے ذریعہ لوگوں کو بلند کرتا ہے اور اسی کتاب کے ذریعہ لوگوں کو پست وذلیل کرتا ہے۔''(مسلم:1897)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7)﴿مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ﴾ ''کمال حکمت والے کی طرف سے'' یعنی یہ اس حکیم کا کلام ہے جس کا ہر کام حکمت کا سرچشمہ ہے۔

(8)وہ تمام اشیاء کو ان کے مناسب مقام پر رکھتا ہے اور ان کے لائق جگہ پر ان کو نازل کرتا ہے۔صرف اسی چیز کا حکم دیتا ہے اور اسی چیز سے روکتا ہے جس کا تقاضا اس کی حکمت کرتی ہے۔(تفسیر سعدی:1178/2)

(9)﴿خَبِيْرٍ﴾ ''پوری خبر رکھنے والے'' جو ظاہر و باطن کی خبر رکھتا ہے۔

(10) کتاب کو اس ہستی نے نازل کیا ہے جو ہر چیز کی حکمت کو جاننے والا ہے اس نے مناسب وقت پر، انسان کی ضروریات کے عین مطابق کتاب نازل کی ہے۔کتاب کو اس ہستی نے نازل کیا ہے جو خبیر ہے یعنی ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے اس خبردار نے انسانوں کو ان کے انجام سے خبردار کرنے کے لیے کتاب بھیجی ہے۔

(11)قرآن کریم کی ہر آیت اور ہر سورت اپنے اندر بنی نوع انسان کے لیے کوئی نہ کوئی خیر لیے ہوئے ہے،اور ایسا کیوں نہ ہو،یہ کتاب اس ذات واحد کی نازل کردہ ہے جس کا ہر فعل حکمت پر مبنی ہوتا ہے اور جو ہر بات کی خبر رکھتا ہے۔(تیسیر الرحمٰن:632,631)

﴿اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ﴾

''یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، بلاشبہ میں اس کی طرف سے ایک ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ہوں''(2)

سوال1:قرآن مجید کس لیے نازل ہوا ہے،اس کی وضاحت ﴿اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ﴾ ''یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو'' محکم و مفصل قرآن مجید اس لیے نازل ہوا ہے تاکہ اللہ وحدہ لاشریک ہی کی عبادت کی جائے۔(المصباح المنیر:265/3)

(2)اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل کی اور پختہ احکامات نازل کیے۔احکامات کو تفصیل سے بیان کیا تاکہ اس کے سوا تم کسی کی عبادت نہ کرو۔اس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور اس کے سوا کسی کی عبادت نفع نہیں دے سکتی۔(ایسر التفاسیر:629)

(3)ہر رسول کی وہی دعوت تھی جو نبی ﷺ نے دی۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کی طرف وحی کرتے رہے کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود نہیں چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو۔''(الانبیاء:25)

سوال2:قرآن کی دعوت کیا ہے؟

جواب:(1)قرآن کی دعوت یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) انسان اللہ تعالیٰ کی غلامی کرے اسی سے امید رکھے، اسی سے ڈرے۔

(3) انسان کے ذہن اور دل اور معاملات میں اللہ تعالیٰ کا غلبہ ہو۔

(4) انسان اپنی زندگی کے معاملات میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کو پیش نظر رکھے۔

سوال 3: رسالت کا مقصد کیا ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّنِیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رسالت کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعام کی خوش خبری دی جائے اور بُرے انجام سے ڈرایا جائے۔

(2) ﴿اِنَّنِیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ﴾ ''بلاشبہ میں اس کی طرف سے ایک ڈرانے والا ہوں'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد! لوگوں سے کہہ دو کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نذیر ہوں جو تمہیں نافرمانیوں اور بتوں کی بندگی سے ڈراتا ہوں۔ (جامع البیان)

(3) میں دین کی مخالفت کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے ڈرانے والا ہوں۔

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب آیت ﴿وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ﴾ ''اور آپ اپنے خاندانی قرابت داروں کو ڈراتے رہیے'' نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ صفا پہاڑی پر چڑھ گئے اور پکارنے لگے: ''اے بنی فہر! اور اے بنی عدی! اور قریش کے دوسرے خاندان والو!'' اس آواز پر سب جمع ہو گئے اگر کوئی کسی وجہ سے نہ آ سکا تو اس نے اپنا کوئی چودھری بھیج دیا، تاکہ معلوم ہو کہ کیا بات ہے۔ ابولہب قریش کے دوسرے لوگوں کے ساتھ مجمع میں تھا۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں خطاب کر کے فرمایا: ''تمہارا کیا خیال ہے، اگر میں تم سے کہوں کہ وادی میں (پہاڑی کے پیچھے) ایک لشکر ہے اور وہ تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات سچ مانو گے؟'' سب نے کہا کہ ہاں، ہم آپ کی تصدیق کریں گے ہم نے ہمیشہ آپ کو سچا ہی پایا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''پھر سنو، میں تمہیں اس سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو بالکل سامنے ہے۔'' اس پر ابولہب بولا، تجھ پر سارے دن تباہی نازل ہو، کیا تو نے ہمیں اسی لیے اکٹھا کیا تھا۔ اسی واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ۔ مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ﴾ ''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ برباد ہو گیا، نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی ہی اس کے آڑے آئی۔'' (بخاری: 4770)

(5) ﴿وَّبَشِیْرٌ﴾ ''اور خوش خبری دینے والا ہوں'' میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کرنے والوں اور اس پر یقین رکھنے والوں کو کہ وہی الٰہ ہے، ثواب کی خوش خبری دیتا ہوں۔

﴿وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ یُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور یہ کہ اپنے رب سے بخشش مانگو پھر اس کی طرف پلٹ آؤ تو وہ تمہیں ایک مقرر وقت تک بہترین سامان زندگی دے گا اور ہر

وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ﴾

زیادہ عمل کرنے والے کو اس کا زیادہ ثواب دے گا اور اگر تم پھر گئے تو یقیناً میں تم پر ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں''(3)

سوال 1: استغفار اور توبہ کی دعوت کی وضاحت ﴿وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا ... كَبِيْرٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ﴾ ''اور یہ کہ اپنے رب سے بخشش مانگو پھر اس کی طرف پلٹ آؤ'' یعنی اپنے پچھلے گناہوں کو ترک کر دو، رب سے ان کی بخشش مانگو اور سچے دل سے توبہ کر لو۔

(2) توبہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ عمل کی طرف رجوع کرنا ہے اور استغفار، شرک سے استغفار کرنا ہے جس پر وہ قائم تھے۔ کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں ہو سکتا جب تک شرک کو ترک نہ کیا جائے۔ ایسا ہر عمل شیطان کے لیے ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے شرک سے استغفار کے بعد توبہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اہل شرک کثیر اعمال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور اپنے شرک پر قائم رہتے ہیں۔ (جامع البیان)

(3) انسان خطا کار ہے اور خطاؤں کے چکر میں پھنس جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے برائی کے چکر سے نکالا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ آؤ۔ (4) سیدنا اغر مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میرے دل پر (کبھی کبھی) کچھ غفلت آ جاتی ہے، اسی وجہ سے میں دن میں سو مرتبہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔'' (مسلم: 6858)

(5) ﴿يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا﴾ ''وہ تمہیں بہترین سامان زندگی دے گا'' یعنی جب تم اپنے رب سے استغفار کر کے توبہ کرو گے تو وہ تمہارے دنیا کے رزق میں وسعت دے گا۔ (جامع البیان) (6) وہ تمہیں ایسا رزق دے گا جس سے تم فائدہ اٹھاؤ گے۔

(7) ﴿اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ''ایک مقرر وقت تک'' یعنی وفات تک۔

(8) اللہ رب العزت نے اس وعدے کو یوں ذکر فرمایا ہے: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''جو شخص نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو اسے ہم ضرور زندگی دیں گے، پاکیزہ زندگی اور ہم ضرور بدلے میں ان کا اجر زیادہ اچھا دیں گے جو وہ عمل کرتے تھے۔'' (النحل: 97)

(9) رب العزت کی جانب سے شریعت پر عمل کرنے سے دنیا اور آخرت میں انعامات عطا کیے جاتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(10)﴿وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ﴾ ''اور ہر زیادہ عمل کرنے والے کو اس کا زیادہ ثواب دے گا'' قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس سے مراد آخرت کا اجر ہے۔(جامع البیان)

(11)یعنی وہ نیکی کرنے والوں کو اپنے فضل وکرم سے نوازے گا۔انہیں ان کی پسندیدہ چیزیں عطا کی جائیں گی اور ناپسندیدہ کو ان سے دور کر دیا جائے گا۔(12)اللہ تعالیٰ ان کے حسن اعمال کی وجہ سے بہترین بدلہ عطا فرمائیں گے۔

(13)﴿وَاِنْ تَوَلَّوْا﴾ ''اور اگر تم پھر گئے'' رب العزت نے توبہ واستغفار اور عبادت میں اخلاص سے منہ موڑنے والوں کو دھمکی دی ہے۔(14)اگر تم نے دعوت سے منہ موڑا۔

(15)﴿فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ﴾ ''تو یقینا میں تم پر ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں'' اس میں اللہ تعالیٰ کے احکامات سے منہ موڑنے والوں کے لیے شدید وعید ہے جو رسولوں کو جھٹلاتے ہیں انہیں قیامت کے دن لامحالہ عذاب پہنچے گا۔(الاساس فی التفسیر)

سوال2:اللہ تعالیٰ صالح زندگی بسر کرنے والوں کو متاع حسن کا وعدہ دیتے ہیں انسان کو یہ متاع حسن کیسے نصیب ہوتا ہے؟

جواب:جب کسی معاشرے میں صالح نظام زندگی نافذ کیا جائے جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے تعلق پر ہو جس میں اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری ہو،جس میں اللہ تعالیٰ کا قانون چلتا ہو،جس میں انسان اچھے کردار کے مالک ہوں ایسا معاشرہ ترقی یافتہ ہو جاتا ہے۔ایسے معاشرے میں ہر فرد کو اس کی محنت کے مطابق اجرت ملتی ہے۔ایسے معاشرے کو معاشی خوش حالی نصیب ہوتی ہے،زندگی کی وافر سہولیات ملتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا متاع حسن کا وعدہ ان کے حق میں پورا ہو جاتا ہے۔

سوال3:کسی معاشرے میں نیک،توبہ واستغفار کرنے والے افراد اگر تنگی ترشی سے زندگی بسر کر رہے ہوں تب انہیں متاع حسن کیسے نصیب ہوتا ہے؟

جواب:جس معاشرے میں نیک اور توبہ واستغفار کرنے والے لوگ تنگی ترشی سے زندگی بس کر رہے ہیں تو لازمی طور ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس معاشرے کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے ایمان پر تعمیر نہ ہوئی ہوگی اور اس کا نظام غیر عادلانہ ہوگا۔ایسے معاشرے میں اگر نیک لوگوں پر ظلم ڈھایا جا رہا ہو،ناانصافیاں کی جا رہی ہوں تب بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ اچھی زندگی بسر کر رہے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تعلق،دل کا اطمینان،اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کی امید بہترین ساز وسامان ہے یہ روحانی دولت زیادہ بڑا متاع حسن ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 4: لوگ دعوت سے کیوں منہ موڑتے ہیں؟

جواب: (1) وہ اپنی ذات کی بڑائی میں جیتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی یادوں کو دل میں بساتے ہیں۔ (3) سرکشی کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔

(4) حسد، مصلحت پرستی، گروہ پرستی اور تکبر میں جیتے ہیں وہ دعوت سے منہ موڑتے ہیں۔

سوال 5: دعوت قبول نہ کرنے والا خود پر کیا ظلم کرتا ہے؟

جواب: دعوت قبول نہ کرنے والا اپنی روح کو وحی الٰہی کی تربیت سے محروم کر دیتا ہے اس طرح اس کی روح بیمار ہو جاتی ہے اور آخرت میں اس بیمار روح کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

سوال 6: دعوت قبول کرنے والے اور قبول نہ کرنے والوں کا موازنہ کریں؟

جواب:

دعوت قبول کرنے والے	دعوت قبول نہ کرنے والے
(1) دعوت قبول کرنے والا اپنی روح کے لیے اللہ تعالیٰ کے رزق وحی کو قبول کرتا ہے۔	(1) اپنی روح کو اللہ تعالیٰ کے رزق وحی سے محروم کر دیتا ہے۔
(2) وحی الٰہی قبول کرنے والے کی روح کی تربیت کرتی ہے۔	(2) وحی الٰہی کی تربیت سے خود کو محروم کر دیتا ہے۔
(3) دعوت قبول کرنے والے کے اندر تواضع ہوتی ہے۔	(3) دعوت قبول نہ کرنے والا تکبر میں جیتا ہے۔
(4) اس کی زندگی اللہ تعالیٰ کی یادوں میں بسر ہوتی ہے۔	(4) اس کی زندگی اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسروں کی یادوں میں بسر ہوتی ہے۔
(5) زندگی کے ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔	(5) ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کے سامنے سرکشی کرتا ہے۔
(6) دعوت قبول کرنے والے کی روح صحت مند	(6) دعوت قبول نہ کرنے والے کی روح بیمار اور شکست خوردہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور صالح ہوتی ہے۔	ہوتی ہے۔
(7) دعوت قبول کرنے والے کی ترقی یافتہ روح کو جنت کے باغوں میں بسا دیا جائے گا۔	(7) دعوت قبول نہ کرنے والے کی بیمار روح کو جہنم میں پھینک میں دیا جائے گا۔

سوال 7: انسان دعوت پا کر کیسا رویہ اختیار کرے کہ اللہ تعالیٰ کو پسند آجائے؟

جواب: (1) انسان اپنے آپ کو تکبر، حسد، مصلحت پرستی اور گروہ پرستی سے بچائے۔

(2) دعوت ملنے پر سیدھی طرح سے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آئے۔ (3) اپنی غلطیوں پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے۔

(4) سچے راستے پر مستقل مزاجی سے چلنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد کی درخواست کرے تو اللہ تعالیٰ کو پسند آسکتا ہے۔

﴿اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

''اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' (4)

سوال: لوٹنا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے، اس کی وضاحت ﴿اِلَى اللّٰهِ ... قَدِيْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے'' یعنی ہر ایک نے اللہ تعالیٰ کے پاس ہی لوٹ کر جانا ہے اور اسے اپنی زندگی کے اعمال کا حساب دینا ہے۔

(2) وہ سب کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا۔ نیک اعمال پر اچھا بدلہ اور برے اعمال پر برا بدلہ۔

(3) ﴿وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' یعنی وہ اپنے اولیاء پر احسان کرنے کی اور اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کی اور قیامت کے دن مخلوقات کو لوٹانے کی پوری قدرت رکھتا ہے اور یہ سخت ڈراوے کا مقام ہے جیسے ''ہر ذی فضل کو اس کا فضل دے گا'' ترغیب کا مقام ہے۔ (الاساس فی التفسیر)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ ''جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے گمان کیا کہ وہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے آپ کہہ دیجیے کیوں نہیں؟ میرے رب کی قسم! تم ضرور اٹھائے جاؤ گے پھر جو کچھ تم نے کیا تمہیں ضرور بتایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ پر یہ بہت آسان ہے۔'' (التغابن: 7)

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ عاص بن وائل نبی ﷺ کے پاس ایک بوسیدہ ہڈی لے کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آیا۔ اسے ریزہ ریزہ کر کے کہنے لگا: اے محمد! کیا اللہ تعالیٰ اس ہڈی کو اس کے ریزہ ریزہ ہونے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ زندہ کرے گا۔ وہ تمہیں موت دے گا، پھر تمہیں زندہ کرے گا، پھر تمہیں جہنم کی آگ میں ڈالے گا۔'' (مستدرک حاکم:3606)

(6) اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، یہ اس امر کی دلیل ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔

﴿اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ

''سن لو! وہ اپنے سینوں کو بلاشبہ موڑتے ہیں تاکہ وہ اس سے چھپ جائیں، سن لو! جب وہ اپنے کپڑوں کو اچھی طرح اوڑھتے ہیں،

يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾

وہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں، بے شک وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے'' (5)

سوال 1: اللہ تعالیٰ ہر چیز سے باخبر ہے، اس کی وضاحت ﴿اَلَآ اِنَّهُمْ ... بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ﴾ ''سن لو! وہ اپنے سینوں کو بلاشبہ موڑتے ہیں تاکہ وہ اس سے چھپ جائیں'' اللہ رب العزت نے مشرکوں کی گمراہی کے بارے میں وضاحت فرمائی ہے۔ کفار مکہ کہا کرتے تھے کہ جب ہم اپنے دروازے بند کر لیں گے اور کپڑوں سے اپنے آپ کو ڈھانک لیں گے اور اپنے سینوں میں محمد کی عداوت کو چھپائے رکھیں گے تو کسے خبر ہوگی؟ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ کفار مکہ حقیقی معنوں میں ایسا کرتے تھے کہ جب رسول اللہ ﷺ ان کے پاس سے گزرتے تو اپنا منہ پھیر لیتے اور آپ ﷺ کی طرف پیٹھ کر لیتے اور کپڑے سے اپنا منہ ڈھانک لیتے تاکہ آپ کی کوئی بات ان کے کان میں نہ پڑ جائے۔ (تیسیر الرحمن:1/633)

(2) یعنی تاکہ اللہ تعالیٰ سے چھپائیں۔ پس ان کے سینے اللہ تعالیٰ کے علم کے لئے رکاوٹ بن جائیں، تاکہ وہ ان کے احوال کو جان نہ سکے اور اس کی نگاہ کے لئے بھی، تاکہ وہ ان کے حالات کو دیکھ نہ سکے۔ (تفسیر سعدی:2/1179،1180)

(3) انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ آپ آیت کی قرآت اس طرح کرتے تھے ﴿اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ﴾ ''سن لو! وہ اپنے سینوں کو بلاشبہ موڑتے ہیں'' میں نے ان سے آیت کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ کچھ لوگ اس میں حیاء کرتے تھے کہ کھلی ہوئی جگہ میں حاجت کے لیے بیٹھنے میں، آسمان کی طرف ستر کھولنے میں، اس طرح صحبت کرتے وقت آسمان کی طرف کھولنے میں پروردگار سے شرماتے۔ (صحیح بخاری:4681)

(4) ﴿اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ﴾ ''سن لو! جب وہ اپنے کپڑوں کو اچھی طرح اوڑھتے ہیں'' اللہ رب العزت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے وضاحت فرمائی کہ رات کو جب آپ کپڑوں میں اپنے آپ کو لپیٹ لیتے ہوا سے بھی اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے۔

(5)﴿يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ﴾ ''وہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ ہر کھلے چھپے قول اور فعل کا علم رکھتا ہے۔ انسان جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کمزور ہے دعوت قبول نہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے چھپنا چاہتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کا علم اس کو گھیرے ہوئے ہے وہ کہاں چھپ سکتے ہیں۔

(6)﴿اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''بے شک وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ دلوں کے وسوسوں، خیالوں اور سوچوں کو بھی جانتا ہے پھر سینے کو موڑ کر اس سے کیسے کچھ چھپا سکتے ہو؟

(7) اس آیت کا مقصد اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت کو بیان کرنا ہے۔ (دعوۃ القرآن:10/3)

(8) ذات الصدور سے مراد دل کے بھید، راز جو دل کے ساتھ اس طرح جڑے ہوئے ہوں جیسے دوست دوست کے ساتھ جڑا ہوا ہوتا ہے۔

(9) انتہائی رازداری کی وجہ سے ﴿بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ کہا گیا۔ انسان کو توجہ دلائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ مخفی رازوں تک سے واقف ہے پھر اس سے اور کیا چھپا رہ سکتا ہے۔ انسان کی کوئی حرکت اللہ تعالیٰ سے چھپی ہوئی نہیں یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ انسان کے شعور کو جھنجھوڑتا ہے کہ ایک آنکھ ہر وقت اسے دیکھتی ہے۔

(10) رب العزت نے فرمایا ﴿قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''آپ کہہ دو جو تمہارے سینوں میں ہے، تم اسے چھپاؤ یا اسے ظاہر کرو اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے اور جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔'' (آل عمران:29)

(11)﴿وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ﴾ ''اور جو تمہارے دلوں میں ہے اگر تم وہ ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ، اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لے گا۔'' (البقرہ:284)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے دعوت کو نظر انداز کرنے والوں کو کیسے ان کی بری حرکت کا شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ دعوت کو نظر انداز کرنے والوں کی حرکت کو سامنے لا کر غلطی کو واضح کرتا ہے کہ جب وہ رات کو اپنے گھروں میں بستر پر لیٹے ہوتے ہیں تب بھی اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے تب بھی وہ چھپ نہیں سکتے وہ تو ہر کھلی اور چھپی بات کو جانتا ہے۔

(2) ان کے پردے اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے کیا رکاوٹ بنیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ALNOOR-PUBLICATIONS

النور پبلیکیشنز